







# الاسلام الہ آباد

آج تک ہن۔ و سنا سنیں گے بی ایسا رسالہ ہماری نظر وں ہنیں گزا۔ جو کہ  
مسلمانوں کو اپنی گذشتہ تاریخ کے یاد دلانا اور اسے دلچسپی پیدا کر نیکا باعث ہو۔ عربی میں  
ایسے تاریخین کثرت سے موجود ہیں لیکن ابن بانی لاطلی کی وجہ سے وہ عام طور پر کم فائدہ ہنیں  
پہونچا سکتے ہن۔ اسی خیال سے امام تاریخ علامہ ابن خلدون کی مشہور تاریخ  
کتاب لغز دیوان المبتدأ والخبر کا ترجمہ سلسلہ رد و زبائن کا آغاز ہا جنوری  
۱۹۸۷ء سے شائع کرنا شروع کیا ہے۔ اس تاریخ (یعنی علامہ ابن خلدون) میں  
حضرت نوح علیہ السلام کے عہد سے آٹھویں صدی ہجری تک کے حالات کا مکمل تحقیق و  
تدقیق سے کہے گئے ہن جسکو انبیاء کرام اور سلاطین عظام اور اسلامی بزرگوں  
کے کارناموں و راوی کی سوانح عمریاں پڑھنے اور دیکھنے کا شوق ہو وہ ہمارا رسالہ  
الاسلام کو دیکھے اسی میں علامہ ابن خلدون موصوف کے تاریخ کا ترجمہ سلسلہ وار  
کتابی صورت میں شائع ہوتا ہے۔ علاوہ برین بالفعل اسکے ہمراہ ایک سالہ اور مسمی بہ  
تعیین الکلام فی احکام احکام الاسلام یعنی ہندی جداگانہ شائع ہوتا ہے  
جس میں مخالفین اسلام کا دندان شکن جواب دیا جاتا ہے اور نظر دلچسپی اسلامی نیا  
کی جدیدہ حیدہ سچی سچی خبر میں بھی ہوتی ہن یا پھر قیمت سالانہ صرف ایک روپیہ  
محصولہ اکٹھا کرے۔ چونکہ ۱۹۸۷ء کے خریداروں کو سلسلہ کے لحاظ سے ۱۹۸۷ء کے بھی  
پے دیے جہینکے اسوجہ ہر خریدار کو مبلغ دو روپیہ و سوا لوں کا بھدیشگی یا اجازت  
دیو کی مہمت فرمائی جاہئے ورنہ رسالہ جاری نہ کیا جائیگا۔

المشتر حامد حسین مالک سالہ الاسلام الہ آباد



مکملہ کتابی

Checked 1978  
SECURITY  
RELIGION & CULTURE  
ISLAMIC UNIVERSITY

# صلاح الدین

U 2208

یعنی  
CHECKED 1963

ابوالمظفر الملک الناصر سلطان صلاح الدین یوسف تاج الملقب جس کی سوانح عمری

جمین

سلطان موصوف کے خصائص عادات خانہ دانی طفلان حکومت کے مآلات  
اور اس کی بالترتیب غزوات فتح بیت المقدس اور اسکے بعد کے واقعات مفصل لکھے گئے ہیں

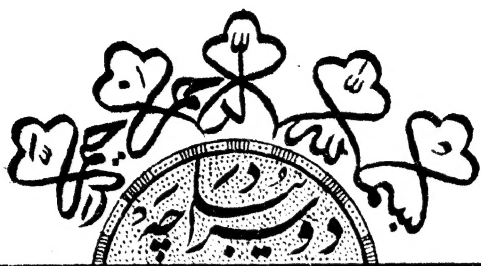
باجازت

فناکار خادم الاطباء احمد حسین الہ آبادی اوٹیر رسالہ الاسلام الہ آباد  
و مترجم تاریخ امام ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

۶۸۹ھ

مطبع قیصر نعلبند الہ آباد بہ تمام محمد فصیح الدین منیر طبع ہوئی

قیمت فی جلد بلا محصول ڈاک .....  
سکنڈ ایڈیشن .....  
.....



مہ سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس کی سوانح  
 عمری کا یہ نہوسراڈیشن ہے۔ سمرتبہ اسمین تاریخی واقعات اور اضافہ  
 کئے گئے ہیں۔ جابجا بہت سے نوٹس (حواشی) بڑھائے گئے ہیں۔  
 موقع موقع سے مغربی تاریخوں سے بھی استنباط کیا ہے غرض کہ اب میری  
 اس کتاب کا ماخذ مشرقی (عربی) اور مغربی (انگریزی فریسی) دونوں  
 تالیفات ہیں لیکن ان دونوں فریق کے متفق کر نہیں اپنے احتمالات  
 اور قوانین راجی سے کام نہیں لیا بلکہ کثرت روایات پر فیصلہ کر دیا ہے جس  
 میں امید کرتا ہوں کہ شایقین فن تاریخ اس کتاب کی قدر و منزلت  
 اور انکھوں سے دیکھیں گے جسے کہ ایسی کتابوں کے بہتر لکھنے والے اور قابل  
 بزرگ کی تالیف کو دیکھتے ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفُوۡعُ وَالْمُعٰدِیۡ وَهُوَ حَسْبُ الْعٰلَمِیۡنَ

خاکسار

الہ آباد ۱۳۱۵ھ { احمد حسین - الہ آباد - مترجم تاریخ علامہ ابن خلدون  
 ۲۵ اپریل ۱۹۰۰ء مطابق ۳۰ دسمبر ۱۳۱۵ھ

## دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

u 923.1 A  
salahuddin

الحمد لله وكفى وسلاهم على عباده الذين اصطفى  
 واقعی ہماری قوم کی عام ناواقفیت اور علی الخصوص فن تاریخ کی لاعلمی نے صرف  
 اس کے خیالات کے دائرہ ہی کو تنگ و محدود نہیں کر رکھا بلکہ اس خیریت ڈھار بھی ہے کہ  
 اب یہ شجاعت - دلیری - فیاضی کی اصلی اور نقلی تصویر دن کو ایک دوسرے سے متاثر نہیں  
 کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ غیر قوموں کے مصنوعی ہمشاہیر کو خوشنارنگین لباس میں  
 دیکھ کر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور ان کی ایجاد کی ہوئی تصویر دیکھ جہنم کے محض فرضی رنگ  
 بہر آگیا ہے قدر و عزت کی اون آنکھوں سے دیکھتے ہیں جن سے کہ کسی سچے بہادر فیاض  
 و دلیر کی اصلی صورت دیکھنی چاہئے۔

ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ غیر قوموں میں ایسا کوئی اصلی ہیرو نہیں گزرا کہ  
 جس کے نام کو زمانہ عزت و قدر کے ساتھ نہ لے سکے لیکن عام طور سے جب غور کی عینک  
 لگا کر تحقیق کی نظر وٹے دیکھا جاتا ہے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اونہیں دس فیصدی  
 ایسے تخلیق کے جیسے کہ جنکے فرضی چہرہ پراوستادہی کا پوڑہ ملا گیا ہو۔ باہینہ کہ آج کل کے نوجوان  
 نئی روشنی کے مقلد ایسے شتاق اور فریفتہ ہو رہے ہیں کہ اپنے اسلاف کے اکابر کی  
 مطلقاً وقعت نہیں کرتے اور ان کے سوانح کو ایسا بہولادیا ہے کہ گویا وہ خیریت نہیں  
 اس سے زیادہ تو یہ امر افسوس کے قابل ہے کہ ان لوگوں نے تلمیخی معلومت کے بہوٹے

وجہ سے اون مورخوں کا رتبہ جبکی حیثیت شاعر یا فسانہ گو سے زیادہ نہیں ہو سکتی  
 اس درجہ بڑا رکھا ہے کہ اپنے سچے۔ عادل مورخ کا نام لیتے شرماتے ہیں حالانکہ  
 ان مورخوں میں جنکو فرضی خاکے میں رنگ بہرنے کے سوا اور کچھ نہیں آتا وہ  
 وہ شان ہی نہیں پائی جاتی جس سے کہ مورخ مورخ کہے جا سکا مستحق ہو سکتا ہو۔  
 ہمیں دراصل اس موقع پر اس مسئلہ سے بحث کرنی مقصود نہیں ہے کہ کسی  
 موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس بحث کو چھیڑ کر ناظرین کو دکھلا دیں گے کہ ہمارے  
 مورخوں اور غیر قوموں کے تاریخ دانوں میں کیا فرق ہے اسوقت ہم نہیں جانتے  
 اور نیز اس خیال سے کہ قوم کو تاریخی معلومات کی سخت ضرورت ہے ایک ایسے سچے فیاض  
 بہادر۔ دلیر کی لائف ہدیہ ناظرین کیا چاہتے ہیں کہ جسکے سامنے غیر قوموں کے فرضی  
 مشاہیر کی تصویروں کی چمک مک نہ ڈر جائیگی کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ سلطان  
 صلاح الدین یوسف فاتح بہا المقدس کی سوانح ایسی نہیں ہے؟ کیا کسی کے  
 ذہن میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اسکی بہادری اور فیاضی فرضی ارتہر اور  
 شالیمین سے بڑھتی ہوئی نہیں ہے؟ کیا زمانہ اس واقعہ نہیں ہے کہ اس نے رچرڈ  
 اور فلپ جیسے بادشاہوں کے مددگار ہوتے شام سے عیسائیوں کو نکال باہر کیا ہے؟ سارا  
 یورپ ایک طرف تھا اور یہ کہ یکطرفہ اسکے ساتھ کوئی بڑی جمعیت نہ تھی لیکن ہاں ایک سچے  
 مذہب کا سچا جوش تھا کہ جسکے وجہ سے اس نے شہرِ شہر بیت المقدس میں نہایت اچھی طرح  
 جمع ہوئے عیسائیوں کا باوجودیکہ انکی عانت میں مسیحی مسلمانین اور امرا نے اپنی سلطنتیں  
 بیچ دیں جاؤں گے اور دریں ایسا قلع و قمع کیا کہ آج تک بیت المقدس کے فصید  
 خیال میں بھی حسد کی نکلون نہیں دیکھ سکتے اور نہ آئندہ حد اچھا تو دیکھ سکتے ہیں  
 وہ شخص ہے کہ جسکو تاریخی دنیا میں سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے بعد فاتح بیت المقدس کا مبارک لقب یا گیا۔ ایک دلییری وجوہ فردی مردانگی کی وجہ سے  
 آج تک یہ مقدس زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہے، چنانچہ اس وقت بھی ہمارے خلیفہ المسلمین  
 امیر المؤمنین سلطان ابن السلطان الخاقان بن الخاقان بن الخاقان  
 سلطان عبدالحمید بن غازمی شیعہ المسلمین بطول حیاتہ و بدوام ملک و بقایہ کے قبضہ  
 اقتدار میں ہے۔

اس اسلامی میر و فاتح بیت المقدس کی سوانح کی واقفیت کے لئے ہم کو جس طرح  
 علامہ عبدالرحمن ابن خلدون مغربی۔ علامہ ابوالحسن علی ابن ابی الکرم شیبانی مصنف  
 بہ ابن اثیر جنسری۔ علامہ ابوالفدا۔ شیخ امام ابن شداد قاضی فاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
 شکر یہ ادا کرنا چاہئے اسی طرح مولفین فتح القسی فی فتح القدس۔ نجوم الزاہرۃ  
 فی احوال المصر والقاہرۃ۔ نوادر سلطانیہ فی محاسن یوسفیہ کے گرامی اسما، لشکر  
 و اقدان کے ساتھ دمج کرنا چاہئے۔

ہم نے اسکی سوانح کے لکھنے میں اعتدال سے قدم باہر نہیں نکالا اور نہ دلچسپی کے  
 خیال سے کسی واقعہ کو کم و زیادہ کیا ہے جیسا کہ زمانہ حال میں ہمارے بعض معاصرین  
 نے تاریخ کو ناول کے پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔

چونکہ تاریخی معلومات کا ذخیرہ ایک ایسی زبان میں ہے کہ جسکے اولاً جاننے والے  
 ہی کم نظر آتے ہیں اور ثانیاً ہماری قوم کے عام لوگوں کو اوس زبان (یعنی عربی)  
 کے لاعلمی کی وجہ سے اوں کتابوں سے کچھ فائدہ ہی نہیں پہنچ سکتا اس لیے جو ہر  
 ہملو گوئی لاعلمی۔ تاریخی معلومات کی ناواقفیت سے جہالت اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ ہم  
 اپنے اسلاف کے مشاہیر کے نام تک نہیں جانتے اور یہی باعث ہے کہ ہم میں نہ تو  
 وہ ہمدردی باقی ہے اور نہ اوس جوش کا کچھ اثر ہے کہ جسکے وجہ سے ہمارے بزرگوں نے  
 کامیابی کا سکہ عالم میں چلا دیا تھا نظریہ میں ہم دنیا اسلام کے اوس نامی پیر کی سوانح

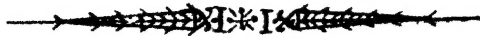
کہ جسکا ذکر خیر اوپر ہو چکا ہے ہدیہ ناظرین کیا چاہتے ہیں کہ جسکے دیکھنے اور سننے سے  
 یہہ امید کیجا سکتی ہے کہ ہلوگوں میں ہمدردی - فیاضی - خود داری - مردانگی -  
 دلیری کی صفیتیں پھر پیدا ہو جائیں گی اور پھر ترقی یافتہ قوموں میں اپنا شمار  
 ہو جائے گا۔

اے خدا تو اس کتاب کو عام مقبولیت کا خلعت عطا فرما اور اس کے  
 دیکھنے سننے سے ہماری مردہ قوم میں وہی روحیں پیونک دے کہ جو ہمارے  
 اسلاف اور تیرے برگزیدہ بندوں میں تھی۔

اے رب العزت تو اس سوانح کو عزت اور امتیاز کا خوشنما دلپسند لباس  
 مرحمت کر کہ جسکے دیکھنے سے غیر قوموں کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں تاکہ تیرے  
 اسلامی بندوں کو ذلت کی نظروں سے نہ دیکھ سکیں۔ خداوندائیرے قبضہ  
 میں سب کچھ ہے تو مَقْلِبُ الْقُلُوبِ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے تو ہماری  
 مردہ قوم کو پھر وہی زندگی عنایت فرما کہ جس سے یہہ نیکنامی - نام آوری  
 کے ساتھ زندہ جاوید کہلائی جائے۔ آمین ثم آمین ۵

احمد حسین غفر اللہ ذلنوبہ۔ الہ آباد۔

۱۔ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ ہجری مطابق ۱۳ جون ۱۸۹۷ء





## سیرۃ السلطان

الملک الناصر سلطان صلاح الدین یوسف ایوبی کے کارنامے اسلامی دنیا میں ایسے شہرت پذیر ہیں کہ کسی اسلامی ہیرو کی لائقیت اس سے زیادہ شہور نہو گی۔ اس کے تذکرات کے حالات سے شاید ہی کوئی ناواقف ہو گا۔ اس نسخے اسلامی دنیا میں اپنے کارناموں کی بہت بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ یہی بانی دولت سلاطین ایوبیہ ہے۔ اسی کو صفحہ تاریخ پر مسلمانوں میں دوبارہ فاتح بیت المقدس کا مبارک لقب یاد کیا ہے، اسکے قوی حملوں نے شام کے متبرک سرزمین کے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر مکرر اسلامی پریرا اڑایا ہے۔

اسکو اکثر علمائے نسبین نے جو بی النسل تحریر کیا ہے اور سلسلہ نسب<sup>۱</sup> حمیری تک پہنچایا ہے اگرچہ بعض مورخین نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے لیکن محکمہ یاد آتا ہے کہ اس نسخہ کسی موقع پر اپنے عربی النسل ہونے پر فخر کیا ہے اسکی ولادت باسعادت<sup>۲</sup> ۵۳۲ھ ہجری

۱۔ اس میں میر کا سلسلہ نسب ہے سلطان صلاح الدین یوسف بن نجم الدین بن ایوب بن شاذی بن مروان بن علی بن عشرہ بن حسن بن علی بن احمد بن علی بن عبد الغزیز بن ہدیتہ بن الحنفیہ بن ابن الحارث بن سنان بن عمر بن مختار بن عوف حمیری۔  
۲۔ علامہ فاضل بن شیر نے اسکو اکرواد و اسبۃ شام کیا ہے اور قتال بن علی کا بیعت اعیان و برین میں مل گیا ہے۔

خليفة المقتدی لاهر اللہ کے عہد خلافت مقام تکریت میں واقع ہوئی۔

اسکا عالی قدر باپ نجم الدین اس قلعہ کا حاکم تھا اسکی دلی خواہش تو یہی تھی کہ اپنی پوری عمر اسی قلعہ کے حکومت میں صرف کرے لیکن اسلہ الدین شہر کوہ کی وجہ سے قلعہ تکریت کو خیر آباد کہہ کر اتابک شہزادگی کے پاس جباہر مجبور ہوا۔ اس کے دربار میں ان دونوں بہائیوں کی بڑی آواہنگ لگی۔ اور خود زنگی اپنے عزیز مہمان کے مہماندار میں مصروف ہوا جسوقت کہ قلعہ لعلبک ۵۳۳ ہجری میں اس کے مالک محروسہ میں داخل ہوا فوراً اپنے محسن قدیم نجم الدین لؤلؤ اس قلعہ کا حاکم کر دیا۔ ان تغیرات اور تبدیلی مقامات میں ہمارا ہونہار نامی سلطان اپنے عالی قدر بزرگ باپ کے برابر شریک حال رہا۔

اسکے بچے سچے مسلمانوں کے سے عقائد تھے۔ مذہب شافعی رکھتا تھا۔ کہی اس نے

۱۔ خلیفہ المقتدی لاهر اللہ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن المستنصر تھا یہ ۵۳۳ ہجری میں قلعہ لعلبک میں انتقال کیا۔ ۲۔ تکریت بغضتے دشت و کوہ و کسہ رائے لفظ و سکون کا تھانی و تاق و شت و ک و رری۔ ۳۔ تکریت ایک مشہور شہر مابین بغداد و موصل کے غزنی تھا واقع ہوا اسکا قلعہ نہایت محکم بنا جس کے ایک جانب درجہ ہوا اور دوسری طرف جانب شرق نہر حاتی ہو جس کو کہ زمانہ متوکل میں اسحاق بن ابراہیم کو تو ال کے کہنو والی تھی۔ بغداد سے تین فرسخ اور موصل سے چہ روز کے راستہ پر ہے۔

۴۔ نجم الدین بن لؤلؤ مقام دین مضافا اذربائیجان میں پیدا ہوا جسوقت کہ مجاہد الدین سخنے بغداد کے پاس غلفان شہر میں گیا قلعہ تکریت کی حکومت اسکے سپرد کی گئی۔

۵۔ اسلہ الدین کوہ کی وجہ سے نجم الدین بن لؤلؤ کا حقیقی چچا بیٹا تھا۔ اس قلعہ تکریت میں ایک روز کسی شخص نے کہہ دیا کہ ایک بڑی اور فتنہ انگیز شخص کو مار ڈالو لاجونکہ نجم الدین لؤلؤ نے نہانہ دیکھا اسوجہ سے بہر روز نے اسکو موزوں کر دیا اور اسلہ الدین کو گرفتار کیا حکم نافذ کیا اسوجہ دونوں بہائی شہید ہو گئے کہ ان میں صل ہو چکے تھے ۶۔ عماد الدین ابانہ شہید ہو گئے ان اسفند ماہ ربیع الثانی ۵۳۵ ہجری میں عراق والی قہر کیا گیا۔ اور انہی کے کسی ہمنشین بعد انتقال عماد الدین سود بن البرقی حتما موصل لایت موصل کی تولیت اسکے پوتے کی گئی۔ یہ بہت ہی بڑا فتنہ انگیز اور فتنہ تھا۔ اسنے تقریباً کل شام کے بلاد اپنے قبضہ میں کر لئے تھے ۷۔ ربیع الثانی ۵۳۵ ہجری میں جبکہ جعبر کا محاصرہ تھا اپنے غلاموں کے ماتھوں شہید ہوا۔ ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر بائی۔

۸۔ لعلبک ایک شہر شہر ہے مابین آنا و عظیم اور بنا و عقیقہ بہت بہت قلعہ بہت متحکم بنا ہوا ہے۔ ۹۔ جبکہ عماد الدین ۵۳۵ ہجری میں قرا جاسا فی سے نہریت پاکر موصل کی طرف ہمارا گیا تھا تکریت کی طرف موگر گزرا۔ نجم الدین لؤلؤ نے دریا و جلہ میں بل قوتی وغیرہ کا انتظام کر دیا تھا اور بڑی حرم و دام اسکی دعوت کی تھی۔



صرف تقلید کے کام نہیں لیا بلکہ شاہین علم و اکابرین حکما ہمیشہ مناظرہ کرتا اور تحقیق حتیٰ کہ درپے رہتا۔ ایسی کوئی علمی مجلس نظر کیلئے بھی نہیں ملتی تھی کہ وقت بحث و مناظرہ اسکے کلام فصیح و سادہ میں شہسوہ ہوں۔ کلام سنجیدہ اور ثبات سے معمور رہتا تھا۔ بڑے بڑے نامی علماء اسکے خدمت میں رہتے تھے۔ اسکا دربار اہل علم و فضل سے کبھی خالی نہیں رہا۔

حفاظ قرآن جو مختلف قوتوں میں کلام اللہ سناتے تھے وہ محض حافظانہ قاری ہی نہوتے تھے بلکہ علوم دینی قرأت سیمہ کا جاننا۔ ورع۔ تقویٰ سے مزین ہونا حفاظ کے اہم شروط اور ضرورتیں تھیں۔ سلطان بادشاہ کا رٹو اکثر حافظ ہوتے تھے رات کو انکو گوسے قرآن پڑھواتا تھا جہاں کہیں کسی ریت میں عذاب عقاب کا ذکر آجاتا فوراً اسکی باغ و حیادار آنکھوں پر آسنو جاری ہو جاتے تھے۔

جس شوق سے اس کے مشتاق کا لہو میں قرآن مجید کی آیتیں جاتی تھیں اسی محبت و اشتیاق سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشگوار آوازیں پہنچتی تھیں محدثین اگر کسی جہ سے آسکتے۔ تو خود بنفس نفیس۔ اونکی خدائیں میں حاضر ہوتا تھا اس نعمت عظمیٰ سے تنہا ہی سفید نہوتا بلکہ عام طور سے مسلمانوں کو اس تبرک میں آنیکی اجازت ہی۔ کچھ تخصیص میر۔ غریب۔ مقرب۔ غیر مقرب کی نہ تھی۔ شعائر اسلام کی بہت بڑی تعظیم کرتا تھا فلسفہ۔ دہریت کو ذلیل آنکھوں سے دیکھتا تھا معاندین شریعت کا جانی دشمن عقاید مذہبی کبھی جھکے زیادہ پابند تھا اپنے پاک۔ سچے خدا پر سچے دل سے بہرہ ور نہ رہتا تھا۔

اوس نے بہت کم فسخ عزیمت کی ہے۔ نازک حالتوں میں بھی اپنے ارادے سے

۱۔ شہاب الدین بہروردی فلسفی شاعر حکیم الاشراق۔ خاتم حکماء و اشراقیین کہ جو کہ فلسفیانہ خیالات رکھتا تھا۔ اکثر مسائل شریعیہ کا مخالف تھا۔ ملک الظاہ نے حسب حکم سلطانی مقام حلب میں طلبہ کے بعد تحقیق و انظار قتل کیا۔ یہ شہاب الدین علاوہ اون شہاب الدین بہروردی کہ ہے کہ جو اولیاء کرام میں سلسلہ بہروردیہ کے ایک شیخ کامل ہیں بہروردی نعمین مہملہ و فتح کا بہروردی سکون ملا و قرشت و فتح و او و سکون را و ال مہملہ ایک قر ہے۔

مٹہ نہین ہوڑا چنانچہ جبکہ انسانی بیت النوبۃ میں خود ہیہ سلامی ہیہ بیت المقدس میں تھا اسکا جری لشکر واقعہ عکاسے پہلے سیاد دل ہو رہا تھا اور اس درجہ ہل چل مچ رہی تھی کہ فسران فوج نے وقت مشورہ بالاتفاق قدس شریف چھوڑ دینی کے دیدی تھی ہیہ مجلس شعری اسوجہ سے کہ سلطان اس رکابا بالکل مخالف تھا ناتمام برخاست ہوئی۔

اسکی مستقل مزاجی اور توکل علی اللہ کو نہ تو ان ایوں کے اختلاف نے کچھ نہ صرت پہونچائی اور نہ نصاریٰ کی کثرت نے اس کے مطمئن قلب کج خائف کیا تھا مان کہ یہ خدا کے مطمئن بشاش چہرہ پر اس خبر سے کہ عساکر اسلامی قدس شریف ضرور چھوڑ دینگے کشتیوں کے آثار نمایاں ہو گئے تھے اسکی بند اور خوشنما پیشانی پر فکر کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی تاہم اس نے فتح غنیمت نہ کی۔ گو اسی فکر و اندیشہ سے شب بہرہ سو یا اور نہ اپنے پہلو کو آشنائے فرش راحت کیا کہی تو اپنے عجز و انکسار کے سر کو خدا کے ساتھ نہ چکا کر التجا کر لے لگتا تھا کہ اے منعم حقیقی کیا تو اس نعمت عظمیٰ سے اس چہرہ بمقدار کو شرف کر کے پہر محروم کرے گا؟ کیا تو اس مقدس مین کو پرہیزے لوگوں کے قبضے میں دیدے گا کہ جنہوں نے بے مہار سے حق و باطل کو ایک کر دیا ہے؟ کیا تو ان درود یوار و نگوں کو کہ چہ تیرے نور کا سایہ بڑا ہے پہرہ گروہ کو دیدے گا جو کہ ان مبارک دیوار و نگوں تیرے ایماندار بندوں کے خون سے رنگیں گے؟ کیا تو ان بلند اور شاندار مینار و پیر سلامی ابراہیمی پہرہ اوڑا کے چھریبی نشان بلند کرے گا؟ کیا ان فصیلو پیر تیرے صورتوں کے بدلے ڈارہیان موٹھی لبین بڑھی ہوئی بدشا شکلیں چلتی پھرتی نظر آئیں گی؟ کیا تجھ کو یہی منظور ہے کہ اس مبارک سجدی حرام میں بجائے اذان اقامت کے کہنٹوں کی آوازیں آئیں؟ کیا تیرا یہی مشاہدہ کہ کوئی اسلام کا نام لینے والا اس مقدس مکان میں سہنے نہ پائے؟ کیا تجھے یہی مد نظر ہے کہ تیرے برگزیدہ خاتم الانبیاء کا نام تیرے نام کے ساتھ اس پاکیزہ زمین میں لیا جاوے میرے خدا

۱۔ مقام عکاس بہت بڑی لڑائی عکاسیوں سے ہوئی تھی۔ اسکا بیان آگے آگے گا۔

بجئے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے ایسا نہ ہو۔ میرے اسباب ظاہری بالکل منقطع ہو گئے میرے قوت کے توانا بازو بالکل شل ہو گئے۔ میرے قدم استقامت ڈگ گئے۔ اُف میرے لشکری تو کیا میرا دل ہی میرے قابو میں نہ رہا۔ میرا دماغ سوچتے سوچتے تہک گیا۔ میرے ہوش و حواس بجا رہے۔ میرے عقل کا ناطقہ بند ہو رہا ہے۔ اب کوئی ذریعہ کامیابی کا سولہ اسکے نہ رہا۔ کہ تیرے فضل و کرم پر اعتماد کروں اور اپنے امید و تمنا کے ماتھوں تیرے آگے بڑھاؤں۔ تو ہی میرے کاموں کے لئے کافی ہے اور تو ہی ان اُمور کا کفیل ہے۔“

اور کبھی اپنے اُمراء لشکر کی بے استقلالی کا خیال کر کے گھنٹوں دل ہی دل میں کہتا تھا کہ کیا واقعی میرے رؤساء لشکر نے یہی صلاح کر لی ہے کہ تو شریف میں جھکوتنا چھوڑ کر چلے جائینگے؟ کیا اونکی طبیعتیں فتنہ ایسی بدل ہو گئی ہیں اسی پر کمر بستہ ہو گئے ہیں؟ کیا فی الحقیقت یہ خبر سچ ہے کہ یہاں سوائے میرے اور میرے بھائی اور اولاد کے کوئی اور نہ ٹھہرے گا اور ان میں سے کوئی میرے حکم کی اطاعت نہ کرے گا؟ کیا یہ لوگ واقعہ عکاسے ایسے افسردہ ہو گئے ہیں؟ کیا ان لوگوں نے اپنی ہمتوں کو اس قدر پست کر لیا ہے؟ بہر حال جو کچھ ہو خواہ ان کی بے استقلالی حد سے بڑھ جائے خواہ یہ لوگ سب کے سب بچے جائیں لیکن میں نے خدا پر ہوسا کر لیا ہے اور یہی ٹھان لی ہے کہ اپنے جیتے جی نہ تو قدس شریف کو چھوڑوں گا اور نہ اسکے بلند مینار و پیر صلیبی نشان چڑھنے دوں گا۔

اسی فکر و تشویش میں تھا کہ جاڑے کی لمبی چوڑی رات آن کی آن میں گذر گئی اور صبح کا کیا ذکر جمعہ کا وقت بھی آ گیا سلطان نے اپنے خیالات منتشرہ جمع کئے اور حسب دستور غسل کر کے کچھ صدقات تقسیم کئے اور مابین اذان اقامت

دو رکعتیں نماز قضائے حاجت کی ادا کی ہنوز دعا سے فراغت نہ پائی تھی کہ قاصد نے پہونچکر بعد آدائے مراسم آداب شاہی عبدالدین جردیک کا عریضہ پیش کیا۔ وہ عریضہ نہ تھا بلکہ بشارت آمیز خریطہ تھا۔ اسکے دیکھنے سے اوسکی حیادہ آنکھوں ہی میں ٹہنڈک بنیں پہونچی بلکہ اوسکے مبارک چہرہ پر بھی بشارت اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے شب شبینہ کسیدر اطمینان گذری خیالات بھی یادہ پریشان نہ رہے صبح ہوتے ہی دوسرے عریضہ نے پہونچکر کسی قسم کا تغیر نہیں پیدا کیا بلکہ اوس اطمینان کو جو کہ خط سابق سے پیدا ہوا تھا مضبوط کر دیا۔ ظہر کا وقت نہ گذرا تھا کہ تیسرے عریضہ نے اطمینان کامل کی صورت دکھائی سلطان تو پہلے ہی سے مطمئن اور اپنے پاک خدا پر بھروسہ کئے تھا افسران فوج اور اراکین شہر کو بھی جمعیت خاطر حاصل ہو گئی۔ دو شبینہ کی صبح کو جاسوسوں نے خبر دی کہ نصاریٰ جانب ملہ ایس کے یہہ ایسی معمولی حالت نہ تھی۔ کہ جس سے کسی مدبر کے خیالات اور ہوش و حواس متحجج نہ تھے وہ حالت اور وہ کیفیت تھی کہ کیسا بھی مستقل مزاج انسان ہوتا اوس کے مضبوط استقامت کے پالوؤں ڈگ جاتے۔

اس نے ہمیشہ عدل و رحم سے اپنے دل کو خوش رکھا یہہ ضعیفوں کا مددگار غریبوں کا حامی تھا۔ ہر ہفتہ میں دو شبینہ اور پنج شبینہ کو دربار عام کرتا تھا اس مجلس عام میں فقہاء علماء۔ قضاۃ حاضر رہتے تھے۔ بلا فراجمت ہر شخص خواہ کسی درجہ کا ہوا استفادہ کر سکتا تھا۔ یہہ خصوصیت حضر کی نہ تھی بلکہ سفر میں بھی اپنے ان اوقات کی پابندی کرتا تھا۔ علاوہ ان دنوں کے جو قصہ و قضیہ اور دنوں میں پیش آتے تھے ان کے انفسال کے لئے شب کا وقت مقرر تھا۔

اس سے راہ چلتے وقت لوگ استغاثہ پیش کرتے تھے اور پہلے سکونبور سنتا

اور داد دیتا تھا اس کے مجلسِ عدل میں ہر کہہ و مہ ایک نظر سے دیکھ جاتے تھے عدل و انصاف کو بہت زیادہ دوست رکھتا تھا۔ مدعی و مدعا علیہ دونوں بحیثیت ذاتی متفاوت کیوں نہ ہوں۔ لیکن ایک ہی پلہ میں تولے جاتے تھے۔ یہہ اس قدر سخی۔ دریا دل۔ کریم تھا کہ وقت فراخی جیسی دریا دلی سے کام لیتا تھا ویسا ہی وقت و ہتھکڑی ہی فراخ حوصلگی خرچ کرتا تھا۔ جس سائل نے اس سے سوال کیا اس کو پھر دوسرے سوال کی ضرورت نہ رہی۔ اکثر اشکا کلام میں کہا کرتا تھا کہ مال کی طرف و آنکھوں سے دیکھنا چاہئے جن آنکھوں سے کہہ سکیں گے دیکھتے ہیں۔

اسکے ذاتی اوصاف سے جیسا کہ عدل و انصاف تھا ویسا ہی شجاعت و دلیری بھی خدا داد تھی۔ ہمیشہ وائل سر مین کل لشکر کو اپنے و طنو کی طرف چلے جائیگی اجازت دیتا تھا اور خود ایک جماعت قلیلہ سے دشمنوں کے مقابلہ کیا وہ مستعد رہتا تھا کبھی سنے اپنے عیش و آرام کو عزیز نہ ہین کہا۔ اکثر بذات خود دشمنوں کے کیمپ کی طرف جاتا اور اوج کچا لٹا۔ رنگ۔ ڈھنگ دیکھتا تھا۔ حالت جنگ میں خود فہم اعلیٰ فوج کا ہوتا تھا صفوف لشکر میں با واز بلند فضا میں جہاد کی جھلک رہتی تھی۔ دشمن کی کثرت نے کبھی اس کو خائف نہ ہین کیا۔ نہ کبھی کسی لڑائی نے اس کی تیردلی و فکر کو روکا۔ اس کی ثابت قدمی نے مصافحہ کا مقام عکاس میں باوجودیکہ مسلمانوں

(۱) ابن زبیر مدنی نے جو کہ ایک معمولی درجہ کا آدمی تھا تقی الدین برادر زادہ سلطان پرستخانہ پیش کیا تقی الدین قطع نظر اس سے کہ سلطان کا بیٹھو تھا اس کی دلیری فطانت نے سب کی آنکھوں میں محبوب بنا رکھا تھا سلطان نے بہت غور سے اس کے دعویٰ کو سنا اور تقی الدین کو مجلسِ عدل میں اس کی حیثیت سے جیسے کہ معمولی مدعا علیہ پیش کئے جاتے ہیں طلب فرمایا اور تحقیق کی پوری طور سے داد دے کی اس سے تعجب نہ رہا واقعہ ہے کہ شیخ حسن عرف عمر غلامی نے خود سلطان پر دعویٰ کیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں اپنے شہادتین اس طرح سے پیش کیں جس طرح سے کہ مدعا علیہ پیش کیا کرتے ہیں جو کہ شیخ حسن کا دعویٰ بلا دلیل فیصلہ حق سلطان ہوا لیکن اس سے شیخ حسن کی اس جسارت پر کچھ تنبیہ نہ کی بلکہ حسب النجایا عیان دربار اس کو ضلعت دیکر رخصت کیا۔

کے پائوں تاکہ قلب لشکر کا بھی قدم استقامت دگمگایا تھا۔ وہ کام کیا کہ صفحہ تاریخ پر اپنی جو آمد دی۔ ثابت قدمی۔ شجاعت کا آپ ہی نظیر ہو سکتا ہے۔ اس کے دلیر جہاد کا شوق اس قدر مستولی تھا کہ سو اس ذکر کے دوسری باتیں اس کے کانوں کو نہیں خوش کر سکتی تھیں۔ اس کی بامروت حیا دار آنکھوں میں ہرقت جہاد کا نقشہ پرتا رہتا تھا۔ اس کے نظر و نگو سوائے بازار کارزار کے پہلے پہلوئے باغ اور سرسبز میدان مسررہنیں کر سکتے تھے۔ اس نے جہاد کی محبت میں اپنے اہل عیال۔ وطن اور آباد و پرفضا شہر و مکی سکونت کو چھوڑ کر جنگوں و پہاڑوں کے رہنے پر رخصت کی تھی۔ شاندار محلی کے آرام کو اون تکالیف کے سامنے جو کہ اس کو شہنشاہ میں ہوتی تھیں پسند نہ کرتا تھا۔ کبھی آرام و بے فکری سے نہیں سویا۔ خواب بھی اگر کچھ دیکھتا تھا تو جہاد ہی کا نقشہ نظر آتا تھا۔ اس کے سادہ مزاج میں کسی طرح کا تکبر و غرور نہیں پایا جاتا تھا۔ ہمیشہ سادہ لباس میں معمولی آدمیوں کی طرح گذران اوقات کرتا تھا۔ سلاطین اور امراء متکبران کو کبھی اعزاز و توقیر کے آنکھوں سے نہیں دیکھتا تھا۔ ہر اجنبی اس اعلیٰ بیڑے سے اپنے کو اور رونے ذکر جہاد کے ممتاز کر لیتا تھا۔ جہاد کے شوق میں اس نے اپنی جان کو بھی کچھ نہیں سمجھا۔ اس کے ذاتی جوہر و دین سے ایک صبر ہی تھا۔ تکالیف بدنی جو مرض کے لاحق ہونے سے اس کو پہنچتی تھیں اس پر کمال استقلال سے صبر کرتا تھا اور برابر اسی دلچسپی اور جوش سے دشمن کے مقابلہ پر سعدی ظاہر کرتا تھا جیسا کہ حالت صحت میں جان توڑ کرتا تھا۔ مقام عکامین جہودت کے مضامین سے مقابلہ تھا۔ دُنیلون کے تکالیف سے بیٹھ کر کہا نا کہا نا اس کو محال تھا اور ہرگز اس نے مل تھا کہ ٹھوکر پر سوار ہوتا اور اپنے لشکر کا کمان کرتا۔ لیکن باہنہ وقت مقابلہ لشکر کو خود مرتب کرتا اور فوج سے مغرب تک برابر فوج کا کمان کرتا تھا

اور اوسکو اپنا ایک بیٹی کا نام چھکراں کا تکلیف کو دل سے بہولانا دیتا تھا باوجودیکہ  
اوس زمانہ میں عماد الدین صاحب خجاری بھی غلیل تھا لیکن نصاریٰ کو اس نے  
اپنے پُرزو حملوں سے جو اون کے طمع کا ذائقہ چکھایا ہے وہ اس قابل ہے کہ  
صفحہ تاریخ پر سونے کے حرفوں سے لکھا جائے۔

اسکی جفاکشی کی اس سے اور زیادہ کیا قوی دلیل ہو سکتی ہے کہ وقت  
محاصرہ سعد۔ گو طبیعت مرکز اعتدال سے گرمی ہوئی تھی لیکن پہر بھی اوس  
شب کو کہ جسکے صبح کو مقابلہ تھا نہ سویا۔ تمام رات وعظ و پند کرتا رہا۔ علاوہ  
اس کے اپنی فوج کو مرتب کر کے پانچ مخنقین بنائیں۔

تکالیف بدنی دنیاوی کو بالکل بیچ بھجھتا تھا ذرہ برابر بھی ان تکالیف کی  
دقت اوس کے نزدیک نہ تھی۔ ملک لاسعیل کے انتقال نے بھی گو وہ عزیز  
ترین اولاد سے تھا اوسکی مستقل فراجی ثابت قدمی کو نقصان نہ پہونچایا ہاں  
تقی الدین کی وفات نے چونکہ نا وقت اور غیر متوقع تھی اوسکے بشاش مطمئن  
قلب کو سیدر ریخ پہونچایا تھا۔

اس نے کبھی تنہا خوری نہیں پسند کی۔ ہمیشہ ایک سترخان پر عام طور  
سے شخص کے ساتھ کہاں کہاں تھا۔ حد سے زیادہ منکسر المزاج و حلیم تھا۔ کبھی  
اسکو اپنے ملازمین و عیال پر غصہ نہ آتا تھا۔ ہر کس ناکس سے خلق و انسانیت سے  
پیش آتا تھا۔ جیسا کہ یہ جلالت شان میں نے مثل تھا و لیساہی الج و لون  
صفوتون حلم و الکسار میں بھی ضرب المثل تھا۔ اوس کے حلم و الکسار کی یہ ایک بہت  
بڑی شہادت ہے کہ ایک مرتبہ کسی مجاہد نے ایک عرضی پیش کی اور سطح سے

اس کی صاحب نے اس موقع پر یہ نظر تکلیف کچھ گداز کر دیا تھا سلطان نے جوش میں آکر فرمایا کہ  
اذا کبت یزول علی المہاتخی انزل۔ یعنی جب میں بقصد جہاد سوار ہوتا ہوں تو اسکی  
تکلیف زایل ہو جاتی ہے نا آ کر لڑائی سے واپس نہ آؤں۔

رو برو کیا کہ یہہ اوسکو خود پڑھ رہا تھا۔ آخر الام قلمدان کی عدم موجودگی دستخط کرنے سے مانع ہوئی۔ مجاہد نے گزارش کیا کہ نفل اللہ آپ تردد کیون  
ہیں؟ قلمدان وہ رکھ لیا ہے۔ سلطان نے بائیں ہاتھ کو ٹیک دیکر داپنے ہاتھ  
سے قلمدان کھینچ لیا۔ عبداللہ بن یوسف مورخ کتاب نوادہ سلطانہ کے اس  
کلام پر کہ ”انک لعلة الخلق العظیم“ میں آپ شریک ہوئے سلطان نے اٹھٹھا  
کہ ”ما ضرنا شیا فضاہا حجة وحصل الثواب“

یہہ ایک دوسری شہادت اوسکے حلم وانکسار کی پہلے سے زیادہ قوی  
و مضبوط ہے کہ ایک جلسہ میں سلطان نے پانچ بار خادم سے پانی طلب کیا  
لیکن خادم نے یا تو سمجھا ہی نہیں۔ یا وہ دوسرے طرف متوجہ تھا۔ چپٹے بار  
بجائے اسکے کہ اوسکو کچھ کہتا۔ حاضرین دربار سے فرمایا کہ ”والہ مجھ کو بیاس  
مارڈالا“ اسی محل اس نے اپنے آسائش و آرام کے لئے کبھی اپنے خادموں کو  
کسی قسم کی مضرت یا تکلیف نہیں پہونچائی۔

ہمیشہ اپنے مخاطب سے عام ازمین کہ ہمپا یہ ہو یا محکوم ہو اوسی حالت  
سے ہمکلام ہوتا تھا جس ہیئت کو وہ خود مخاطب پسند کرتا تھا۔ کبھی کوئی لفظ  
متکبرانہ اسکی زبان پر جو کہ اکثر ذکر و شکر سے تر رہتی ہی نہیں آیا۔

اسکی بلند پیشانی پر جسطرح تبسم کے آثار پیدا رہتے تھے اوسیطرح خیال  
نمایان رہتی تھی۔ جو شخص باریاب ہوتا اوس سے کمال خندہ پیشانی۔  
ہمشاست سے پیش آتا تھا اور بغیر کہا نا کہلائے جانے نہ دیتا تھا۔ ڈھونڈ  
سے بھی کوئی کہیں ایسی نظیر نہ ملیگی کہ وہ خندہ رو کبھی ہلکھلا کے ہنسا ہو۔  
مخاطب سے اوسوقت تک کہ وہ خود سلسلہ کلام منقطع نہ کرتا بے توجہی نام کو  
بھی ظاہر نہیں کرتا تھا۔



اس کے فیض عام سے ہر ملت و مذہب والے بہرہ یاب ہوتے تھے۔  
 بلا امتیاز ہر طالب و سائل کو جو وہ طلب کرتا تھا دینے میں اس کو دریغ نہ ہوتا  
 چنانچہ بعد صلح ماہ شوال ۱۲۵۵ھ وقت مراجعت بیت المقدس سے اٹھا ہوا  
 مین پرنس صاحب النظاکہ نے شرف ہاریابی حاصل کر کے اون بلاد کو جن کو  
 کہ اس دریا دل سلطان نے اسی مبارک و مقدس سنہ مین فتح کیا تھا  
 طلب کیا اس دلیر دریائوال نے کمال بشاشت اور طیب خاطر سے عطا فرمایا  
 خلاصہ یہ ہے کہ اسکے ممنون احسان صرف ہمارے بہائی مسلمان ہی اور  
 دوست ہی نہ تھے بلکہ اوسکے خوان لغت کے ذلہ رُبابی اور مذہب والے ہی  
 کرتے تھے۔

اہل علم کی حد سے زیادہ قدر کرتا تھا۔ خود بھی ذی علم۔ علم دوست۔  
 قدر دان علم تھا۔ اہل علم کو اوسکے دربار میں حاضر ہونے کی عام اجازت تھی۔  
 اکثر اہل علم فوجی خدمتوں پر بھی مامور تھے۔ فوجی سپاہی جیسا کہ اپنے فرائض  
 منصبی کے ادا کرنے میں جہت کرتے تھے ویسا ہی صوم و صلوة و ارکان اسلام  
 کے پابند تھے۔

خدا ترسی۔ رفیق القلبی مین بھی ضرب المثل ہو رہا تھا۔ چنانچہ ایک مقام پر  
 اثناء لڑائی مین ایک عیسائی مذہب کی ضعیفہ عورت اُفتان و خیزان نئے سر  
 ایک سوار کے ساتھ آئی۔ ترجمان کے توسط سے ماجرائے حال دریافت کیا گیا۔  
 ضعیفہ نے گزارش کیا کہ مکمل کے شب خون مین میری لڑکی کو مسلمان لوٹ لائے  
 مین۔ مین تمام رات اپنی لڑکی کے فراق مین ہنہین سوئی میرے پادشاہ نے  
 سلطان کی رحمہ کی۔ خدا ترسی کی بہت بڑی تعریف کی ہے اسوجہ سے مین  
 حیران و پریشان آئی ہوں جس طرح ہوسکے میری لڑکی چھ کوٹے۔ ورنہ مین سلطان کا

دہن نہ چپور دنگی اور کل خدا کے روبرو اس قصہ کو پیش کرونگی سلطان کا  
یہ سننا تھا کہ اوسکے بشاش چہرہ پر خوف کے آثار نمایاں ہو گئے اوس کا  
سرخ رنگ۔ زردی کی طرف مائل ہو گیا۔ بید کی طرح اوس کا جفاکش مخنثی بدن  
تہر تہرا اوٹھا۔ تمام لشکریں تلاش کر کے اوسکی قیمت خود اپنے جیب خاص سے  
دیکر اوس ضعیفہ کو وہ لڑکی دیدی ضعیفہ دعائیں دیتی ہوئی نصاریٰ کے کیمپ  
کی طرف چلی گئی۔ دیکھئے رحمہ لی۔ خدا ترسی اسکا نام ہے۔ والفضل علیہما شاہد ت  
۸۵۴ھ ۷۶۱ھ

اپنے ساتھیوں اور ملازموں سے گو وہ کیسا ہی ناگوار کام کرتے تھے کبھی قصہ سے  
پیش نہ آتا تھا بلکہ حلم و تحمل سے کام لیتا تھا۔ ہمارے اس دعویٰ کی یہ بہت بڑی  
نظیر ہے کہ الیکریتمہ خزانچہ نے دراہم سرخ مصری کے دو ٹوڑے کو بیسوں سے بدل دیئے  
جب اسکی اطلاع ہوئی تو صرف سترائے مغزولی دی اور کسی قسم کی تعزیر نہ دی۔  
وہ اونکو گونے ہی جو کہ اوس سے لڑتے تھے اور اپنی بد نصیبی سے قید ہو کر  
آنے مروت۔ انسانیت و اخلاق سے پیش آتا تھا کبھی اوس نے مجبوس مختار کا  
امتیاز نہیں کیا۔ اوسکی بامروت آنکھوں میں ہر کہہ و مہ کی کیساں عزت تھی۔  
مقام ساحل ۳۵۳ھ میں جبکہ پرنس ارنالڈ (آرنلڈ) والی کرک اور شاہ  
فرانس قید ہو کر آئے۔ شاہ فرانس نے پانی کی خواہش ظاہر کی تو اسوقت  
اس خلق مجسم نامی سلطان نے بجائے پانی کے شربت پلایا حکم دیا اور فرمایا  
کہ ”جو نہکے ہلوگ اہل مروت و نسل عرب سے ہیں جو شخص ہمارے یہاں کا کہانا  
کہا تا یا پانی پیتا ہے اوسکو ہلوگ ایذا نہیں دیتے اسوجہ سے شکوہ نہتا رہے  
ساتھیوں کے جو کہ چار ہزار سے متجاوز ہیں زاد راہ دیکر آزاد کرتے ہیں۔“ سبحان اللہ کیا عروت  
تھی کیسا خلق تھا کتنی بڑی انسانیت کا یہ کام ہے کہ دشمن قید ہو کر آئے اور

اوسکو بے دست پائی کے حالت میں صاحب قابو بنا کر اوس کے گہر کو روانہ کر دے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ بڑے لوگوں کا کام ہے۔ متوسطین کا یہ ہرگز ہر تاؤ نہیں ہے۔

علم انساب میں اپنا آپ ہی نظیر تھا۔ عالم کے عجائبات اور درت سے بھی کما حقہ واقفیت رکھتا تھا ایسا کہہی کوئی موقعہ نہیں پیش آیا کہ انساب عرب اور عجائبات روزگار کا ذکر آیا ہو اور دوسروں کو موقع اظہار علم کا ملا ہو۔ ساتھ ہی اسکے انساب خیل سے بھی خوب چہی طر سے آگاہی رکھتا تھا۔

ہر کہہ و مہ کی مزاج پر سی اور عیادت کرتا تھا۔ رضیون کے کہانے پسے علاج کا بطور خاص انتظام کرتا تھا جب کسی مہم پر سن کو پہنچتا کمال تو قیرو عظیم کرتا تھا۔ سلام میں ہمیشہ سبقت کرتا مصافحہ سے جیتک کہ دوسرا ماتہ نہ کہنچتا اپنے ماتہ کو علیحدہ نہ کرتا تھا۔

اوس کے مبارک کالون میں کہی کسی آواز نا جائز کی صدا نا زبست نہ گئی اور نہ اوس کے پاکیزہ زبان سے کوئی کلمہ خلاف شرع یا تہذیب کہی اور نہ اوس کے مجلس میں وہ چیزیں جسکو کہ سلاطین عشرت پسند جائز رکھتے ہیں لائی گئیں۔ جب وہ کلام کرتا تھا پرمعنی فصیح عبارات سے سامع کو خوش کرتا تھا۔ سننے والے کا جی اکتانہ تھا جب کہی اوس کے کالون میں آواز آتی تھی وہ حدیث اور قرآن ہی کی صدا ہوتی تھی۔

المختصر ہمارا الملک لناصر سلطان صلاح الدین یوسف محمد بن ظاہری و باطنی سے موصوف۔ پابن شریعت عزرا۔ حاجی دین مستین۔ سچا پکا مسلمان۔ جفاکش محمدی۔ اور عشرت پسندی خود بینی سے بالکل

مُبرا تھا۔

میں نے یہ محاسن اخلاق و کرام عادات نہ کسی قصہ خوان -  
دہستان گو سے سنا ہے اور نہ کسی ناولسٹ سے اخذ کیا ہے اور نہ میں نے  
خلاف روایتوں سے کام لیا ہے اور نہ میں نے اپنے قوم پر دہبہ لگانیکے لئے  
محض بہ نظر دلچسپی بے بنیاد قصہ اختراع کر کے شہرت کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور  
نہ میں نے خوش کرنے والے جھوٹے قصوں کو سچی باتوں میں ملا یا ہے بلکہ  
میں نے بلا افراط و تفریط وہ حالات قلمبند کئے ہیں جنکو کہ خود مؤلف  
کتاب نوادر سلطانیہ فی محاسن یوسفیہ نے حضور و سفر میں ساتھ رہ کر  
یا اور موصوفین نے اپنے صداقت آگین کتابوں میں بیان و تحریر کیا ہے  
واللہ اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب۔

## تغیرات احوال

مصر بہت ہی قدیم شہر جانب غربی نیل کے واقع ہے۔ اسی کو عین  
شمس کہتے تھے مشہور یون ہے کہ عین شمس فرعون کا شہر تھا۔ مصر کو  
جس وقت اسلامی بہادر یوں نے فتح کیا بجائے اوسکے فسطاط نامی دوسرا  
شہر جانب شرق آباد کیا۔ فسطاط اور عین شمس کے مابین تین فرسخ کا  
فاصلہ ہے۔ قاہرہ فسطاط کے پہلو میں واقع ہے۔ پہلے کسی زمانہ میں  
مابین قاہرہ و مصر خالی میدان پڑا تھا لیکن اب تو قاہرہ سے مصر تک  
برابر عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ اسکو قاہرۃ المعزیہ بھی کہتے ہیں۔ اسوجہ  
کہ ایام خلافت المعز بن بادشاہ بنی ہاشم علیہ السلام جو ہر نے ۳۵۸ھ ہجری  
میں آباد کیا تھا۔ اسی کے عہد خلافت سے لوگ فسطاط بھول گئے اور

قاہرہ بوجہ تطاول کہنے لگے۔

وزارت

رمضان ۱۲۵۵ھ ہجری میں ضرغام نے جو کہ ایک مدبر ہوشیار پولیٹیکل و ماخ رکھتا تھا اور ہمیشہ وزارت کے اول داعیوں میں اپنے کو شمار کرتا تھا ایک جماعت کثیرہ لیکر شاہ و وزیر مصر پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں شاہ و رے بوجہ غفلت شکست اٹھائی۔ گو اوس نے ظاہر ایزدلی سے کام نہیں لیا لیکن انجام غفلت یہ ہوا کہ شاہ و وزیر کو بہت بڑی ناکامیابی ہوئی۔

پالیسی

مصر یوں نے چونکہ ہمیشہ سے انلوگون کی یہی پالیسی تھی کہ صاحب منصب جس وقت اپنے کسی مد مقابل سے مغلوب ہو جاتا تھا یہہ لوگ بھی شخص غالب کے طرفدار ہو کر صاحب منصب کو مصر سے نکال دیتے تھے اپنے اس وزیر کو بھی بے خانمان کر کے مصر سے نکال دیا شاہ و خلیفہ عاصد لدین اللہ العلوی کی طرف جو کہ اوس زمانہ میں برائے نام خلیفہ تھا نہ گیا۔ بلکہ ماہ رجب الاول ۱۲۵۹ھ

۱۲۵۹ھ ابوالاشبال ضرغام بن عامر بن سواط قبیلہ فارس المسلمین الحنی مندری پہلے دربانوں کا جمعدار تھا بعد چند خلیفہ کے باڈی گارڈ کا افسر ہو گیا تھا۔

۱۲۵۹ھ ابوشجاع شاہ و بن مجیر بن نزار بن عشار بن شاس بن حیث بن صیب بن حرث بن رجبہ بن خلیل بن ابی ذؤب عبد اللہ والد حمیمہ رضعہ جناب سالتاب صلعم کی اولاد سے تھا اسکو صالح نے اپنے اخیر زمانہ میں بند صعد کا والی کر دیا تھا صالح کے بی اسکے رے عادل نے اپنے باپ کے وصیت پر خیال نہ کر کے بغرض مغروریت شاہ و ایک جماعت روانہ کیا شاہ و نے اوس جماعت کا صرف مقابلہ ہی نہیں کیا بلکہ ایک گروہ کثیر لے ہوئے مصر میں آیا اور عادل کو گرفتار کر کے قتل کیا اور کل مال و اسباب اسکا لوٹ لیا۔ ماہ صفر ۱۲۵۹ھ میں منصب خلعت وزارت سے مشرف ہو کر امیر الجیوش سے اپنے کو لقب کیا۔

۱۲۵۹ھ خلیفہ عاصد لدین اللہ ابی محمد عبد اللہ بن یوسف بن حافظ ۱۲۵۵ھ ہجری میں سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ سب سے پہلے صالح بن ذریک نے اسکے ہاتھ پر بیعت کی۔ حالانکہ اسکا باپ خلیفہ نہ تھا۔ اور اپنے لڑکے کے ساتھ تلخ کر دیا۔ اوس وقت یہہ خاتم خلفاء علویین ترقی میں بلوغ کو پہنچ چکا تھا اسی کے اخیر زمانہ میں سب سے پہلے خلیفہ متعفی بامر اللہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ ۱۲۔ محرم ۱۲۵۹ھ ہجری میں انتقال ہوا۔

میں دمشق پہونچ کر ملک العادل نور الدین زنگی سے بہت رویا گایا۔ اس نے کمال رحمدلی اور محبت سے اپنے نامی سپہ سالار اسد الدین شیر کوہ کو اس کام کے سر کرنے کے لئے متعین کیا۔

روانگی

چونکہ اسد الدین شیر کوہ کو کبر سنی نے ایسا پہر تیل لڑانے والا کمانڈر نہ رکھا تھا جیسا کہ وہ عالم جوانی میں تھا۔ بایں نظر ملک العادل نور الدین زنگی نے اس کے ساتھ اس کے ہونہار ہیبتیجے سلطان صلاح الدین ایوب کو روانہ کرنا مناسب سمجھا۔ گو اس محبت سے ہمارا ہونہار ہیر و ہر گر خوش تھا لیکن ایک تو چچا کا کہنا دوسرے باپ کے تحسن کا فرمانا ایسا ہونہار صاحب عقل کیسے قبول نہ کرتا بجبر و اکراہ روانگی پر آمادہ ہوا۔ اس کے فطانت و ذکاوت فطری نے اسد رجبہ محبوب کر رکھا تھا کہ اسد الدین شیر کوہ سے تجربہ کار نے اس کو اپنے لشکر کا کمانڈنگ افسر مقرر کر دیا۔ دو لون نامی سپہ سالار منزل بہ منزل کوچ کرتے ہوئے ۲۔ جمادی الثانی ۵۹۰ھ ہجری کو مصر میں پہونچے۔

کامیابی

سب سے پہلے ناصر الدین برادر ضرغام مصریوں کے لشکر کو ہار لیکر مقابلہ پر آیا دہری چار ماہ تہہ لڑ کر تاب مقابلہ نہ لاسکا خائب و خاسر بہاگا ۳۔ جمادی الثانی کو ضرغام قاہرہ سے بہ جماعت کثیرہ شکر مقابل ہوا۔

۱۵۔ ملک العادل نور الدین زنگی ماہ ربیع الثانی ۵۹۰ھ ہجری میں بعد شہادت اپنے بزرگ باپا تانک زنگی کے تخت حکومت پر بیٹھا۔ جو وقت اسے دمشق کا قصد کیا پھر الدین ایوب اس کے مقصد کی انجام تک پہونچا۔ بہت بڑی سعی کی۔ یہ ہمیشہ اپنے شہید باپ کی طرح پھر الدین ایوب اور اسد الدین شیر کوہ کو اعزاز کے آگہوئے دیکھتا تھا اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے کہ اسد الدین شیر کوہ کو اپنا ہر کام میں متحد علیہ اور اپنے کل فوج کا سپہ سالار یا کمانڈر انچیف کر دیا تھا۔ ۱۶۔ شوال ۵۹۰ھ ہجری یوم چار شنبہ کو قلعہ دمشق میں انتقال ہوا۔ اسے بھی دنیا و اسلام میں بہت بڑی بڑی کامیابی حاصل کیں تھیں۔

اس نے ماہنامہ پائلٹ بہت مارے لیکن اس کے تقدیر نے ساتھ نہ دیا۔ تدبیر و انتظام کے اوراق اولٹ پلٹ گئے۔ قریب مشہد سیدہ نفیسہ قتل کیا اور قراذین مدفون ہوا۔ سٹا اور بہت بڑی کامیابی سے پہلی حبس ۵۵۹ء سے دوبارہ خلعت وزارت سے مشرف ہوا۔

مرحمت

اسد الدین شیر کوہ موہ اپنے ہونے والے ہیر و سلطان صلاح الدین ساتویں ذیحجہ ۵۵۹ء ہجری کو مصر سے روانہ ہوا۔ اس پہلی کامیابی نے سلطان کو ہر کہہ و مہ کے آنکھوں میں ہمدردی عجز کر دیا تھا کہ کل کام دیکھ لوں تجربہ کار اسی کے صلاح و مشورہ سے کرتے تھے۔ اکثر قوانین ملکہ داری کی ترمیمات اسی کے نازک و دور بین خیالات کے موافق ہوا کرتی تھیں۔

شاہد کی غفلت

زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ سقا و رکے کا لون تک سچ یا جھوٹ جون ہی یہ خبر پہنچی کہ ”اسد الدین شیر کوہ مصر کو بہت عزیز رکھتا ہے“ گہر گیا ہے کہ یہی تو پہلی غفلت کا نتیجہ چوکنہ کر دیتا تھا اور کہیں کن اہل دلیروں کی اڑائیاں اوسکو مہیب خوفناک صورتیں دکھایا کرتی تھیں اور گاہے گاہے اوسکو اوس بد عہد کی کاہی خیال آجاتا تھا جسکا وہ کسی

سیدہ نفیسہ ابوالحسن بن زید بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شہر اسحاق بن جعفر صادق علیہ السلام ساتھ مصر میں آئیں یہ بہت بیک مزاج اور ذلیل تہین شہر ہوئے کہ امام شافعی نے انکو یہی حدیث سنائی تھیں۔ اہل اہل بہت بڑی عزت کرتے تھے۔ ۵۶۳ء مبارک رمضان میں انتقال کیا اور بایں مصر و قاہرہ مدفون ہوئیں۔  
۵۶۳ء سورخ ابن اثیر اور صاحب جہاد تحریر کرتے ہیں کہ شاہد نے نور الدین زنگی سے اقرار کیا تھا کہ کبیر کا کامیابی علاوہ مصارف فوج کشی سید الدین شیر کوہ کو حق اسی میں تھوٹ ملک مصر انکے مال مصر دو گنا، لیکن بعد کامیابی ایفاء وعدہ کا کیا ذکر۔ اسد الدین شیر کوہ کو جس وقت کہ اس نامی صف کن نے بعد غدار ی شاہد و شہر غلبہ کے لیا تھا اس شخص کش نے شاہد سے فرانس سے ملکر تین ہمدیدہ کامل محاصرہ میں رکھا تھا۔ عجب نہ تھا کہ اس محاصرہ میں آکھو کامیابی ہو جاتی لیکن چونکہ نور الدین زنگی نے قلعہ صادم کو فتح کر کے آگے بڑھ رہا تھا اسوجہ سے فرانسیسی مجبوری و خیال حفاظت بلاد اسد الدین شیر کوہ سے مصاحبت کر کے واپس گئے۔ شاہد بھی چونکہ اوس میں کوئی قوت ذاتی تو ہوتی نہیں اپنا سامنہ لیکر خاموش ہر گیا۔ اور ان دونوں نامی دلیروں نے دمشق کی طرف بلا مزاحمت مراجعت فرمائی۔

زمانہ میں مرکب ہو چکا تھا۔ غرض کہ اُسکو انہیں پیچیدگیوں نے اس امر پر آمادہ کر دیا کہ بے سوچے سمجھے نصرانیوں کو اپنا یار و یاور بنالے۔ لیکن اس نصیب کو یہ خیال ہی نہوا کہ عجلت کا یہی نتیجہ اکثر وہی ہوتا ہے جو کہ غفلت کا ہوا کرتا ہے۔ یہ خبر رفتہ رفتہ دمشق تک پہنچی تھی کہ دورانیش ملک العادل نور الدین لنگی فوراً دوبارہ اسد الدین شیرکوہ کو ایک ہزار سوار جرار کے ساتھ مدد کے لئے ہونہار پہنچے سلطان صلاح کے مصر کی طرف روانہ کیا۔ اور خود اس خیال سے کہ قوت و توجہ نصاریٰ کی منقسم ہو جائے قلعہ منظیرہ کی طرف قتل و غارت کرتا ہوا بڑھا۔

شیرکوہ کی  
رواگی

اتفاقات سے اسد الدین شیرکوہ اور نصاریٰ تھوڑے ہی دنوں کے پیچھے مصر میں پہنچے۔ گو نصاریٰ کی قوت اسوجہ سے کہ شاو و مہ مصر یوں کے اونس کا ساتھ دے رہا تھا دو چند تھی لیکن بایں ہمہ اس لڑائی میں جو کہ مقام ابوالآن یا بابین میں ہوئی تھی نصرانیوں اور مصریوں کو نہر میت ہوئی مگر شیرکوہ کیوجہ سے مصر کی طرف ہتھوڑہ نہوا۔ بلاد حیرہ کی طرف بڑھا اسکندریہ کے بلند و شاندار میناروں پر اپنی کامیابی کا پہرہ پہنچا اور اتنا ہوا اپنے ہونہار پہنچے کہ یہیں چوڑ کر جاب صعید روانہ ہوا۔

لڑائی

۱۵ قلعہ منظیرہ سے زمین شام میں قریب طرابلس کے واقع ہے۔  
۱۶ ابوان بلاد مصر میں تین مقاموں کا نام ہے ایک ابوان عطیہ ہے جو کہ اشمون میں جان غولی نیل ہے اور دوسرا ابوان کوزہ۔ ہنسنا و بندر صعید کے قریب ہے تیسرا ابوان میاط کے قریب ہے۔ یہ مقابلہ ابوان عطیہ میں ہوا تھا۔  
۱۷ اسکندریہ ایک مشہور شہر اصل بحر روم پر واقع ہے اسکو دریا چارون طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اسکی بنائے نسبت اسکندر کے طرف کرتے ہیں۔ یہ بہت آباد اور بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔  
۱۸ صعید اعمال مصر سے بہت مشہور شہر اور بندر گاہ ہے۔



محاصرہ  
وصلح  
وجہت

ماہ رمضان تو بخیریت گزرا۔ بعد رمضان پہ نصاریٰ اور مصریوں نے  
ملک یروش کی اور اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ شیرکوہ کو جسوقت کہ اس اقامہ سے  
آگاہی ہوئی فوراً صعید سے اسکندریہ کے طرف روانہ ہوا نصرائیون نے  
اسوجہ سے کہ ملک العادل نور الدین زنگی کے قوی حملوں نے قلعہ  
منطیرہ کو فتح کر لیا تھا۔ شیرکوہ کے پہنچتے ہی صلح کے پیغام بھیجے۔ آخر الامر اس  
شرط پر صلح ہوئی کہ علاوہ اسکے جو مال و سبب لڑائیوں میں اسکے ہاتھ آیا  
پچاس ہزار دینار بعوض اسکندریہ کے مصری دیا کرینگے اسکو اسکندریہ یا اس کے  
کسی قریہ پر کسی قسم کا اختیار نہ ہوگا۔ اور نہ یہہ اونکو ویران کر سکے گا کہ اور نہ اونکو  
اپنے مقبوضات میں داخل کرینگا چنانچہ بعد صلح اسکندریہ کو سپرد کر کے ہاتھ بڑھ  
۶۷۵ھ کو دمشق میں دونوں چچا بیٹے پہنچ گئے۔

شاوکی  
نا انجامی

بہی مراجعت اسد الدین شیرکوہ نا عاقبت اندیش شاو رنے  
نصاری سے بخیاں شیرکوہ یہہ معاہدہ کر لیا کہ ”قاہرہ میں نصرائیون کا ایک شخہ  
اور شہر پناہ پسواران نصاری کا پہرہ رہے“ چنانچہ نصرائیون نے مصر میں  
چند منتخب لوگوں کو چھوڑ کر ساحل شامی سے اپنے بلاد کا راستہ لیا۔

زنگی کی  
کامیابی کا  
بیان

اب ہم ایک سرسری نظر سے اوس سین کو دیکھا اور دکھلایا جاتے ہیں  
جہانکہ ہمارا نامی ملک العادل نور الدین زنگی نصرائیون سے دست بستہ  
لڑ رہا ہے اور اپنے تیز اور پُر زور حملوں سے اونکو تنگ کر رہا ہے۔ ایک  
طرف تو اسلامی لشکر کا دل پیہم کامیابیوں سے ہاتھوں بڑھتا جاتا ہے اور  
دوسرے طرف سچا رے ناکا سیاب سچی صلیبیں لے ہوئے باوجود ناکامیابی  
دُعائیں مانگ رہے ہیں شکست پر شکست نہر میت پر نہر میت پاتے جاتے ہیں  
آی اثنا میں چودہویں رجب ۶۷۵ھ کو قلعہ منطیرہ پر سلامتی پہرہ اور ناظر آیا۔

اسلامی لشکر تکبیرین کہتے ہوئے قلعہ میں داخل ہوئے مسیحیوں نے امانین طلب کیں۔ فوراً بے تاثر ذمیوں میں داخل کر لئے گئے۔

شیر دل رنگی اسی جوش و مردانگی سے اون قلعوں کو بھی جو کہ اسکے گرد لواح میں تھے اپنے مقبوضات میں داخل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ ان فتوحات کے سلسلہ کو زین الدین کی غیر متوقع وفات نے آگے بڑھنے نہ دیا اور یہ ایک غیبی موقع نصرا نیوں کو جان بچانے کا بہت اچھا ہاتھ لگ گیا۔ ان نصرا نیوں نے جو کہ مصر میں بطور محافظ کے رہ گئے تھے بادشاہ

سازش

شام کو جو کہ مذہب عیسوی رکھتا تھا مصر و مضافات مصر کے قبضہ کر لینے پر آمادہ کر لینا چاہا گو پہلے اس نے انجام دہنی کو پیش نظر رکھ کر انکی امیدوں کا جواب اس مختصر عبارت سے دیا کہ "اگر مصر کا قصد ہم کر سکتے تو ضرور عوام اور بعض خواص مصر ہمارے اس قصد کو پورا نہونے دینگے اور بصورت کامیابی قبضہ نور الدین رنگی اور اس کے مشیر باندیر اسمد الدین شیر کوہ سے جان نہ بچگی اور بجائے اس کے کہ ہم ممالک اسلامیہ پر قبضہ کریں ہمارے ممالک مقبوضہ ہمارے ہاتھوں سے

جاتے رہیں گے" لیکن ان نصرا نیوں کے اصرار نے جنہوں نے مصر کو اپنا آبائی ملک سمجھ رکھا تھا اسکو مجبوراً مصر کے قبضہ کرنے پر آمادہ ہی کر دیا۔ چنانچہ شامیوں نے پہلی صفر ۵۵۵ھ میں شہر بلدیس کو فتح کر کے دسویں صفر سنہ مذکور کو مصر کا بھی محاصرہ کر لیا اسوجہ سے کہ درپردہ بعض رؤسا مصر میں خیاط اور

نصارا  
شام  
مصر  
روانہ  
ہوئے

ابن فرحلہ وغیرہ نے بوجہ عداوت شاوراعانت و مدد کا اقرار کر لیا تھا۔ اس موقع پر شاور نے یہ بہت بڑی چالاکی کی کہ قبل اسکے کہ نصرا شام مصر کا محاصرہ کریں شہر جلا دیا اور اس کے پہننے والے تجارت پیشہ ور رؤسا کو

روانگی قاف

قاہرہ میں بلالیا مصر براہ پینتالیس روز تک جلتا رہا۔  
 خلیفہ عاصم الدین السد نے نور الدین زنگی کی طرف ایک  
 قاصد معہ اپنے دستخطی خط کے روانہ کیا۔ اتفاق وقت سے جسروز اس  
 خاتم خلفاء علویین کا قاصد یہ خط لئے ہوئے دربار زنگی میں فایز ہوا  
 اوسی روز اوسکا شیر دل شیر کوہ نامی سپہ سالار داخل دمشق ہوا۔

روانگی ہضم

ملک العادل نے شیر کوہ کی اس غیر متوقع آمد کو حسن تفاؤل پر  
 حمل کر کے سامان واسباب جنگ کے علاوہ دولاکھ دینار دیکر  
 بسرگر وہی ساہتہ ہزار سواران جزائر مصر کی طرف روانہ کیا اور خود  
 باب دمشق تک رخصت کرنے کو آیا اور ہسوار کو جو کہ اس نامی شیر دل کے  
 کمان میں تھے بیس بیس دینار بطور انعام عطا فرمائے اور ایک جماعت کو  
 اُمراء نوریہ سے مثل عز الدین جردیک۔ غش الدین قلعہ شرف الدین  
 برغش۔ عین الدولہ باروقی۔ قطب الدین ینال بن حسان بنبی وغیرہ  
 ساتھ کر دیا ہمارا ہونہار سلطان اسی خیال میں کہ اس مرتبہ معیت سے  
 نجات ملی مصر بجا پڑا مصر کی مصیبتوں اور تابعداری کی تکلیفوں پر  
 جان بچی دل ہی دل میں شکریہ ادا کر رہا تھا کہ ملک العادل نور الدین زنگی  
 کی سنور آنکھیں اسکے چمکنے چہرہ پر جس سے کہ بشاشت و فکر کے آثار نمایاں تھے  
 بڑگیں اور اوسکو بھی ادھنیں دلیروں میں جو کہ ہم مصر کے لئے تیار ہو کر  
 جا رہے تھے نافرزد کر دیا۔ چارناچار اوسی حالت سے اپنے چچا کے ساتھ

۱۰ مضمون خط یہ تھا کہ چونکہ نصاریں نے اب اپنی قلعہ کا ہاتھ بڑھانا شروع کر دیا ہے  
 نظر بریں دولت علویہ کی حمایت ضروری ہے اگر اس گروہ کا قلعہ قمع کر دیا تو ملت بلاد مصر یہ جی  
 میں دیا جائیگا۔ اور شیر کوہ افسر اعلیٰ ملکی و جنگی حکمہ کا سفر کیا جائیگا۔

منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا مصر کی طرف روانہ ہوا اور ملک العادل زنگی اپنے دارالحکومتہ مین واپس آیا۔

ربیع الاول ۶۵۷ھ کا نصف اول گزر چکا تھا۔ نور ماہتاب جو کہ اپنی ٹہنڈ ہی روشنی سے عالم کو منور کر رہا تھا ترقی سے تنہا کی کی طرف مائل ہو رہا تھا کہ یہ ہم جیسا افسر علی اسد الدین شیر کوہ اور اسکا ہونہا بہتجا اصلاح الدین قریب مصر پہونچ گئی۔ ہمارے ناظرین کو اس سین کے ملاحظہ سے تعجب و حیرت نہوڑی بہت کچھ نہ کچھ ضرور جلدک دکھلا ہی دگی اور یقینی سکھ کا ساما ہو جائیگا کہ نصرانی اس ہم کے پہونچنے ہی سے چوڑ کر کیوں چلے گئے اسد الدین شیر کوہ کچھ شیر تو تھا نہین کہ انصاریوں کو دفعۃً پیار ڈالتا اور نہ برق خا کہ اونکی قوت و توانائی کے آنکھوں سے یکایک نور اوچک لیجا تا لیکن کیا ابلوگ اس سے ناواقف ہین کہ نصرانی اسکا ٹو ما پہلے ہی مان چکے ہین اس کے قوی حملوں نے مسیحیوں کے توانا بازو کو شل کر دیا ہے ؟ اسکے دلیری جو انگریزی نبرد آزما کی کا سکھ اونکے خائف اور طمع دلوں پر بیٹھا ہے ؟ اوس نے ایک مدت سے ان لوگوں کو تختہ مشق بنا رکھا ہے ؟ اسکے نام سے نصرانیوں کی روضین فنا ہوتی ہین ؟ اس نے بارہا مسیحیوں کے امید و آرزو کے سر پہنرو خوشنما باغات کو تاراج کیا ہے ؟ اسکو جیسا کہ مبدی فیاض نے دلیری۔ مردانگی۔ شجاعت کا بہت بڑا حصہ دیا تھا ویسا ہی اقبال و کامرانی میں بھی ہمیش بننا با تھا۔ چنانچہ ۴۔ ربیع الثانی سنہ مذکور کو شیر کوہ بلا جہد و جہد مظفر منصور قاہرہ مین داخل ہوا۔

خلافت علویہ کے اخیر نام لینے والے خلیفہ عاصد الدین اللہ نے کمال جوش و خوشی سے شیر کوہ کا استقبال کیا شاو ر باقتضائے جبلت

اسد الدین  
مصر پہونچا  
انصرانی  
مصر سے  
چلے گئے

خلیفہ عاصد  
شیر کوہ کا  
استقبال کیا

آتشِ حسد و رشک سے جلیگیا اور اوس کے آنکھوں پر نا انجم پھینی کے پر سے  
 پڑ گئے گو جلالتِ اسدیہ اور کثرتِ فوج نے اوس کے دنی اور سبست ارادوں  
 آگے نہ بڑھنے دیا۔ تاہم اوسکے خباثتِ نفس نے دعوت کے بہانہ سے محسنِ کشی  
 آمادہ کر دیا تھا لیکن کامل ابن شاور نے اپنے ناحق شناسِ باپ کی اپن ہی  
 نہ چلنے دی۔ اوسکے سارے ارمان جو کہ محسنِ کشی۔ ناحق کشی۔ حسد و رشک  
 مبنی تھے دل کے دل ہی میں رہ گئے۔

شاوہ  
 قتل کیا گیا  
 اور اوسکا  
 محل لوٹ  
 لیا گیا۔

ساتویں ربیع الثانی سنہ مذکور کو شاوہ راہِ دراہ میں گرفتار  
 کر لیا گیا اور سترہویں ماہ مذکور کو بشارہ خلیفہ عاصد لدین اللہ  
 قتل کیا گیا اور اوسکا سردار الخلافت پر لشکارہ لایا گیا شیر کوہ جسوقت  
 بعد قتل شاوہ قاہرہ میں داخل ہوا آدمیوں کی کثرت بازار یوں کے  
 انبوہ نے اوس کے اوس چہرہ پر جس سے اطمینان اور وقار کا چمکتا نور  
 ظاہر ہو رہا تھا فکر اور تردد کے آثار نمایان کر دیئے۔ چلے چلتے رکنے سے گھبرا  
 کہ یہہ شیر دل باطمینان تمام اپنے مطمئن قلب کو سنبھال کر کہہ اے وہاں کہ  
 امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین عاصد لدین اللہ العلوی نے شاوہ کے مکان  
 کوٹ لینے کا حکم عام دیا ہے، عوامِ اناس یہہ سننے ہی شاوہ کے مکان  
 کی طرف کوٹ پڑے۔ اور آن واحد میں اوس کے سچے ہوئے  
 محل کو کوٹ لیا۔

شیر کوہ  
 خطاب  
 دیا گیا

اس مجمع کے منتشر ہوتے ہی شیر کوہ قصرِ خلافت میں حاضر ہوا۔  
 خلیفہ نے کمالِ عزت افزائی سے معافہ کر کے اعزاز کی گرسی پر پہنچایا اور  
 خلعت و زارت سے مشرف فرما کے الملک المنصور امیرِ الجیوش کا  
 معزز خطاب مرحمت کیا۔ تھوڑی دیر تک آمر و مامور میں باہم باتیں ہوتی رہیں

پولیشکل معاملات چپٹے ہے۔ اثنا رسکالمہ میں طرفین نے جانبن کا پاس  
 دلچاظ رکھا۔ باتیں کچھ ایسی دلچسپ ہو رہی تھیں جس سے یہہ مضافات  
 ظاہر ہو رہا تھا کہ شیر کوہ خلیفہ کے دربار خاص سے دو چار دن پہلے  
 لیکن انتظام و کثرت کرنے دربار خلیفہ سے اوٹھا کر دارالوزارت میں  
 پہنچا دیا۔

جسوقت کہ مصر کے شاندار دارالوزارتہ میں شیر کوہ اپنے جری  
 و بہادر فوج کو انعام و اکرام سے خوش اور اس غیر متوقع کامیابی سے  
 جو کہ بلا جدوجہد اسکو حاصل ہوئی تھی اپنے دل کو محفوظ کر رہا تھا۔  
 خلیفہ عاصد کا آخری فرمان صادر ہوا۔

اس فرمان نے شیر کوہ کے دل کو مایہون بڑھا دیا جامہ میں پہولا  
 نہ سماتا تھا لیکن افسوس ہے کہ یہ سال جیسا کہ کامیابی اور خوشی سے  
 شروع ہوا تھا ویسا ہی پورا نہ ہونے پایا۔ چنانچہ ۲۲ جمادی الثانی ۵۶۲ھ  
 دولت نوریہ کے جری لشکر کا نامی جنرل خلیفہ عاصد علوی کے امید  
 و آرزو کا تو انا باز و اسد الدین شیر کوہ خلعت و رازت بکدوش  
 ہو کر انتقال کر گیا۔ اعیان دولت نوریہ کو حسب قدر اس غیر متوقع حادثہ سے  
 صدمہ ہوا ہوگا اور سکا اندازہ ہر فرد بشر کر سکتا ہے۔

اگرچہ امراء نوریہ سے عین لدولہ بارد قی۔ قطب الدین یقال۔  
 سیف الدین مشطوب۔ شہاب الدین محمود الحارمی وغیرہ نے وزارت  
 عاصد یہ اور افسر عساکر نوریہ کی درخواستیں کیں۔ لیکن چونکہ یہ  
 دولت ازل ہی سے ہمارے ہونہار ہیر و سلطان صلاح الدین یوسف  
 کے حصہ میں آچکی تھی اور آئندہ اس سے ہزار ہا ایسے بڑے بڑے کام ہونے لگے تھے

شیر کوہ کا  
 انتقال

سلطانی  
 وزارت

کہ جبکا تذکرہ صفحہ تاریخ میں تا قیام قیامت خوبی و نیک نامی سے باقی رہی ایسی گناہ  
اسوجہ سے خلیفہ عاصم الدین اللہ نے کسی کی درخواست پر توجہ نہ کی۔  
اور نو عمر ہونہار بانی دولت ایوبیہ سلطان صلاح یوسف کو بارگاہ خلافت  
میں طلب کر کے "الملک الناصر" کے خطاب سے مخاطب کر کے خلوت رازت  
سے محنت از فرمایا۔

فقیر عیسیٰ کی  
رفاقت

فقیر عیسیٰ ہر کاری نے اس موقع پر رفاقت اسدیہ کا حق  
اس طور سے ادا کیا کہ آخر انوریہ کو جبکہ وہ وزارت سلطان کبیدہ خاطر  
ہو کر محرف ہونے لگے پہرہ پہا سنجھا بوجھا کر جماعت اسدیہ سے علیحدہ  
نہ ہونے دیا۔ البتہ عین الدولہ باروقی پر فقیر عیسیٰ کی تقریر نے کچھ  
اثر نہ ڈالا۔ یہ اپنی ناکامیابی سے ایسا بدوشہ خاطر ہوا کہ قاہرہ میں  
دم بہر نہ ٹھہرا۔ فوراً جن حالت میں ہتھانزل بمنزل کوچ کرتا ہوا نور الدین کی  
کے خدمت میں پہونچ گیا۔

سلطان کی عمر

گو اس فخر خاندان دولت ایوبیہ کی عمر جسوقت کہ یہ عہدہ وزارت  
ممتاز ہوا ہتھانصر ۳۲ برس کی تھی۔ لیکن عقل۔ فراست۔ انتظام میں

سلطان کنیت ابو محمد اور نام عیسیٰ تھا محمد بن عیسیٰ بن محمد بن احمد بن یوسف بن قاسم بن عیسیٰ بن محمد  
ابن القاسم بن محمد بن حسن بن زید بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کا لڑکا تھا ہر کاری کی تہمت  
اور ضیاء الدین کے لقب سے مشہور تھا۔ یہ پہلے حلب کے مدرسہ زجاجیہ میں فقیر پڑھاتا تھا  
بعد چنڈے اسد الدین شیر کوہ نے اسکو امامت کے لئے مقرر کر لیا جب اسد الدین شیر کوہ  
مصر میں آیا تو اسکو عہدہ وزارت سے سرفراز کیا بعد وفات اسد الدین شیر کوہ  
سلطان صلاح الدین نے بھی اسکی بہت بڑی توقیر کی یہ ہمیشہ سلطان کے ساتھ رہتا تھا  
لڑائیوں میں بھی ہر بار شریک رہا ۸۵۰ھ ہجری مقام خروہ میں یوم شنبہ وقت  
طلوع آفتاب اسکا انتقال ہوا اور بیت المقدس کے باہر دفن کیا گیا۔

سن رسید و کچھ مہینے بڑھا ہوا تھا۔ اسکے فطانت ہی نے اسکو ہر کہہ دہ کے  
آنکھوں میں عزیز بنا رکھا تھا جیسا کہ خلیفہ عاقل الدین اللہ العلوٰی نے  
اسکو اعزاز کے آنکھوں سے دیکھ کر اپنی وزارت سے مشرف فرمایا تھا  
و یسا ہی الملک العادل نور الدین زنکی بھی کمال عزت و فرحت  
سے اسکو امیر سپہ سالار کے خطاب کے اپنے خطوط میں یاد کرتا تھا۔

## حوادث

الملک الناصر سلطان صلاح الدین یوسف کو سال بھی  
عہدہ وزارت عاقلیہ پر نہ گزرنے پایا تھا کہ بے درجے دو ایسے حادثے  
واقع ہوئے جنکے تصور سے ہر شخص بھی خیال کر سکتا ہے کہ اگر سلطان  
اول حادثہ میں ثابت قدم رہا تو دوسرے حادثہ میں بالکل ہی غیر ممکن  
کہ ممالک مصریہ پر اسکا قبضہ رہ جائے۔ لیکن دونوں حادثوں میں  
کچھ ایسی غیر متوقع غیبی کامیا بیاں اس با اقبال سونہار کو ہوئیں کہ  
جس سے اسکے قدم استقامت وزارت مصر پر چکے۔ اور اس کے وہ  
بد اندیش بد خواہ جو کہ خواہ مخواہ سد راہ ہو رہے تھے اور جن کے  
آنکھوں میں اسکی کامیا بیاں کا ٹھاسی کہٹکتی تھیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے  
خارجے خاصر ہو گئے۔

ماہ ذیقعد ۶۲۴ھ کا پہلا ہفتہ ختم ہو رہا تھا۔ کچھ ہلکی ہلکی چاندنی  
چھٹکی ہوئی تھی۔ ماہتاب اپنی دہمی دہمی روشنی سے عالم کو منور کر رہا تھا۔  
گورات کچھ ایسی زیادہ نہ گزری تھی لیکن روند پہرنے والے مٹا خلاتی  
کے حفاظت کرنے والے اپنے اپنے ناکون اسٹیشنوں سے نکل چکے تھے  
کہ ایک قاصد شتر سوار جب کافا ہری لباس تو پہنہ کہہ رہا تھا کہ میرے کوئی

پہلاٹا



کار و بار سی معمولی سا آدمی ہے لیکن اوس کا طرز نشست اور ساندنی کی رفتار اور اوسکی صورت و شکل اس امر کی زبان حال سے شبہات دے رہی تھی کہ یہ ہو نہ ہو کوئی سرکاری ملازم ہے میری بیضاء کی طرف ہو کر کمال تیزی سے مسافت طے کرتا ہوا گزرا۔ اتفاق وقت سے ایک ترکمان نے اوسکو اس رنگ و ڈھنگ کا دیکھ کر اوس سے تعرض کیا جو رکاوٹ کیسا ہی کچھ ہو ہوتا ہی کتنا ہے انا پشنا چچ اب دینے لگا۔ ترکمان نے اس قاصد کو گرفتار کر کے فوراً اپنی حراست میں لے لیا۔ اس طرف تو تھوڑی دیر کے بعد ترکمان کے شبہات نے قوت پکڑنی شروع کر دی رفتہ رفتہ وہ فطنی خیال یقین کی صورت متحمل ہونے لگا۔ اور اوس طرف قاصد کے چہرہ کا رنگ ساعتہ ساعتہ متغیر ہونے لگا ترکمان نے قاصد کی جیبیں ٹٹولیں۔ کپڑے جھاڑے عمامہ دیکھا۔ لیکن اوس کے دل کو صبر نہ آیا۔ تسکین نہ ہوئی۔ سکوت کے عالم میں کھڑا تھا کہ ناگاہ اوسکی فراست کی نظر قاصد کے اوس بچے جو تہ پر پڑی جسکے تلون میں اس نے موتمن الخلافۃ کے خط کو حفاظت رکھ کر سلا دیا تھا۔ قاصد کا رنگ فق ہو گیا۔ یہی وہی رونق جاتی رہی۔ شب بہر ترکمان نے اسکو اپنی ہی حراست میں رکھا صبح ہوتے ہی راولپنڈی میں قاصد کو موخط موتمن الخلافۃ پیش کیا خط کا دیکھنا تھا کہ اہل دربار کا کیا ذکر ہے خود ہمارا مستقل مزاج ہیر و گہر اگیا اوسکی بلند اور شاندار مانتاب سی چمکی پیشانی پر عرق تردد کے قطرات نمایاں ہونے لگے تھوڑی

سلا موتمن الخلافۃ خلیفہ عابد لدین اللہ العلوی کے قصر خلافت کا داروغہ تھا۔ اس نے سبازش و اتفاق رائے بعض اہل حراء مصر اپنے دستخطی خط کے ساتھ اس قاصد نصرانیوں کی طرف روانہ کیا تھا۔

دیر تک بہون پر سکوت کا عالم طاری رہا۔ آخر الامر خود ہمارے نامی سلطان ہونے والے فاتح بیت المقدس نے اس مہر سکوت کو توڑا اور واقعات کی تفتیش کی۔ حالات جانچے۔ قاصد اور کاتب کو تو اس وقت قید حیات سے آزاد کرادیا باقی رہا موتن الخلافہ وہ بخوف جان چذر و زار دار الخلافہ سے نہ نکلا۔ لیکن یہ کب ممکن تھا کہ وہیں ساری عمر بسر کرتا چارنا چار نکلتا ہی پڑا۔ قصر خلافت سے جو وہیں نکل کر قریہ خرقانیہ کی طرف روانہ ہوا کہ اون ترکمانوں نے جو کہ اسکی گرفتاری پر مامور تھے۔ فوراً گرفتار کر کے اوس وقت اسکا خاتمہ کر دیا۔

سلطان نے اس واقعہ کے بعد ہی قصر خلافت کے کل خادموں کو معزول کر دیا اور بجائے اونکے اپنے چٹے ہوئے جان نثاروں کو متعین کیا اور بقایم مقامی موتن الخلافہ۔ قصر خلافت کی تولید بہاء الدین قراقوش ہمدانی کے سپرد کیے گئے۔

دو چار روز پہی اس واقعہ کو نہ گزرنے پائے تھے کہ سودانی بوجہ حجامت و ہم قومیت موتن الخلافہ کے خون کا بدلہ لینے کو اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے خیالی ہوا کے جہو کہوں سے اس روشن شمع کو جس سے کہ دنیا اسلام روشن ہونیوالی تھی بجھانے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ

انتظام

سودانی کی بغاوت

سلطان ابوسعید قراقوش بن عبداللہ اسد بنی ملقب بہ بہاء الدین سلطان صلاح الدین یاسر کوہ کا خادم تھا نہایت نیک مزاج پاک طینت تھا اسکے اہتمام میں مصر کا شہر نہاہ اور قلعہ نہا یا گیا تھا سلطان کا یہ محمد علیہ تھا۔ چند حکومت عکا بھی اس کے سپرد رہی۔ آخری جنگ حکامین نصرانیوں نے اسکو گرفتار کر لیا تھا سلطان نے اسکو دس ہزار دینار فدیہ دیکر چھوڑا یا مہار غرہ رجب ۶۹۷ ہجری مقام قاہرہ میں انتقال ہوا۔

عساکر سلطانہ سے مابین قصر خلافت و دارالوزارت مقابلہ کر بیٹھے۔ طرفین سے  
صد ہا آدمی کام آئے۔ گویا ہر اسودانی مقابلہ سے مٹہ پیہر تے نظر نہیں  
آتے تھے لیکن چونکہ سلطانی دلیروں نے منصوبہ میں آگ لگا دی۔ سوجہ  
سودانی بحیال حفاظت مال و اہل و عیال اپنے مالوں مقام کی طرف متوجہ  
ہوئے۔ اور سلطانی فوج نے تلوار و نیزہ رکھ لیا۔ ہزاروں بچے سوائیوں کے  
یتیم اور لاکھوں عورتیں بیوہ صد ہا مکانات بے چراغ ہو گئے۔ سلطانی  
فوج کا جوش اوسوقت یہہ ظاہر کر رہا تھا کہ اگر تھوڑی دیر تک یوں ہی  
لڑائی اور رہی تو ان سودانیوں کا نام و نشان تک نہ رہا لگتا۔ سوائیوں نے  
جب اپنے گروہ کے تعداد کو لحظہ بے لحظہ گھٹتے دیکھا چارنا چار مرتا کیا نہ کرتا  
اماین طلب کین۔ الامان۔ الامان کے آوازوں نے بہادر سپاہیوں کے  
تیز تلواروں کو حملہ سے روک دیا۔ بازار کا زار جو کہ سودانیوں کی خونریزی  
گرم ہو رہا تھا فوراً سرد ہو گیا۔

شمس الدولہ

سلطانی فوج تو کامیابی کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئی اور  
سودانی چونکہ اس بغاوت کی وجہ سے شہر بدر کر دیئے گئے تھے بلاذحیرہ  
کی طرف چلے اسی اثناء میں سلطان کا بڑا بہائی شمس الدولہ اس  
واقعہ سے مطلع ہو کر تھوڑی سی فوج لیکر سودانیوں کے سر پر آپہنچا اور

۱۔ الملک المعظم شمس الدولہ توران شاہ بن نجم الدین ایوب بن ذی القلیب بن خوالد بن سلطان  
صلاح الدین کا بڑا بہائی تھا۔ اس کو الملک العادل نور الدین نے شام سے کاروبار وزارت  
میں سلطان کے مدد دینے کو بھیجا تھا چنانچہ ۳۰ ذیقعدہ کو داخل مصر ہوا اور یوم شنبہ  
۲۸ ذیقعدہ کو خود سودانیوں کے سرکرہ میں شریک ہوا۔ اسے عبدالبنی بن مہدی کی بغاوت کو  
میں میں فرو کیا تھا۔ سلطان اکی بہت بڑی عورت لےتا تھا حتیٰ کہ اپنے نفس پر کورج دیتا تھا  
پانچویں صفر ۵۷۶ھ مقام سکندریہ میں انتقال کیا۔

ہزاروں کا وارا نیار اگر دیا۔ جو معدودے چند بچ گئے تھے حیران پریشان  
بلا دیکھ میں پہونچ گئے۔

دوسرا حادثہ

اگرچہ اس سے پہلے کہ ہمارا ہونہار۔ با اقبال سلطان وزارت عاضدہ  
زمین پر قدم رکھتا عیسائیوں نے اپنے اون ہم مذہبوں سے جو کہ صقلیہ اور  
اندلس میں بہت تھے اوس وقت سے جبکہ مرحوم شیر کوہ وزارت مصر مشرف  
ہوا تھا بحیال حفاظت بیت المقدس مدد طلب کی تھی لیکن نصرانیان صقلیہ  
اور اندلس اپنے ہم مشربوں کے کمک کو اوس وقت پہونچے جس وقت کہ شیر کوہ  
انتقال کر چکا تھا۔ ادھر تو یہی نا عاقبت اندیش اس موقع کو غنیمت سمجھ کر  
مصر کی طرف بڑھے اور فوراً دمیاط کا محاصرہ کر کے دل ہی دل میں اس خیالی  
بلاؤ سے مزے لینے لگے کہ آج ہم دمیاط کو لیتے ہیں اور کل اگر سچ نے ہماری  
مدد کی تو مصر پر بھی قابض ہو جائینگے جس کا خوف تھا وہ اب نہ رہا۔ تو عمروں کے  
ماہر مصر کی حکومت ہے مصر کا لے لینا ہمارے بائین ماہر کا کھیل ہے!  
خلیفہ کا نام و نشان تک نہ کہینگے! نور الدین زنگی تک خبر پہونچی دشوار ہے!  
اس جدید کفر (اسلام) کو نیست و نابود کر دینگے! او دہر ہمارا ابیدار مغز  
مدبر فاتح بیت المقدس بھی ان کے حالات سے غافل نہ تھا۔ خود تو اس  
مہم پر نہ گیا۔ لیکن ایک فوج کثیر التعداد معہ اسباب سامان جنگ براہ  
دریائے نیل دمیاط کی طرف روانہ کر کے الملک العادل نور الدین زنگی کو

لے دمیاط قدیم شہر مابین تینس اور مصر کے بحر رم اور نیل کے زاویہ پر واقع ہے اس کے شمال جانب سے  
نیل دریاے شور سے مقام اسٹرم میں ملتا ہے۔ اس مقام پر دو ٹو جانب ایسے بڑے بڑے دو برج  
ہے جوئے ہیں کہ بغیر اجازت کوئی کشتی اس مقام سے عبور نہیں کر سکتی تھی۔ دوسرے تہہ بہہ شہر ایران  
کیا گیا۔ ایک بار تو یہ شہر ایران کے اسی کے قریب دوسرا شہر چوٹا سا متیہ نام آباد کیا گیا اور  
دوبارہ مسئلہ حل زمانہ خلیفہ متوکل عباسی میں نصرانیوں کے حملوں سے برباد ہوا۔

اس واقعہ سے بذریعہ خط مطلع کیا۔

ہم اس موقع پر اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ خلیفہ عاصد اور  
الملك العادل زنگی نے اس جدید وزارت پناہ کے ساتھ ویسی ہی سہولت  
کی ہے جیسے کہ موصوفین صدر سے توقع کیجا سکتی ہے۔ خلیفہ عاصد باوجودیکہ  
خلافت کا نام ہی نام رہ گیا تھا بد فعات ہزار ہزار دینار صرمی علاوہ سب  
وسامان جنگ کے سلطان کے پاس بھیجے۔ اور الملك العادل لوزالدين زنگی  
اپنے امیر سپہ سالار کا خط پاتے ہی آگ بگولا ہو گیا حسب ضرورت قہضاء  
وقت بے درپے فوجین فوجین دمیاط کی طرف روانہ کرنے لگا جب سپہ  
بہی اوس کے پُر جوش لکھو صبر نہ آیا تو خود ہی قتل و غارت کرتا ہوا اپنی  
سرحد سے آگے بڑھا۔

عیسائیوں کی  
ناکامی

جس وقت کہ لشکر لوزیہ میں کہ ہر فرد بشتر بجائے خود کار آزمودہ ہوتا  
منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا دمیاط کے قریب پہونچا۔ عساکر سلطانی کے  
دل ہاتھوں بڑھ گئے۔ نصرائیوں کی روضین پرواز کرنے لگیں۔ کچھ  
نواسلجی لشکر کے قومی حملوں نے انکو پریشان کر دیا اور سقدران خبر روئے  
اون کو متوحش کر دیا کہ آج زنگی کے پُر زور حملہ میں اتنے صلیب کلم آئے  
اور آج اوس کے لشکر نے فلان قریہ کو دیران کر دیا۔ اسوجہ سے  
خواہ مخواہ عیسائیوں کو بعد پچاس دن کے دمیاط کے محاصرہ سے  
دست کشی کرنی پڑی۔

مراجعت  
نصاری

نصرائیوں کو اس محاصرہ اور حملہ میں کچھ بھی حاصل نہوا بلکہ بجائے  
نفع کے نقصان اوٹھا کر واپس ہونا پڑا۔ مزید برآں الملك العادل  
لوزالدين زنگی کے حملوں نے سقدران طلسع کو نقصان جانی اور مالی

یہو نچایا ہوا و سکا کچھ حساب نہین ہم اون واقعات کو جنہیں کہ الملک العادل نور الدین زنگی کو خاطر خواہ کامیابیاں ہوئیں اس خیال سے کہ ہمارے عزیزانظر کی قابل قدر قیمتی وقت کی بقدر ضائع ہوگا نہین ذکر کیا چاہتے۔

## فتوحات

جسطرح زمانہ کے تغیرات اور تبدیلیات کو ہر شخص تسلیم کر لیا ہے اویطرح ترقی اور تنزلی کو بھی مان لیا ہے۔ زمانہ کبھی ایک حالت پر نہین رہا اس کو حکماء نے غیر قار کہا ہے۔ اس کے رنگ و ہنگ پر عقلاء نے کبھی اعتبار نہین کیا۔ اسکے روپ بدلتے کچھ دیر نہین ہوتی۔ آج عالم طفلی ہے تو کلہ جوانی کے دن ہیں دور و ز کے بعد دیکھا تو بڑھاپے نے اپنا جلوہ دکھلا دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں موت کا بھی پیام آگیا۔ بچے قصہ تمام ہو گیا۔ غرض کہ اس کے ناقابل اعتماد غیر قار ہونے کی ہزار ہا تمثیلیں ہیں۔ سچلہ اون کے ایک مہر بھی نظیر قابل یاد رکھنے کے ہے کہ اس سے چند روز پہلے (جسپر ایک صدی پہلی پوری نہین گزری) نصرا نیون کے اسیلہبی نشان ممالک اسلامیہ پر لہرا رہے تھے ہر عیسائی کا یہی خیال تھا کہ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو برباد اور اون کے بلاد کو تباہ کر دے اور آج خدا خدا کر کے وہ دن آیا کہ مسلمانوں نے پہر ہاتھ پاؤں بڑھانے شروع کر دیئے ہیں اور اون ممالک کو جو کہ ان کے قبضہ اقتدار سے نکل گئے تھے واپس لینے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ موقع و محل دیکھ کر ان کے آباد و سرسبز شہروں پر یہی حملہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ شہر ہجری میں ہمارا نامی ہیر و سلطان صلاح الدین بقصد اعلیٰ و کلمتہ اللہ ایک تھوڑے سے جری۔ بہادر جو انون کو لیکر بلا و نصاریٰ کے طرف روانہ ہوا جس وقت کہ یہ نامی ہیر و

عسقلان کے قریب قتل و غارت کرتا ہوا پہونچا شاہ فرانس بھی ایک جماعت لے کر جو کہ فی الحقیقت قلیل تھی لیکن نسبت سلطانی لشکر کے بہت زیادہ تھی مقابلہ پر آیا۔ طرفین سے لشکری جی توڑ توڑ لڑے متعدد لڑائیاں ہوئیں اتنا لڑائی میں جس قدر سلطان کی کامیابی کا وقت بہت ہی قریب آ رہا تھا اوس قدر شاہ فرانس کی ناکامی شکست۔ ذلت رسولی کی گہری اوس کے سر پر آتی جاتی تھی۔ لیکن چونکہ مشیت ایزدی اس امر کی بالفعل مقتضی نہ تھی دفعۃً سلطان کے دل میں یہی خیال آ گیا کہ مصر پہونچ کر بعد طیارہ جہازات ایلہ پر حملہ کرنا چاہئے رفتہ رفتہ اور دہر اس خیال نے اس قدر ترقی کی کہ مصر کی طرف مراجعت کر کے پر آمادہ ہو گیا اور اور دہر نصاریٰ کی نصیحتی ناکامی یہ رنگ لائی کہ میدان جنگ میں ایک لحظہ نہ ٹھہر سکے کمال بے سروسامانی سے مٹہہ پیر کر بہا گئے۔ اور سلطان منزل منزل کوچ کرتا ہوا مصر پہونچا۔

فتح ایلہ

سلطان نے مصر میں بہت ہی کم قیام کیا۔ کمال تیزی سے اپنی بحری قوت کو درست اور جہازات تیار کر کے ایلہ کے طرف روانہ ہوا یہاں پہونچنے نہ پائی تھی کہ اہل ایلہ اپنے آنے والے حریف کے مقابلہ پر تیار ہو گئے۔ لیکن ان تیار یوں استعداد یوں نے کچھ کام نہ دیا۔ ہمارے نامی سلطان کی نیک نیتی اور محاصرہ نے جو کہ اوس نے ایلہ کا بحر اوبرا کر لیا تھا ماہ ربیع الاول ۵۶۶ھ کے

۱۵ یہ شہر مالک شام سے ہے زمانہ خلافت ظفر باندہ علوی ۸۵۶ھ میں نصاریوں نے اس کو لے لیا لیکن بعد پندرہ برس کے الملک الناصر سلطان صلاح الدین یوسف نے اخیر ماہ جمادی الثانی ۵۶۶ھ میں پہونچنے مالک مفتوحہ میں داخل کر لیا تھا۔

۱۶ ایلہ ایک چھوٹا سا شہر ساحل بحر قلم بر واقع ہے اس میں ایک مختصر سا قلعہ بھی تھا مجاہد مصر کا بھی رہا یوں مشہور ہے کہ اسی شہر کے یہودی مسیح ہو کر بندر و خنزیر ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم۔

اول ہی عشرہ میں مظفر منصور ایلہ میں داخل کر دیا۔ یہ پہلی کامیابی تھی کہ اسکو بعد شیر کوہ کے حاصل ہوئی۔

نصرانیان ایلہ کو بوقت کامیابی عساکر اسلامیہ ضرور یہ خیال پید ہو گا کہ حب سطح اسلامی بہادر وں کی چمکتی ہوئی تلوار دیکھی ہماری جانیں انشاء اللہ ان میں نذر ہوئیں ہین اور اوس طرح مال و اسباب ہل و عیال ہی اوں کے قوی بچہ نہیں پڑ کر ہمیشہ کے لئے دین سچی سے محروم ہو جائیں گے۔ لیکن اونکا یہ صرخیان ہی خیال تھا۔ ہمارے رحم دل سلطان نے بعد فتح و کامیابی نہ اونکے جانوں کو نقصان پہونچایا اور نہ اوں کے مال و اسباب کو لوٹا۔ بلکہ دو چار روز ٹھہر کر مصر واپس آیا۔

اسی سنہ میں جبکہ سلطان بعد فتح ایلہ مصر واپس آیا دارالمعونتہ کو جو کہ قید خانہ تھا منہدم کر کے بجائے اوس کے مدرسہ فعیہ بنوا دیا اور مصر کے قاضیان اہل التشیع کو معزول کر کے بقائم مقامی اوں کے قضائۃ شافعی المذہب مقرر کیا۔ بینوین جمادی الثانی سنہ مذکور تک جہاننگ ہمارا علم شہادت نے رہا ہے ہم لکھ سکتے ہین کہ تمام ممالک محروسہ سلطانی میں قضائۃ شافعی مقہر ہو گئے۔

اس کامیابی کے بعد پھر ہمارے نانی سلطان نے بعد دو برس چند مہینوں کے ماہ شوال ۱۰۶۸ھ میں کرک پر فوج کشی کی۔ گو چند مقابلہ ہوئے لیکن نہ تو ان حملوں میں اسلامی لشکر ہی کو کوئی فائدہ پہونچا اور نہ اوں

دہلی

مدرسہ  
اور قاضی

حکمرک

سلہ کرک اور شوبک یہہ دونوں شہر اطراف شام میں مابین عمان ایلہ واقع ہیں اکثر یہاں کے رہنے والے عیسوی المذہب ہین۔ اسکے قلعہ کے نیچے سے دو ایسے بڑے چشمے جاری ہیں جس سے تمام شہر باغات کی آبپاشی کجائی ہے۔



نصرانیوں کو جو کہ ان سے دوچند سہ چند تھے ان لڑائیوں میں نقصان  
صریح اٹھانا پڑا۔

ہم ۱۶۹۵ء کے اوان نمایان کارناموں میں جن میں کہ شمس الدولہ سلطان کا  
بڑا بہائی پیشوا تھا اور اوس کے ہاتھوں سر ہوئے تھے قطع نظر کے اسی سنہ  
اوس غیر متوقع حیرت انگیز واقعہ کو لکھا جاتے ہیں جو کہ ہر پہلو سے محذوش  
نظر آ رہا ہے۔ ہمسوا اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا مناسب لوم ہوتا ہے کہ شمس  
مصر سلطان کی وزارت سے ہرگز ہرگز خوش نہ تھے۔ اوان کا ذلی مشاہیر بھی  
کہ دولت علیہ کے اقبال کا ستارہ بکھر چک جائے قاضیان مصر جو معزول  
کر دیئے گئے ہیں وہ بحال ہو جائیں اور دولت عباسیہ کا آفتاب کا مرانی  
ترقی سے تنزلی کی طرف مائل ہو جائے انہیں پیچیدہ معاملات اور پریشانی  
خیالات نے عمارہ بن ابی الحسن اعظمی عبد الصمد کا تب قاضی عویش غیر کو  
اس امر پر آمادہ کر دیا کہ ان ناعاقبت اندیشوں نے نصرانیوں کو صقلیہ اور  
ساحل شام کی طرف سے مصر پر حملہ کرنے کے لئے مستعد کر دیا۔ اس خیال سے  
کہ اگر اس جدید وزیر (یعنی سلطان) نے مصر سے ٹھکر نصرانیوں کا مقابلہ کیا  
تو ہلوگ مصر کو لے لینگے اور اگر اس واقعہ کی اوسکو اطلاع نہ ہوئی اور غالباً  
نہو کی توجہ وقت کی فزاری صقلیہ اور سواحل شام سے حملہ کرینگے ضروری ہیں  
امر ہے کہ صلاح الدین مقابلہ نہ کر سکے گا۔ الغرض ہمارا اٹو گھین نہیں جائیگا  
دونوں صورتیں ہماری ہی بودی کی ہیں اوس فتنہ انگیز مشورہ میں بعض  
سلطانی امراء بھی شریک تھے۔ بابتین کل بخت و پز ہو چکی ہیں صرف  
نصرانیوں کا اپنے اپنے بلاد سے روانہ ہونا باقی تھا کہ وہی نزدیک درپیشی شاو  
باہم مخالفت نے زین الدین علی بن بجا کو سلطان سے اس واقعہ کی اطلاع

فتنہ پڑی

دینے کی جرات دلا دی۔

سزا

زین الدین علی بن بنجامصلوٰۃ حبیب رہ سلطان اسی فتنہ پرداز  
جماعت میں چندے ملا رہا اور رُوزانہ پیرچہ نویسی کا کام انجام دیتا رہتا تھا کہ  
قاہرہ کے طرف نصرانیوں کا ایک قاصد آتا ہوا دیکھائی دیا جو کہ بظاہر  
سلطان کے پاس کچھ تحفے لارہا تھا اور درحقیقت اوس گروہ نامعنا اندیش  
کی طرف جارہا تھا۔ چونکہ سلطان کو خفیہ نویسوں نے اس کیفیت اور قاصد  
کے حلیے سے پہلے ہی اطلاع دیدی تھی۔ اسوجہ سے قاصد فوراً گرفتار کر لیا گیا۔  
بعد تفتیش و انکشاف حال اس گروہ کے پیشواؤں عمارہ علیہ السلام کا  
عویش وغیرہ کو تو گرفتار کر کے دار پر کچوا دیا۔ اور اپنے امرا اور اوں  
بعض شکوکوں سے جو کہ اس فتنہ پردازی میں شامل تھے نہ تو اس واقعہ کو  
دریافت کیا اور نہ اوں سے کچھ متعرض ہوا ہاں جنود مصریہ (یعنی مصری لشکر)  
مصر سے نکال کر صعیق کی طرف روانہ کر دیا۔ اور قصر خلیفہ کو پورے طور سے  
اپنی حفاظت میں لے لیا۔

نصرانیان

ہم قبل اس کے کہ کچھ شہہ پھری کے حالات تحریر کریں ناظرین کو اس  
امر سے مطلع کرنا چاہتے ہیں کہ نصرانیان سواصل شامی تو اس واقعہ سے آگاہ  
ہو کر آگے نہ بڑھے البتہ صقلیہ کو اسکی اطلاع ہی نہ ہوئی وہ اپنے طمع خیال میں  
سرسار ہو کر اسکندریہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

بغوات کفر

ماہ صفر ۷۵۴ھ میں کندیاکنزالدولہ نے جو کہ درپردہ دولت  
صلحہ کی تدتوں سے مخالفت کر رہا تھا ایک گروہ سودانیوں اور  
بادیشین یا خانہ بدوش عربوں کا لیکر امیر ابو الہیجا کے بھائی پر چڑھا  
اطراف میں عہدہ امارت سے ممتاز ہوتا حملہ کیا اور اوس ناکردہ گناہ کو

شہید کر کے آگے بڑھنے پر جبری ہو رہا تھا کہ ہمارے ناجی ہیرو نے امیر ابو الہیجا کو  
بسرگروہی چند جوانان نبرد آزمائے کٹر کی طرف روانہ کیا۔ اس گروہ کا پہونچنا تھا  
کہ کتھرا اور اس کے ساتھیوں کے نام و نشان اس طرح سے مٹائے گئے کہ بعد  
اسکے بغاوت کی آگ مشتعل ہی نہ ہوئی۔

نظر نیونکی  
تعداد

نظر نیون کا وہ جہازی بیڑہ جو کہ صقلیہ سے ٹکرا اسکندریہ کے طرف  
جا رہا ہے اسکی جمعیت کچھ کم نہ تھی جس سے کہ یہ توقع کیجاتی ہے کہ آئندہ  
اہل اسکندریہ یا کم و بیش چند عساکر سلطان بل جل کر ان سچیوں کو  
پسپا کر دیں گے۔ ان نظر نیون کا افسلہ علی صاحبہ صقلیہ کا چچا زاد بہائی ہے  
اور پچا ہزار پیادے ڈیڑھ ہزار سوار اسکے کمان میں ہیں چہ بڑی کشتیان  
آلات و اسباب حرب کی اوچتھیںس بوٹ بار برداری کے اور چالیس چھوٹی  
کشتیان رسد وغیرہ کے ہمراہ ہیں۔

مقابلہ و  
شکست

جسوقت کہ نظر نیون کا یہ جہازی بیڑہ ساحل اسکندریہ پر پہونچ کر  
سنگزن ہوا اور نظر نیون صقلیہ دریائے خشکی پر اوترے۔ اسوقت اسکندریہ  
والوں کو اطلاع ہوئی۔ اس امر کا اندازہ تو ہر شخص کر سکتا ہے کہ ایسی متحد  
فوج کا جو کہ لڑائی ہی کے قصد سے آئی ہو کوئی ایسا گروہ جو کہ بھاری کے  
عالم میں عیش و آرام سے بیٹھا ہو ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن بائیں ہمہ اسکندریہ  
والوں نے جس استقلال اور مردانگی سے اپنے حریف کا مقابلہ کیا وہ بیشک

امیر ابو الہیجا بہت بڑا شجاع و دلیر اور کریم النفسی ہیں ہی عذیم النظر تھا سلطان اسکی بہت عزت  
کرتا تھا نابلس کا رہنے والا تھا یوم یکشنبہ ماہ شوال ۸۵۷ھ میں انتقال ہوا۔

۸۵۷ھ صاحب لوا در سلطانہ فی محاسن یوسفیہ تخریر کرتا ہے کہ اس جہم کا کمان افسلہ سلطان کا  
بہائی الملک العادل سیف الدین تھا۔ اس نے ساتویں صفر ۸۵۷ھ میں کتھرا نیونکی  
بغاوت کو فرو کیا تھا۔

اس قابل ہے کہ ہزار ہزار زبان سے اوسکی داد دیجائے۔ پہلے روز صبح سے دوپہر ڈھلے تک لڑائی ہوتی رہی۔ نصرانیوں کے دانت انہیں معدود چند مسلمانوں نے ایسے کہنے کر دیے کہ چار ناچار اونکو لڑائی کے میدان سے واپس لے کر دو سر روز صبح ہوتے ہی پہر وہی لڑائی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے دکھلائی دیا۔ ایک طرف سے صلیبی نشان اور دوسرے جانب سے اسلامی ابراہیمی پہرہ ہوا مین لہراتا نظر پڑا کشت و خون کا بازار پہر گرم ہو گیا۔ موت سرون پر کھیلنے لگی گو نصرانیوں نے آجکی لڑائی مین اسقدر یورش کی کہ شہر پناہ کے فصیلوں تک پہنچ گئے۔ لیکن اسکندریہ والوں نے دامن استقلال کو ہاتھ نہ چھوڑا برابر مقابلہ کرتے رہے ظاہر ادو نون حریف ایک دوسرے سے ایسے دست و گریبان ہو رہے تھے اور ایسے جوش سے جی توڑ توڑ کر لڑ رہے تھے کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے نظر نہ آتے تھے لیکن جون ہی سلطان اللیل کا سیاہ پہر ہرانا نظر آیا۔ فریقین جنگ گاہ سے اپنے اپنے فرو گاہ کے طرف لوٹے دو نون فراق نے رات کو کسی نہ کسی طرح سے گذرانی صبح ہوتے ہی تلواریں پہر کھینچ گئیں۔ اس تیسری لڑائی کا نتیجہ غالباً ہر شخص ہی سمجھتا ہو گا کہ خدا نکر وہ آج ضرور سکندریہ کے بلند اور شاندار میناروں پر صلیبی نشان اوڑا دیا جائیگا۔ بجائے اذان و اقامت کے گرجاؤں سے گھنٹوں کی آوازیں آئیں گی لیکن معاملہ کچھ ایسا برعکس ہو گیا کہ اسی شب کو اسکندریہ کے قرب و جوار عساکر اسلامی آگے تھے اسوجہ سے اسکندریہ والوں کو اور زیادہ اطمینان سے مقابلہ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ دوپہر تک تو برابر کی لڑائی ہوتی رہی لیکن دوپہر کے بعد حکم آیا کہ مرفعة قلبیلة غلبت فداء گشت پرۃ نصرانیوں کے شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے اور مسلمانوں کے دل

کامیابی کے خیال سے ہاتھوں بڑھنے لگے۔ دن ڈہل چلا تھا۔ راہ روئنگ  
 پہنچنے کے خیال سے تیزی سے قدم اوٹتا ہے تھے لڑائی کا یہی بازار  
 کسی قدر سرد ہو چلا تھا کہ یکایک پہلے شور اٹھا کہ ”الملك الناصر سلطان  
 صلاح الدین یوسف ایک فوج جری لے ہوئے آہو بچا“ اس امر کا اندازہ  
 تو ہر شخص کر سکتا ہوگا کہ اس خیر فرحت اثر نے جس قدر مسلمانوں کے تین مرد  
 تیزی سے تازہ روح پیونکدی ہوگی اویس قدر نہیں بلکہ اس کے بدرجہا زیادہ  
 نصرائیون کو زندہ درگور کر دیا ہوگا۔ مسلمانوں نے پہرہ دوبارہ حملہ کیا۔  
 لوٹنے کا خیال دل سے دور کر کے پہرہ دست بقبضہ حریف سے جا بٹھے ہم اس  
 پہلے کہ اس تیسری لڑائی کے نتیجہ کا فوٹو لکھیں گے آپ لوگوں کو دکھلائیں یہ ظہر  
 کے دیتے ہیں کہ جسکے نام نے مسلمانوں میں ایک تازہ روح پیونک دی تھی  
 وہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کا ایک جنرل آیا تھا جسکے ہم اسی میں گنتی کے چند آدمی  
 تھے خیر یہ تو ایک جملہ تعرضہ تھا اب اصل واقعہ کو سنئے کہ عساکر اسلامیہ نے  
 شام ہوتے ہوتے ایسا قوی حملہ کیا کہ نصرائیون کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے  
 ہوش و حواس جاتے رہے تمام رات لڑائی ہوتی رہی صبح ہوتے ہی نصرائیون  
 پاؤں اٹھ کر گئے۔ بعض تو کشتیوں پر سوار ہو کر صحیح و سالم بھاگ گئے۔ اور  
 بعض کشتیاں دریائے دوبا دگیئیں۔ تین تین سواریوں جو کہ خوف جان ایک  
 ٹیلہ پر چڑھ گئے تھے وہ بھی مسلمانوں کی تیز تلواروں کے نذر ہو گئے۔ دو پہر  
 پہلے سلسلہ بھاگنے تعاقب کرنے ٹوٹ و غارت کا جاری رہا۔ زوالِ فتنہ کے  
 ساتھ نصرائیون کے صقلیہ جو متحد و چند مقابلہ میں رہ گئے تھے میدان جنگ سے  
 مٹھتے ہوئے بھاگے اور اہل اسکندریہ ظفر و منصور مال غنیمت اور قیدیوں کو  
 لئے ہوئے شہر میں واپس آئے۔

دشمن کی  
موجودہ  
کیفیت

اس سے تھوڑے ہی دن کا ہے کوچہ سات مہینہ پیشتر دمشق کی کچھ  
کیفیت ہی ور تھی اسلام اور اسلامیوں کے مرکز بنا ہوا تھا اس کی سرسبز شاہابی کا  
حال سنی سنکر غیہ قوموں کے منہ میں پانی بہر آتا تھا لیکن الملک العادل  
نور الدین زنگی کے خوف سے کوئی حد و دمشق میں پاؤں نہ رکھ سکتا تھا اور  
اب یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ آپس میں ہی نا اتفاقی خاصے طور سے پہلی ہوئی  
نصرانی بھی جو کہ اس کے قرب و جوار میں ہیں شطرنجی جالین چل رہے ہیں ظاہر  
سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ الملک العادل نور الدین کی  
انتقال ہو چکا ہے اور بجائے اس کے ایک اوسکا نو عمر لڑکا جسکی عمر دس  
اکیارہ برس سے زیادہ نہ ہو گی الملک الصالح سمیع نامی دمشق کی حکومت  
کر رہا ہے۔ نہرا رہا تغیرات پیدا ہو گئے ہیں اور آئندہ پیدا ہونے کی امید  
کیجا سکتی ہے بعض احرار و ادا کی زندگی لٹ نور یہ اس سے نفرت بھی کرتے ہیں۔  
بعضوں نے یہ رنگ ڈھنگ لیکر بخیاں حفاظت بیضہ اسلام ہونیوالے  
فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین کو طلبی کے خطوط لکھنے شروع  
کر دیئے ہیں۔ چنانچہ اخیر ماہ ربیع الاول ۶۵۷ھ میں سلطان مصر کا خط خواہ  
انتظام کر کے سات سو سواروں کی جمعیت ہمراہ لیکر بلا خیال اس امر کے کہ  
اشاء راہ میں نصرانیوں کا ملک اور ٹڈی دل لشکر ملیگا منزل بہ منزل  
کو چ کر تا ہوا اخیر ماہ ربیع الثانی ۶۵۷ھ یوم شنبہ کو دمشق پہونچا۔  
اہل دمشق نے جس جوش اور خوشی سے اپنے نو وارد ہمان کا استقبال کیا  
غالباً اوسکا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ ہر کہہ و مہ کی یہی تمنا تھی کہ قابل قدر

سلطان کا  
دمشق پر

ملہ دمشق زمین شام کا ایک شہور ہے۔ خلفاء بنی امیہ کا یہہ پایہ تخت تھا جیسا کہ  
بعد اذ خلفاء عباسیہ کا۔

سلطان ہماہی مہمان ہو ہمارے ہی مشتاق مکان کو اپنے قدم مہمنت لزوم  
سرفراز فرمائے لیکن اکواوس فطری محبت نے جو کہ ہر شخص کو اپنے مال و  
وطن یا آباؤ اجداد کے گرسے پڑے ہوئے مکانات کے ساتھ ہوتی ہے کہین نہ  
ٹھہرنے دیا سید ہاد اعظمی بن پہونچا دیا جو کہ اسکے بزرگ باپ نجم الدین الوب کا  
قدیم مکان تھا۔ دوسرے دن صبح ہونے ہی کمال الدین ابن تہر زوری کو  
جو کہ قاضی شہر اور الملک الصالح کے کل کاموں کا مدار المہام تھا جمال الدین  
ریحان حاکم قلعہ دمشق کے پاس یہ پیغام لیکر پہنچا کہ ”دمشق کے لینے سے میری کوئی  
ذاتی غرض نہیں ہے اور نہ میں نے اس سے منتفع ہونے کی امید پر اسکا قصد کیا  
بلکہ میرا دلی مدعا یہ ہے کہ الملک الصالح آئین کی مدد کروں اور اون شہر و نگو  
جو کہ او سکی کمسنی یا نا تجربہ کاری کیوجہ سے نخل گئے ہین پہر واپس یوں اوسکے  
نام کا خطبہ تمام شہروں کے ممبروں پر پڑھا جائیگا اور اوسکا سکہ کل ممالک

سلہ ابو الفضل محمد بن ابو محمد عبداللہ بن ابو احمد قاسم شہر زوری ملقب بہ کمال الدین فی الدین  
اس نے بعد اذین اسعد ہمین سے فقہ پڑھی اور ابو البرکات محمد بن محمد بن خیس موصل کو حدیث  
سنائی۔ پہلے کچھ موصل کا قاضی مقرر ہوا اور وہیں اس نے ایک مدرسہ فعیہ جاری کیا اور شیعہ  
ایک سرانوائی۔ ابتداً سیف الدین غازی نے اسکی اس قدر عزت کی تھی کہ سلطنت کے کل کاروبار  
اسکے سپرد کر دیا تھا لیکن کسوج سے ۳۵۵ھ میں کوفہ کر دیا تھا پہر بعد چندے غلیفہ مقتدی کی  
سفارش سے آزاد ہو گیا تھا۔ بعد انتقال سیف الدین غازی دمشق میں نور الدین محمود زنگی کے  
پاس چلا آیا اور یہاں اوسنے ایسی ترقی کی کہ حبشکاشان و گمان ہی نہ تھا چنانچہ ماہ صفر ۵۵۵ھ میں  
الملک لعدال نور الدین کا وزیر ہو گیا۔ یہ عہد حکومت نور الدین میں عزت سے سر کر رہا تھا طر  
اوسکے انتقال کے بعد ہی رہا۔ بلکہ تازست یہی سی محرم عہدہ پر رہا کہونکہ سلطان صلاح الدین نے بعد  
قبضہ دمشق اکواوی عہدہ پر رکھا فقہ۔ ادب۔ شاعر ظریف تھا مقام مول میں ۵۹۲ھ میں پیدا ہوا  
اشی برس کی ہینہ کی عمر میں ۶۰۰ھ محرم الحرام ۵۹۲ھ مقام دمشق میں انتقال کیا۔

محرورہ نوریہ بین جلیگا "قاضی کمال الدین نے جون ہی اپنے سلسلہ کلام یا کہ سلطانی پیام کو منقطع کیا ریحان قلعہ دار نے خوشی کے مارے اسی وقت قلعہ کی گنجیان قاضی کے ہاتھ میں رکھ دیں اور بسترِ چشم سلطان کی اطاعت قبول کر لی۔

اس خداداد کامیابی نے جو کہ اس ہونہار سلطان کو ابتداً اوس مقام و شہر میں ہوئی جہاں کہ اوس نے نشوونما پایا تھا اوس کے مضبوط قلب کو ہر طرح سے مطمئن کر دیا۔ اور مالی حالت کو بھی سنبھال دیا۔

ہمارے ناظرین کو یہ گمان پیدا ہو رہا ہو گا کہ سلطان دمشق میں بس چہ مہینہ نہین تو دو چار مہینہ ضرور قیام کرے گا کیونکہ یہ مقام اوس کے نشوونما اور ترتیب کا ہے۔ اسی دمشق سے اس کے خاندان کو ترقی ہوئی شروع ہوئی تھی۔ اس شہر سے اس کو قلبی تعلق ہونا چاہئے۔ لیکن اوس کے عالیٰ مرغ میں تو دوسری ہی ہوا آسمانی ہوئی تھی اس کے حوصلے بلند ہو رہے تھے۔ اوس نے معمولی آدمیوں کی سطح تعلقات و لطیفی کا پابند رہنا پسند نہ کیا چنانچہ دمشق میں سیف الاسلام طغتكین بن ایوب اپنے بہائی کو اپنا قائم مقام کر کے پہلی جمادی الاول سنہ مذکور کو دمشق سے روانہ ہو گیا۔

ہم اسی موقع پر یہ مہر بھی ظاہر کئے دیتے ہیں کہ امیر فخر الدین مسعود زعفرانی

سیف الاسلام ابو الفوارش طغتكین بن ایوب بن شادی۔ الملک الناصر سلطان صلاح الدین کا بہائی تھا نہایت ہی شجاع و کریم النفس تھا۔ ملکہ داری کی عمدہ قابلیت رکھتا تھا۔ ہر گز وہ اس کی حسن سیرت سے خوش نہ رہتے تھے۔ اویس ۱۱۱۱ھ میں ماہ شوال ۶۹۳ ہجری کے مقام مسعود بن انتقال کیا۔

طغتكین نے ظاہر ہو کر کوہِ قین محمد و کسرتا و مشاۃ و کاو و کوہِ باو و لوزن۔ لغت ترکی ہے۔



عہد حکومت الملک العادل نور الدین زنگی سے حمص اور حماہ وغیرہ بلاد خیرہ کا  
حاکم تھا لیکن اسکی بد فراجی و غفلت سے اکثر قلعے اس کے قبضہ اقتدار سے نکل گئے تھے  
چنانچہ اندولون حمص پر یہی ایک دوسرا شخص حکومت کر رہا تھا۔

حمص حماہ

۱۱۔ جمادی الاول سنہ مذکور کو جو سلطان حمص کے قریب پہونچا والی حمص نے  
پہلے تو یہی قصد کر لیا تھا کہ ہر چہ بادا باد حمص ممالک محمدوسہ سلطانی میں  
داخل نہ ہونے پائیگا چنانچہ اسی پر دو پہر تک برابر جواب ترکی یہ ترکی دیتا رہا  
بعد دو پہر شہر تو سلطان کے قبضہ میں آ گیا لیکن قلعہ بدستور اسی کے قبضہ  
اقتدار میں رہا۔ سلطان نے باقضاء مصلحت وقت قلعہ سے کچھ بھی  
تعرض نہ کیا بلکہ شہر کا انتظام و انصرام درست کر کے حماہ کی طرف بڑھا والی حماہ  
امیر عز الدین جردیک نے (جو کہ ممالک نور یہ کا ایک ممتاز شخص تھا) پہلے تو  
حیلہ و حوالہ سے ٹالنا چاہا لیکن جبیل و سکو سلطان کے اس ارادے سے آگاہی  
ہوئی کہ اس سفر و غریمت سے اس نامی میر و کامی مقصود حفظ بلاد اسلامیت ہے  
نہ کہ ملک گیری فوراً اطاعت قبول کر لی۔

خانہ جنگی

اس زمانہ میں کہ سلطان حماہ سے حلب کی طرف جارہا تھا سیف الدین  
لحمص ایک شہر بابین حلب دمشق نصف راستہ پر واقع ہے۔ یہاں کی آب و ہوا بہت خوشگوار ہے  
۱۲۔ حماہ قسیم شہرون میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسکا ذکر کتب اسرائیلیں میں ہی آتا ہے۔ اسکا قلعہ بہت ہی  
خوبصورت اور مضبوط بنا ہوا ہے۔ کسی زمانہ میں یہ مضافات حمص سے شمار کیا جاتا تھا۔ گو اب یہ  
مستقل اور ایک عظیم الشان شہر تسلیم کیا جاتا ہے۔  
۱۳۔ حلب ایک شہور قدیم شہر ہے اسکا قلعہ بہت ہی مضبوط اور بلند اور اسکی فصیلیں  
شاندار ہیں۔ شام کے کسب سبز شاداب شہرون میں اسکا شمار ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یوں بیان  
کی جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الصلوات علیہ السلام پر اپنی بکریوں کے دودھ  
چڑھ کر دودھ کر سدا کرتے تھے اور عربوں میں حلب دودھ دوسنے کو کہتے ہیں۔  
واللہ اعلم۔

صاحب موصل کے آنکھوں میں اکی کامیابیان کا شناسی کہشک گئیں اوس کے عظمت و شان نے اس کے حاسد قلب کو ایسا مضطرب کر دیا کہ اسکو نیک بد کا امتیاز نہ ہو سکا فوراً اپنے بھائی عز الدین مسعود کو جسکو زلفندار بھی کہتے تھے ایک کافی لشکر کے ساتھ سلطان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ سنو سلطان کو ہم حلب فراغت حاصل نہ ہوئی تھی کہ دفعۃً سیف الدین صاحب موصل کی اس گرم جوشی اس جدید ہم کے مقابلہ کی طرف اوسکو متوجہ کر دیا۔ چنانچہ حلب سے پہلی حب کو مراجعت کر کے حما ہوتا ہوا حمص میں پہونچا۔ ادھر تو کامیابی کے ساتھ اس نے قلعہ حمص کو بھی لے لیا۔ ادھر عز الدین مسعود حلب ہوتا ہوا اور حلیہ لے لے اپنے ہمراہ لیتا ہوا حما کی طرف چلا۔ رمضان شمس ہجری کا دوسرا عشرہ ختم ہو چلا تھا کہ ان دونوں لشکروں کا شہر حما کے باہر ایک مقام پر جسکو قرون حما کہتے ہیں مقابلہ ہو گیا۔ عز الدین مسعود کو بہت بڑے نقصان کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ ایک گروہ کا گروہ اپنی بدبختی سے قید ہو گیا لیکن سلطان کی نیک نیتی یا اپنی خوش قسمتی سے آزاد کر دیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد ہی سلطان دوبارہ حلب کی طرف متوجہ ہوا اہل حلب اولاً بہت کچھ حیلہ و حوالہ کیا مقابلہ پر ہی آمادہ ہوئے لیکن آخر الامر بعوض معرۃ اور کفر طاب صلح کر لی۔

یہ تو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ الملک الصالح سمیع کی نوعمری ناخبر کاری نے

باہر صلح ہو گئی

لہ معرۃ مضافات حمص سے ہے اور معرۃ النعمان ایک بڑا شہر ہے سیوہ جات وہاں بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔

لہ کفر طاب ایک چھوٹا شہر مابین موہ اور حلب کے واقع ہے۔ یہ بھی مضافات حمص سے شمار کیا جاتا ہے۔

خواہ مخواہ سلطان کو ان خانہ جنگیوں کے صلاح کی طرف بخیاں حفظ بلاد  
اسلامیہ متوجہ کر دیا ورنہ اسی نامی ہونیوالے فاتح بیت المقدس کو اسلامی  
دنیا کی ترقی اور دشمنانِ خدا سے ہم نبرد ہونے سے ایسی کب فرصت ہتی کہ  
وہ اپنے قیمتی وقت کو جسکا ایک ایک منٹ ہزار سالہ عبادت سے کہیں  
ان لڑائی جھگڑوں میں صرف کرتا۔ اوس نے اپنے جان و مال و عیش و  
آرام کو مخالفینِ اسلام کے مقابلہ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اوس کے  
مبارک دماغ میں توسیع دائرہ اسلام کی ہوا سمانی ہوئی تھی۔ بیشک اسی  
اوس کو انہیں کاموں کے سر کرنے کے لئے پیدا کیا تھا۔ اوسکا یہ کام ہرگز نہ تھا  
کہ کہی وہ حمص کی طرف بڑھتا اور کہی حلب حماہ پر حملہ کرتا لیکن ضرورت  
میں صلحت وقت جو چاہے کرے۔

الملك الصالح  
اسماعیل کی  
ناہنجی سے  
پہر باہم  
لڑائی ہو گئی

الملك الصالح اسماعیل از خود یا کسی کے اشتعال سے اکی ان میں کامیاب ہوئے  
ایسا بہرہ آیا کہ اُمراء حلب ایک خاص جلسہ میں جمع کر کے ایک مختصر سی پٹیچ  
جس سے اہل حلب کے دل اسقدر بہرہ آئے کہ سمجھوں نے باتفاق سلطان سے  
مقابلہ کرنے کی قسمیں کھالیں اور دست بقبضہ اوٹھہ کھڑے ہوئے چنانچہ  
قریب جبل جوش صف آرائی کی نوبت آگئی۔

اس وقت  
سلطان  
صالح کی

اشناہ جنگ میں جسوقت کہ طرفین ایکے دوسرے سے دست گیریاں ہوئے

الملك الصالح اسماعیل کی پیچ کا آخری فقرہ جس سے اہل حلب میں شورش پیدا ہو گئی تھی یہ تھا "قد غم  
احسان بی الیک و محبتہ کم و سیرتہ فیک و اناتیکم و قد جاء هذا الظالم الجاحد احسان والدی لیاخذ بلادی  
ولا یخاف الله تعالی ولا الخلق" مملوک میرے باپ کے احسانات جانتے ہو اور اوسکی محبت اور  
عادت سے بھی واقف ہو میں تمہارا یتیم ہوں یہ ظالم میرے باپ کے احسان کا منکر اس غرض سے آیا ہے  
کہ میری شہرہ لہوے اور اللہ اور خلق سے ہنیں ڈرتا۔

اور کیتقدراہل حلب ضعیف ہو چکے تھے کہ سنان سرگروہ فرقہ اسماعیلیہ اہل حلب کے کہنے سننے سے بطبع مال فزیر الملک الناصر سلطان صلاح الدین کے قتل پر آمادہ ہو گیا چنانچہ اوس نے اسی کام کی غرض سے چند آدمیوں کو سلطانی لشکر میں بھیجا لیکن مشیت ایزدی اسکے خلاف تھی وہ ناعاقبت اندیش گروہ اپنے ان اراد و نین ناکامیاب ہوا۔

اس واقعہ کے بعد اہالیان حلب اپنی ناکامی سے برداشتہ خاطر ہو کر شہر سنا کے دروازے بند کئے ہوئے مقابلہ بالخصی کی تدبیر میں سوچ رہے تھے اور سمارا ہونہارا اسلامی ہیرو بدستور محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ دفعۃً اوس کے حق سننے مبارک کا لڑن تک یہ خبر پہونچ گئی کہ قسص صنجیلی والی طرابلس ایک جزار فوج لئے ہوئے حمص کی طرف بڑھا آتا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم آپ لوگوں کو اس کے نتیجہ سے آگاہ کریں بتلائے دیتے ہیں کہ قسص صنجیلی کو اتنا دماغ نہ تھا کہ قید سے رہا ہونے ہی ممالک محروسہ سلطانی کی

قصص کی  
پیش قدمی

سلاہ پہنچا قسص طرح بیان کیا جاتا ہے کہ جب قسص اسماعیلی فرقہ کے چند آدمی سلطانی لشکر میں مل جل گئے اور لوگ نے پہچان کے لیکن امیر ناصح الدین غارنگین ان کو پہچان گیا اور فوراً ان سے متوجہ ہو کر اسماعیلیوں نے پہلے اسکو سخت زخمی کیا بعد اس کے سلطانی خیمہ کے طرف بڑھے چند آدمیوں نے ان کو روکا باہم تلواریں چلنے لگیں دو چار شکاری اس واقعہ میں کام تو آگئے لیکن اسماعیلی گرفتار کر کے اسوقت قتل کر ڈالے گئے۔ یہ واقعہ ۱۱ جمادی الثانی سنہ ۵۷۱ ہجری میں واقع ہوا۔

سلطان  
حلب کے محاصرہ  
سے دستکش  
ہو گیا۔

قسص صنجیلی طرابلس کا حکم ان تھا۔ اسکو نور الدین زنگی نے ۵۷۱ ہجری مقام حارم میں قید کر لیا تھا۔ سعد الدین نے اسی اثنا میں ایک لاکھ پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار غلام لیکر مارا دیا تھا جس وقت یہ اپنے شہر میں پہونچا فرانسسیسیوں نے کمال جوش سے اسکا استقبال کیا اور اسکو رئیس ارباب حل و عقد قرار کیا۔ کیونکہ موجودہ فرانسیسیوں نے مجذوم ہوئی وجہ سے کاروبار سلطنت بخوبی انجام نہیں دے سکتا تھا۔

طرف مانتہ پالون بڑھاتا۔ لیکن یہ تو آپلوگ خوب چہی طرح سے سمجھ سکتے ہونگے کہ گہر ہی کے چراغ سے آگ لگا کرتی ہے۔ اسکو اہل طلب نے ایسی دلیری پر آمادہ کر کے اپنے گلو خلاصی کی پہی اہل لوصول تدبیر نکالی تھی اور عجیب نہیں کہ اسی شہر کے اوسکور ہا کیا ہو۔ سالتون رجب کو نقص تو حص کے قریب پہونچا اور سلطان طلب نے محاصرہ سے دست کشی کر کے آٹھویں رجب کو حماہ میں وارد ہوا۔

فتح بعلبک  
و حص

ظاہر النصرائون کا جوش تو یہی کہہ رہا تھا کہ یہ لڑائی بہت ہی بڑی خونریزی کی ہوگی لیکن یہ عجیب واقعہ ہے کہ نقص صجیلی نے جس وقت یہ سنا کہ سلطان حماہ میں آگیا ہے بغیر کسی مقابلہ کے حص سے کوچ کر گیا اور سلطان حص پر قبضہ کرتا ہوا اسی رواروی میں بعلبک پر پہونچ کر کامل طور اوسکا محاصرہ کر لیا۔ من حکم بعلبک نے جو کہ عہد حکومت الملک العادل نور الدین سے اسی خدمت پر مامور تھا ۱۱۔ رمضان ۵۵۵ھ کو اطاعت قبول کر لی اور قلعہ سلطان کے سپرد کر دیا۔

مصاحت

ہاں یہ بات قابل یاد رکھنے کی ہے کہ ان واقعات کے بعد ہی الملک الصالح سمعیل کا نام خطبہ اور سکے سے خارج کر دیا گیا اور باہم فریقین میں اس امر پر مصاحت ہو گئی کہ جو جسکے قبضہ میں ہے وہی اوسکا مالک حاکم رہے۔ ایک دوسرے سے کسی قسم کا آئندہ سے تعرض نہ کرے۔

فتح بعزین

اس صلح کے بعد سلطان نے دو چار روز ٹھہر کر شہر بعزین کی طرف قدم بڑھایا۔

۵۶ بعلبک ایک شہر دمشق سے تین دن کے رستہ پر واقع ہے۔ قلعہ اسکا نہایت محکم بنا ہوا ہے گو اسکو بلاد شام کرتے ہیں لیکن بہت سرسبز اور شاداب ہے تقریباً اسکی کل عارتین تھری سے بنائی گئی ہیں۔ ۵۷ بعزین (بارین) ایک چھوٹا سا شہر حاضہ جنوب غرب۔ حماہ سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسمین نصرائون نے ایک مختصر سا قلعہ بھی بنایا تھا لیکن اسلامی بہادر دن کے نوی محامون نے اوسکو بالکل سمار کر دیا۔

فخر الدین محمود الی بصرین نے ابتدا میں جوں سے ذاتی منفعیت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جب اوسکو یہ سہی لا حاصل نظر آئی خاموش ہو کر بیٹھ رہا اور سلطان دو ہی ایک حملوں میں بصرین پر اپنی کامیابی کا پہرہ اوڑھا کر اولٹے پاؤں حما کو واپس آیا۔

انتظام

انہیں کامیابیوں کے سلسلہ میں ہم انتظامی حالت کا بھی نقشہ کھینچ دیتے ہیں تاکہ ہمارے ناظرین کو ہم سے کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ رہ جائے اور نہ آئندہ اون کو بار بار استفسار کی ضرورت پڑے۔ اور نہ اون کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کر گھبی سے باز رہے کہ بعد ان کامیابیوں کے ان بلاد اور قلعوں میں سلطان نے کسکو نیا بتا مقرر کیا۔

سلطان نے بعد مراجعت حما تو محمود بن تلیش الحارمی کے سپرد کیا اور

ناصر الدین ابن شیر کوہ کو حمص کا والی اور جلیک کا سمس الدین محمد ابن عبد الملک المقدم کو حاکم مقرر کیا۔ باقی رہا دمشق۔ اسکے نیابت سے عماد کو مشرف

سلاطین کا کتاب صفحہ ان معروض بہ اخی العزیز کی کنیت ابو عبد اللہ اور نام محمد تھا صفی الدین ابو الفرج محمد نفیس الدین ابو الجاکل کا تھا ادب فقہ شافعی میں بہت بڑی دستگاہ تھی صفحہ ان میں پیدا ہوا اور بغداد میں ایام صلب سے آ رہا اور وہیں شیخ ابو منصور سعید بن محمد بن وزان مدرس مدرسہ نظامیہ سے فقہ بڑھی اور ابو الحسن علی بن ہبہ العبدین عبد السلام اور ابو منصور محمد بن عبد الملک اور ابو المکارم مبارک بن علی ہمدانی وغیرہ کو حدیث سنائی۔ وزیر عون الدین یحییٰ بن ہبیرہ کے مرگے کیونکہ یہ وفات کے بعد حاکم کا بعد انتقال وزیر شعبان ۵۸۵ھ میں دمشق چلا آیا الملک العادل نور الدین محمود نے اہل بیت بڑی عزت کی۔ اور اپنی کل دہا سلطنت کو اسکے پروردگار الملک العادل کے انتقال کے بعد بھی اسی وہی عزت رہی سلطان صلاح الدین ہی کو عزت کے آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ خدیوہ العضر حیدرہ العصر (تذکرہ شعراء عراق و عجم) دس جلدیں لکھ کر کتابت فی الشافعی سائنس سائنسوں فتح القسی فی فتح العربیہ و جلدین (یہ دونوں کتابیں تاریخ کی ہیں) اور نصرة الفطرة و عصرة الفطرة (دو جلدیں) حالات میں اسکی نصیحت سے بن علاوہ ان کے دیوان چار جلدیں اور مختلف رسائل بھی اس کے مصنفات ہیں سلطان صلاح الدین کے انتقال کے بعد اسکی وہ عزت باقی نہ رہی تھی کیونکہ اسے غلو اختیار کر لی تھی اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہتا تھا۔ یوم دوشنبہ ۲ جمادی الثانی ۵۸۵ھ میں پیدا ہوا اور سیدن غرہ ماہ رمضان ۵۸۹ھ میں دمشق میں انتقال کیا اور مقبرہ صوفیہ میں باب النصر کے باہر مدفون ہوا۔

فرما کے خود بھی آؤ آخر ماہ شوال میں حماة سے دمشق میں واپس آیا۔

سلسلہ ص کے ختم ہونے ہی بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو رہا ہو گا کہ اب خانہ جنگیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ فریقین میں باہم مصالحت ہو گئی۔ امر و زور و دائرہ اسلام کی توسیع شروع ہو جائیگی آج اگر رشید عالم کی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر اسلامی پھیرا اڑتا نظر آئے گا تو کلمہ خدا نے چاہا تو بیت اللحم سے بجائے گمنوں کے اذان و اقامت کی آواز آئیگی لیکن شاید وہ اس کا واقعہ نہیں ہیں کہ سیف الدین غازی بن مودود الملک الصالح اسماعیل کا چچا زاد بھائی ابھی خیر سے زندہ ہے گو اس کے پہلے اوس نے کچھ کم خفین نہیں اڑھائیں اور اب بھی اوس کے ہمراہی جسکو اوس نے کسی کو بیعت اور سیکو بطع اپنے دام تزویر میں پھنسا رکھا ہے رسد کی گئی سے گہرا گہرا کر لوٹے جا رہے ہیں اور وہ اس مراجعت کو کامیابی سے کہیں زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔

سیف الدین  
ہزیمت  
ہوئی

سیف الدین غازی ابن مودوزنگی کی ناکامی کا یہ پہلا شگون ہے جو کہ قدرۃ اس پیرایہ میں ظاہر ہوا کہ اس کے ہمراہی بغیر کسی خوف و مقابلہ کے اسکا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تاہم اس نے اس موقع پر بھی اپنی جالا کی چھوڑی سعد الدین کمشتکین کو جو کہ الملک الصالح کا خادم اور اس کے کل امور کا مدبترہ دم دلا سا دیکر سلطان کے مقابلہ پر آمادہ کر لیا۔

اس طرف سے تو سیف الدین اور کمشتکین ایک جمیعت کثیرہ لئے ہوئے روانہ ہوئے اور اوس طرف سے ہمارا نامی سلطان دمشق سے حلب کی طرف ڈبل

سلہ سیف الدین کے ہمراہ اس واقعہ میں ہتیل ہزار سوار تھے خیال یوں کیا جاتا ہے کہ چھ ہزار تو اس کے خاص ہمراہی تھے اور باقی چودہ ہزار والی مار دین اور والی حصن کھا کے آوی تھے۔

کو چکراتا ہوا اڑتا ہوا نین شوال ۱۵۵۰ء یوم چہار شنبہ کو دونوں فوجیں تل سلطان پر  
 پہنچ گئیں۔ صبح ہوتے ہی طرفین نے تلواریں کھینچ لیں۔ ایک دوسرے دست و  
 گریبان ہو گئے۔ لاکھوں سالوں میں پہلے ہمارے فتح نصیب سلطان ہی کو ناکامیابی  
 اپنا موہنہ دکھلایا تھا۔ چنانچہ اسکے سیرہ کو جسکا کمانڈنگ آفسر زین الدین  
 سیف الدین کے سینہ سے جسکا آفسر مظفر الدین تھا ایسی کچھ نہ میت ہوئی  
 جس سے یہ امید کجا سکتی تھی کہ سیف الدین کو پوری پوری کامیابی حاصل  
 ہو گئی لیکن سلطان کے بشاش چہرہ پر اس واقعہ سے شکن تک نہ آیا اور اسکے  
 مطمئن قلب پر اس غیر متوقع حادثہ کا کچھ اثر پڑا فوراً اس نے اپنے پرجوش تقریر  
 منتشر جماعت یا منہزم گروہ کو پھر جمع کر لیا اور ایسا قوی حملہ کیا کہ فریق مخالف کے  
 قلب کا پاؤں ڈگ گیا۔ سیف الدین غازی سخت نہایت کے ساتھ  
 پسپا ہو کر لڑائی کے میدان سے ایسی بے سرو سامانی و اضطراب سے بہا گیا کہ  
 یہی نہ ٹھہر سکا دریائے عبور کے موصل کی طرف روانہ ہوا اور فخر الدین اور  
 عبدالسمیع وغیرہ کو جو کہ سیف الدین کے امراء کبار سے تھے اور اس لڑائی  
 اپنی تیرہ بھتی سے گرفتار ہو گئے تھے سلطان نے آزاد کر دیا۔ ان کے ساتھ وہ  
 برتاؤ نہیں کیا جو کہ غیر قوم کے قیدیوں کے ساتھ برتے جاتے تھے اس سے  
 ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ سلطان ان خانہ جنگیوں میں ست اندازی  
 کسی ذاتی منفعت کے خیال سے نہ کرتا تھا بلکہ بظرف حفظ بیضہ اسلام انہیں  
 جہگڑوں میں چندے مہمک رہا۔

سلطان نے بعد نہایت سیف الدین غازی بخشنہ کا بقیہ دن

تل سلطان ایک مقام کا نام ہے اس میں ایک سولے فندق نامی تھی۔ حلب سے ایک منزل  
 دمشق کے جانب واقع ہے۔

فتح منج  
 و اعزاز



تو اسی جنگ گاہ میں گزرانا دوسرے روز فجر ہوتے ہی شہر منج اور قلعہ اعزاز  
کی طرف بڑھا۔ منج تو دو ہی چار خفیف لڑائیوں کے بعد مالک محروسہ سلطان  
داخل ہو گیا اور والی قلعہ قطب الدین بنال منجی گرفتار رہی ہو کر آیا اور  
آزاد رہی کر دیا گیا۔ باقی رہا قلعہ اعزاز اسکو بھی بعد متعدد لڑائیوں اور  
اڑتیس یوم کے محاصرہ کے اگیارہویں ذی الحجہ ۸۵۷ھ کو اہل قلعہ نے امان کے  
ساتھ قلعہ کو ہمارے فتح نصیب سلطان کے سپرد کر دیا۔

حلب کا  
دوبارہ  
محاصرہ  
اور فتح

اس خداداد کامیابی کے بعد تیسرے روز ۱ ذی الحجہ ۸۵۷ھ مذکور کو  
قلعہ اعزاز سے روانہ ہو کر سو لہویں تاریخ کو حلب کا دوبارہ محاصرہ کر لیا یہ  
وہ وقت تھا کہ الملک الصالح اسماعیل سے اپنی فوج کے اسکے قلعہ میں تھا۔  
۱۵ یونیویں ۸۵۷ھ تک برابر کچھ نہ کچھ کم زیادہ لڑائیاں ہوتی رہیں گو  
لڑائی کی ظاہری صورت تو یہی کہہ رہی تھی کہ نہ تو ہمارا نامی اسلامی ہیرو  
محاصرہ سے دست کشی کریگا اور نہ الملک الصالح اسماعیل مقابلہ سے باز آسکا۔  
فریقین نے اپنی اپنی قسمت کا فیصلہ اسی لڑائی کے خاتمہ پر منحصر کر دیا ہے  
لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ جب تک طرفین میں دم باقی رہتا ہے جواب ترکیب کی  
ایک دوسرے کو دیتے جاتے ہیں اور جہاں اوئیں سے کیسی قوت اٹھتی تھی وہی

سلطنت منج قدیم شہر ہے اسکی بہت ہی وسیع آبادی ہے۔ فرات سے ساٹھ چار کوس اور حلب سے  
بندرہ کوس کے فاصلہ پر ہے۔

۸۵۷ھ اعزاز و عزاز ایک چھوٹا سا شہر لیکن نہایت ہی شاداب حلب کے شمال غرب میں چند میل کے مصلو  
واقع ہے اس میں ایک قلعہ ہی ہے۔ آب و ہوا یہاں کی اس قدر عمدہ اور صحت کہ حشرات الارض کا  
وجود تک نہیں پایا جاتا۔

۸۵۷ھ قطب الدین اس واقعہ کے بعد سیف الدین غازی کے پاس ہوسل چلا گیا۔ اس نے قطب الدین  
رقہ کا حاکم کر دیا۔

فوراً امان طلب کرتے ہیں یا صلح کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں چنانچہ کلہہ تک بلوگ  
 یہی دیکھتے آئے ہیں کہ الملک الصالح اسمعیل کمال مردانگی سے اپنے مقابل کا  
 مقابلہ کر رہا تھا حریف کے قوی سے قوی حملوں کا جواب اویسی استقلال  
 دیتا جاتا تھا جس استقلال کی اوس سے امید کیجا سکتی تھی اور آج ۲۷ھ ہجری  
 پہلے مہینہ کی بیسیوں تاریخ کو صلح کے پیام پہنچ رہا ہے مردانگی کا یہہ اشارہ ہے  
 کہ جو کچھ یہہ مقابلہ سے قدم نہ ڈگنے پائے اور قوت کا یہہ حال ہے کہ لحظہ بظہ  
 گھٹتی جاتی ہے ہمارے سلطان کو کچھ اس سے ذاتی خصوصیت تو تھی نہین  
 اور نہ وہ خود پسند سلاطین کی طرح اپنے نفس کا پابند تھا دو چار بار رد و قبول کے  
 بعد اس نے الملک الصالح کی درخواست قبول کر لی اور باہم مصافحہ ہوئی  
 قبل اسکے کہ سلطان حلب روانہ ہو کر بلاد اسماعیلیہ کو پہنچی مردانگی  
 اور قوت کی ایک خفیف سی جہلک دکھلاتا ہوا مصر کے طرف مراجعت فرمائے  
 مرحوم الملک العادل نور الدین زنگی کی ایک گھسن لڑکی کی عجب نہین کہ  
 اس میں اوس کے بہائی الملک الصالح اسمعیل کا اشارہ ہو سلطان فی خمین کی  
 سلطان نے جیسا کہ مناسب تھا اوسکی خاطر داری کی اور بہت کچھہ اوسکو  
 تحفے تحائف دیئے۔ اسپر بھی اوسکے فیاض دل کو صبر نہ آیا تو کمال ملاطفت سے  
 استفسار کیا ما تریدین (کیا چاہتی ہو) لڑکی دبے ہوئے الفاظ میں  
 فقرہ ”ارید قلعة اعزاز“ (میں قلعة اعزاز چاہتی ہوں) پورے طور سے نہ ادا کرنے  
 پائی تھی کہ اس دریا نوال سلطان نے خوشی اور مسرت کے لہجہ میں سہتہا کیا

سلطان کی  
 فیاضی

سلا فریقین میں بچلہ شریط صلح یہہ ہی قرار پایا تھا کہ ہر ایک دوسرے کا دریا لیکہ کوئی غیو حملہ  
 کرے معین و مددگار نہ ہوگا۔ اس طرح میں الملک الصالح اسمعیل ہی اکیلا نہ تھا بلکہ سیف الدین  
 صاحب موصل اور صاحب حصن کیفا اور والی مالدین بھی شریک تھے۔

مین نے اوسکو یعنی قلعہ اعزاز کو بچے دیدیا کہہ کر اوسکی اوس شہر مندرگی کو جو کہ ہر شریف کے چہرہ سے سوال کیوقت عرق ہو کر نمایاں ہوتی ہے دوڑیا اور اوس کے دوسرے ہی دن سنان سرگروہ اسماعیلیہ کو اوس کے اوس پیشقدمی کا جسکا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں ذایقہ چکھانے کے غرض بلا واسماعیلیہ کی طرف بڑھا۔

مضیات  
حملہ درخ

سب سے پہلے قلعہ مضیات کا جو کہ بلا واسماعیلیہ کے مستحکم قلعوں میں شمار کیا جاتا تھا محاصرہ کیا چاروں طرف سے مخفیین نصب کیے سلطان کا اقبال باؤ از بلند بکار بکار کہہ رہا تھا کہ صبح ہونے ہی زیادہ برین نیست ظہر کے وقت تک اسکی کامیابی کا پہرہ اس قلعہ پر بھی اوڑا دیا جائے گا لیکن سنان حاکم قلعہ نے شہاب الدین الحارثی صاحب حماہ کے ذریعہ جو کہ سلطان کا مامون تھا فوراً مصاحت کر لی اور اس قلعہ کی بلند فسیلوں کو سلطانی بہادروں کے ہاتھوں زیر و زبر نہونے دیا۔

سلطان نے  
مصر کی طرف  
موجہت کیا

اس واقعہ کے بعد سلطان کو مصر کے تعلقات نے ایسا برداشتہ خاطر کیا کہ دور وز کی مسافت ایک روز میں طے کرتے ہوئے ماہ ربیع الاول ۶۰۲ھ ہجری کے نصف اول ہی میں مصر کی خوشنما سین کو دیکھ لادیا مصر کو

۵۷ یہ ایک شہر قلعہ قریب طرابلس کے ساحل پر واقع ہے۔ شہر حماہ اور حمص اور مضیات بشکل مثلث ایک دوسرے سے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر ہیں مشرقی زاویہ پر حماہ ہے اور زاویہ جنوب شمال مضیات ہے اور جانب غرب جنوب حمص ہے۔ شہر مضیات بھی نہایت شاداب اور زرخیز ہے یہی شہر حماہ اسماعیلیہ کا مرکز تھا۔

۵۸ مخفیاتی باغیغہ فاضل دہندہ گوہینا اسکوکیم از شہد شس یونانی نے ایجاد کیا تھا قلعہ کی فصیولوں اور دیواروں کے توڑنے میں یہ کام آتا تھا۔

کمال جوش و خوشی سے اپنے فتح نصیب سلطان کا پیغمبر مقدم کیا سلطان نے اسی  
سنہ میں مصر اور قاہرہ کے شہر بنیہ بنانے کا حکم دیا اور جبل مقطم پر قلعہ بنایا  
بنیادی پتھر اپنے مبارک ہاتھ سے رکھا۔ ماہ جمادی الاول ۷۵۵ھ ہجری کی  
پہلی یا دوسری تاریخ تھی کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب ایک  
مدرسہ اور ایک بیمارستان (یعنی شفا خانہ) قائم کیا۔ اور ان دونوں کے  
مصارف کے لئے بہت بڑی جائداد وقف کر دی۔

ہمزیت ملے

انہیں کامیابیوں کے سلسلہ میں ہم اوس عارضی ناکامی کو بھی بیان  
کئے دیتے ہیں جو کہ کمبخت ایزدی مقامِ رملہ میں ہمارے نامی سلطان کے  
لشکر ظفر پیکر کو ہوئی تھی اگرچہ اس ناکامی کو اپنے سابق حالات سے نہ تو اعتبار  
سنہ و سال غفلت ہے اور نہ باعتبار دیکھی و کامیابی کچھ سروکار ہے لیکن  
دنیا میں یہ ہوتا ہی چلا آتا ہے ہمیشہ لڑائیوں میں جو شخص فتح نصیب پاتا ہے  
اوسیکو گاہے گاہے شکست بھی ہوا کرتی ہے یہ کچھ ضروری نہیں ہے  
کہ جو شخص برسرِ حق ہو ہمیشہ اسی کو کامیابی ہو کہی عارضی غیر ضروری  
ناکامی بھی ہو جایا کرتی ہے بقول شخصہ

کرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں \* وہ طفل کیا کرے گا جو گھنٹن کے بل چلے  
اگر عارضی طور سے کہیں کسی لڑائی میں ہمارے نامی سلطان کو ناکامی بھی

ملے اس قدر کا دورا و فتنہ ہزارین سو دراع باغی تھا یہ سلطان کے انتقال کے وقت تک اس میں برابر لگی رہی  
سنہ ۸۵۹ھ کے اخیر میں اس کی عمارت تمام و کمال تیار ہو گئی۔

سنہ ۸۵۹ھ کا ایک شہر ہے سرزمینِ فلسطین میں سلیمان ابن عبد الملک اموی نے اسکو لوٹ لیا تھا عزیز لکھتا  
کہ رملہ فلسطین کا ایک بڑا شہر بیت المقدس سے ایک روز کے راستہ پر۔ رملہ کو اس نے قدیم  
شہر دن میں نہیں شمار کیا بلکہ اوسکا یہ خیال ہے کہ گدہ پورا نا شہر تھا جسکو سلیمان ابن عبد الملک اموی  
دورانِ کر کے قین کو اس کے فاصلہ پر جانبِ مغرب رملہ کو آباد کیا۔

ہوئی تو کیا۔ یہ کچھ اوسکی لشکریوں کی پست بہتی یا بزدلی پر دلالت نہیں کی سکتی۔  
جس نے ہمیشہ مقصود و کامیابی کے ہرے بہرے باغ شکر گزاری کے ساتھ  
دیکھے ہونگے وہ اوسی چھپی سے ناکامی و نامرادی کے سُنسان میلہ کی بھی  
کمال صبر و شکر سے سیر کرے گا۔ آئے ایکوہم رملہ کی لڑائی کا دلچسپ بیان کہلائے  
ماہ جمادی الاول ۷۳۵ھ کے دوسرے عشرہ کے اخیر میں ہمارا نامی

سلطان مصر ایک جمعیت کے ساتھ بلاد نصاریٰ کی طرف روانہ ہوا۔  
جو بیسیوں جمادی الاول کو اطراف عسقلان میں پہونچا خاطر خواہ لشکریوں  
کسی قریہ کو لوٹ لیا کسی کو برباد و ویران کر دیا۔ اکثر کو قید اور بوضوں کو  
قتل کیا لیکن نصاریوں میں سے ایک منفس بھی اپنے صلیبی بھائیوں کی مدد کو  
برسرِ مقابلہ نہ آیا عساکر اسلامی ایک تو خود ہی قلیل تھے دوسرے مختلف  
مقامات کی طرف منتشر ہو گئے چنانچہ سلطان صلاح الدین بھی تہوڑے  
جوانوں کو ہمراہ لئے ہوئے رملہ کے طرف جارہا تھا ہنوز نہ ہرے عبور بھی  
نہ کرنے پایا تھا کہ سچی لشکر صلیبی پہرے لئے ہوئے دست بدست لڑنے کو  
مقابلہ پر آگیا سب پہلے عساکر اسلامیہ سے جواڑنے کو لڑائی کے خوفناک آئین  
آیا وہ محمد ہمارے سلطان کا ہیبتنا تھا اور مقدمتہ الجیش کا کمانڈنگ افسر تھا۔

اس نے کامل چار گھنٹے تک اپنے حریف کا مقابلہ کیا پانچواں گھنٹہ شروع ہی  
ہوا تھا کہ محمد تو شہید ہوا اور احمد ابن تقی الدین اسلامی پہرہ لگے ہوئے  
کمال تیزی اور شوق سے قدم بڑھائے ہوئے آگے بڑھا احمد ابن تقی الدین  
کچھ تجربہ کار سن رسیدہ آدمی نہ تھا بلکہ ہمارے خیال میں اوسکا بچہ رطو سے

سلطان تقی الدین ایک دوسرا کاشہنشاہ نامی کو فصلیون نے دُہوکا دیکر قید کر لیا تھا سارے جہاں  
سلطان نے کثیر السعدا روپیہ دیکر چھوڑا یا تھا۔

شباب ہی نہیں آیا تھا البتہ اس کے سُنچ چہرہ پر سیہ قد خطوط نمایاں ہو چلے تھے۔ اس نے اپنے اون دو لون جلون میں جو کہ بقوت تمام سچی فوج پر کر کے ایسے ملک میں پہنچ گیا جہاں کہہ ہی کسی قسم کی لڑائی کی ہو ابھی نہ جاسکے گی یہ ثابت کر دیا تھا کہ باوجود حداقت حسن کے مردانگی و افکار سی ہنر و آزمائی میں اپنا آپ ہی نظیر تھا۔

پرنس ارتاٹ (آرنلڈ) نے جو کہ صلیبی لشکر کا افسر اعلیٰ تھا بعد اس واقعہ کے گھبرا کر ایک مجموعی قوت سے ایسا قوی حملہ کیا کہ اسلامی عساکر کے کچھ لوگ تیرہ سے تین سو اور تیرہ سے تیرہ سو میں خلط ملط ہو گئے اور کچھ ایسے حواس باختہ ہو گئے کہ ان کے قدم ہست قامت ڈگ گئے سلطان نے ہر چند کوشش کی کہ بہر منہزم گروہ لوٹ آئے۔ حریف مقابل سے بزور قوت نمایاں کامیابی حاصل کرے لیکن کچھ ہی کارآمد نہ ہوئی۔ جب تک آفتاب اپنی تیز روشنی سے عالم کو روشن کرتا رہا اسلامی ہی تیزی سے قدم بڑھائے ہوئے چلے جاتے تھے نہ کسی سے انکو راستہ دریافت کرنے کی ضرورت تھی نہ انکو خود ہی راہ بھول جانے کا اندیشہ تھا لیکن جیسے ہی شب نے آفتاب کو اپنی گود میں لپیٹا اور تاریکی نے عالم سے روشنی کا نام تھوڑی دیر کے لئے کافور کر دیا بہر پچار جنہر نہر ہمت کی نئی آفت بڑی ہتی راستہ بھول گئے انشاء راہ میں بڑی بڑی دقیقین اوٹھانی بڑین کچھ توقلت رسد کے نذر ہو گئے اور بعض مہلک مرض ہو کر ہمیشہ کے لئے مصائب سفر و مقابلے بچکے سیکڑوں بار برداری کے خچر سواری کے گھوڑے بے دانہ گھاس مر گئے ماہ جمادی الثانی ۵۳۳ھ کا نصف اول گزر چکا تھا کہ سلطان سعد اول لشکر لون کے جو کہ مقابلہ اور مصائب باقی رہ گئے تھے خچر شبنہ کے روز قاہرہ میں داخل ہوا۔

شکر کا وہ حصہ جو کہ سلطان ہی سے علیحدہ ہو کر اطراف و جوانب میں پھیل گیا تھا اور اس کا افسر فقیہ عسسیٰ ہکاری تھا وہ بخوف و خطر بلاد نصاریٰ میں چلا جا رہا تھا۔ ہنوز کسی کامیابی کے میدان میں نہ پہنچنے پایا تھا کہ اس کا بھی مقابلہ نصرائیوں کے ایک ایسے گروہ سے ہو گیا جو کہ اس سے سہ چند چار چند تھے پہلے ہی حملہ میں مسلمانوں کے پانوں اکٹھے جنگی قسمتوں میں تقسیم ازل نے شہادت کلمہ دی تھی وہ تو شہید ہوئے اور جنگے نصیب میں قید ہوئے۔ ہنوز نصرائیوں کے پنجہ غضب میں پڑ گئے۔ محمد و چند جان بچا کر مصر پہنچے۔ سلطان نے دو برس کے بعد ساٹھ ہزار دینار کے فقیہ عسسیٰ کو معہ اون مسلمانوں کے جنکو کہ اس واقعہ میں نصرائیوں نے قید کر لیا تھا رہائی دلائی۔

سلطان نے خود اس واقعہ کو اجمالاً اپنے اوس خط میں جو کہ اس مصر سے شمس الدولہ تورانشاہ کے پاس دمشق کے طرف پہنچا تھا اس طرح ذکر کیا ہے کہ "مقداد اشرفنا علی الہلال غیر مرۃ وما انا اننا اللہ سبحانہ منہ الا اصریرید لا سبحانہ"۔ یعنی ہم مکرر ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تھے اللہ نے اوس سے ہم کو ہین نجات دی مگر ہم کہ کسی کام کے غرض سے جس کا وہ قصد رکھتا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابوالکرم معروف بہ ابن اثیر جزیری صاحب تاریخ کامل نے اس خط کو خود اپنے آنکھوں سے دیکھا ہے۔

نصرائیوں نے  
حماء پر حملہ کیا  
اور ناکام ہوئے

اس واقعہ غیر متوقعہ کے بعد ہی نصرائیوں نے دومرتبہ حماہ پر حملہ کیا اور دونوں بار ناکامی کے ساتھ پسپا ہوئے ایک تو ماہ جمادی الاول ۵۵۷ھ میں جبوقت کہ سلطان بعد ہزیمت رملہ مصر کی طرف جا رہا تھا اور ظاہر

اس حملہ کا سبب یہی کجخت ہزیمت ہو سکتی ہے اور دوسرے بار ماہ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں شام کے نصرائیوں نے با اتفاق حماہ پر فوج کشی کی۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطان مصر بقصد دمشق روانہ ہو کر حمص کے قریب پہنچ گیا گیا تھا۔ سلطان پہلے حملہ میں نصرائیوں کے جواب دہے کو پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔ باقی رہا یہہ دوسرے حملہ اس میں گو یہہ ممکن تھا کہ سلطان خود اس طبعی گردہ مقابلہ کرتا لیکن اس کو اس امر کی ضرورت ہی نہ ہوئی حماہ کے اسلامی لشکر نے نصرائیوں کے دانت کھینے کر دیئے اور بہت بڑے نقصان کے ساتھ ان کو پسپا کر کے اون سلمانوں کو جنکو نصرائیوں نے حماہ کے قرب وجوار کے قصبہ سے گرفتار کر لیا تھا چھوڑا لیا اور ان کے مقتولوں کے سر دن کو سلطان کے خدمت میں حمص میں پہنچا دیا۔

اسی ۵۷۵ھ میں شمس الدین محمد بن عبد الملک المقدم اور ہمارے نامی سلطان سے سید قدر کیا بہت بڑی ناصافی ہو گئی تھی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ جو وقت سے سلطان نے بعلبک کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا تھا اس وقت سے بعض حسن خدمت و اطاعت بعلبک کی حکومت شمس الدین محمد ہی کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اسی اشارہ میں کہ ہمارا نامی یہہ حمص کے قریب مقیم تھا کہ شمس الدولہ محمد بن ابوبکر اپنے بہائی ہونہار سلطان بعلبک کی حکومت کی خواہش ظاہر کی سلطان نے شمس الدین حاکم بعلبک کو یہہ لکھا کہ بعلبک تو تم شمس الدولہ کو دید و اور ہم تمکو اس کے عوض میں جس شہر کی تم حکومت پسند کرو گے بے تامل دیدینگے۔ شمس الدین معلوم نہیں کس خیال میں تھا سلطان کے اس کہنے پر کچھ بھی ملتفت نہ ہوا۔ نتیجہ اسکا یہہ ہوا کہ سلطان نے بعلبک کا محاصرہ کر لیا گو بعد چند سلطان

سلطان  
اور والی  
بعلبک  
کی ناصافی  
اور غافل



تو دوسرے طرف چلا گیا لیکن جھڑپ نہ ہو رہی۔ آخر الامر شمس الدین نے صلح کے  
پیام بھیجے اور معافی چاہی سلطان نے بوجہ صفائی باطنی صلح کر کے بعد لکھنؤ  
شمس الدولہ کے سپرد کر دیا اور شمس الدین کو بجائے اس کے دوسرا شہر  
مرحمت فرمایا۔

نصرائیوں نے  
شہر دمشق پر  
حکمہ کیا اور  
نا کام رہے

نصرائیوں نے پہر اسی ۷۷۵ھ کے اخیر ماہ ذیقعدہ میں ایک جمعیت کثیرہ  
سے شہر دمشق پر حملہ کیا۔ اطراف و جوانب شہر دمشق کے جو قصبہ اور چھوٹے چھوٹے  
گاؤں تھے ان کو لوٹ لیا۔ مسلمانوں کو قتل و قید کرنا شروع کر دیا سلطان  
نے ایک سترہ فوج بسر کر دی اپنے بھتیجے فرخ شاہ کے بطور مقدمہ الحشد کے  
روانہ کیا اور بتا کیا سمجھا دیا تھا کہ جس وقت نصرائیوں کے قریب پہنچ  
جائے گا فوراً اطلاع دینا کہ میں خود مقابلہ پر تیار بیٹھا ہوں۔ اتفاق کچھ ایسا ہوا  
کہ فرخ شاہ ایسے حالت میں نصرائیوں سے مدبھیڑ ہو گیا کہ اس کو اطلاع کا  
موقع نہ ملا۔ طرفین سے تلواریں کھینچ گئیں موت سرون پر کھیلنے لگی۔ اس لڑائی  
میں عجیب تھا کہ بوجہ قلت جماعت مسلمانوں ہی کی شکست ہوئی لیکن فرخ شاہ  
کے توانا بازوں اور اوس کے مضبوط دل نے ایسا حکمہ کیا کہ نصرائیوں کے  
باؤں اوکھڑ گئے۔ اس لڑائی میں نصرائیوں کے بڑے بڑے دلاور نذر آئے  
مارے گئے بچھڑاؤئے ہتھیاری بھی جو کہ شجاعت و دلیری میں ضرب المثل تھا کام آیا۔  
غالباً آبلوگوں کے اذان میں بیہ خطرہ گزر رہا ہو گا کہ ہمارا سلطان بعلبک سے  
روانہ ہو کر سفر جارہا، اور اس کا ارادہ کیا ہے انہیں خانہ جنگیوں کے رفع دفع کرنے کے  
تیز سے قدم اوٹھکا چلا جاتا، یا کہ نصرائیوں کے آتش فتنہ و فساد کو فرو کرنے کے عوض دودھ کی نالی کی مانند  
اس کا نام رہا ڈی پٹیلان تھا فرانس سے لوئیس کی فوج کے ساتھ ایشیا میں آیا تھا اور رینڈوالی علاقہ کی فوج  
میں لوگوں کو جب رینڈ ایک لڑائی میں مارا گیا تو اس کی بی بی نے اس کو اپنی شوہریت کیلئے منتخب کر کے اس کے ساتھ  
عقد کر لیا تھا۔

طے کرتا ہے اور یا سوائے اسکے اور کوئی ضرورت پیش آئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں  
 کہ آپ لوگوں نے کسی قدر عجلت سے کام لے لیا ورنہ ہم تو یہہ بتلانیوالے ہی تھے  
 کہ ہمارا سلطان بعلبک کو بجالہ محاصرہ میں چھوڑ کر بانیاس کی طرف جارہا ہے۔  
 وجہ اسکی یہہ تھی کہ نصرائیون نے بانیاس کے قریب ایک جدید قلعہ  
 بنوا لیا تھا جو کہ آئندہ بیت المقدس کے فتح کرنے میں کسی قدر خلل انداز ہو سکتا تھا  
 اسوجہ سے سلطان بعلبک کا حصار چھوڑ کر بانیاس کی طرف قتل و غارتگریا ہوا  
 بڑا۔ ہمارے اس کہنے سے کہ اثناء راہ میں نصرائیون کے قصبات اور چھوٹے  
 چھوٹے مواضع کو سلطانی لشکر غارت و برباد کر رہا تھا یہہ نہ سمجھ لینا کہ نصرائیون  
 بلا امتیاز عورت و لڑکے و بڑے کے عساکر صلاحیہ قتل کر رہا تھا بلکہ حسب تعلیم  
 شائع عورتوں لڑکوں بڑھوں سے تو کچھ تعرض ہی نہ کرتے تھے البتہ انکے  
 مردوں کو درانحالیکہ نہ وہ اسلام ہی قبول کرتے تھے اور نہ فدیہ دیتے تھے  
 قتل یا قید کر لیتے تھے غرض کہ بہت ہی قلیل عرصہ میں بانیاس پہنچ کر قلعہ کا  
 محاصرہ کر لیا۔ سنہ مذکور تو دو چار معمولی لڑائیوں میں تمام ہو گیا لیکن  
 ۵۵۵ھ کا داخل ہونا تھا کہ طرفین کے قلوب قابو سے باہر ہو گئے نصرائیون  
 ہر چہاں طرف سے حملہ شروع کر دیئے قریب تھا کہ سلطانی لشکر محاصرہ میں آجائے  
 یا کہ اپنے مورچے سے پیچھے ہٹ آئے لیکن ہمارے شیر دل فتح نصیب سلطان  
 اس آواز پر کہ الحمنہ تحت ظلال السیوف (جنت تلواروں کے سایہ  
 نیچے ہے) ہر فرد بشر مارنے اور مارے جانے پر تڑپ گیا اور ایسا قوی حملہ کیا  
 کہ نصرائیون کی جماعت منتشر ہو گئی ہزار ہا نصرائی تیغ اجل کے نذر ہو گئے  
 لاکھوں کا مال ضائع ہوا بیشمار مسیحی تیرہ بختی سے مسلمانوں کی غلامی کے لئے  
 قید ہوئے ہر جملہ اون کے والی رملہ و نابلس جو کہ نصرائیون کا بہت بڑا مدبر

پیشوا تھا اور عالم طبریہ و جمیل جو کہ نصرانیوں کے مشاہیر جنرل سے تہہ گرفتار ہو کے  
دربار سلطانی میں حاضر کئے گئے صاحب ملے تو ڈیڑھ لاکھ دینار صوریہ فدیہ دیکر  
اور ایک ہزار مسلمان قیدیوں کو آزاد کر کے قید کی ذلت سے نجات پائی اور باقی  
سب قید خانہ کے سپرد کئے گئے۔

قلعہ کے  
محاصرہ میں  
کامیابی

اس کامیابی کے بعد سلطان پہر قلعہ کے محاصرہ میں مشغول ہوا اور او کو اس  
امر کا پورا پورا یقین ہو گیا کہ نصرانی اب سہو ابھی مقابلہ پر نہ آئیں گے جہاں تک ممکن ہو  
اوس سے بھی جلد بخینقین قائم کر کے قلعہ کو زمین دوش کر دینا چاہئے لیکن  
جہا ولی سدی نے جو کہ عساکر اسدیہ کا ایک نامی افسر تھا اس سے مخالفت کی  
اور یہ مشورہ دیا کہ پہلے نصرانیوں کی قوت کو اپنے قوی حملوں سے توڑنا چاہئے  
اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو فہا ورنہ بدرجہ مجبوری قلعہ کو بخینقین کے  
ذریعے مسمار کر دینگے سلطان نے اس رائے کو پسند کیا اور اگلے دن سے حملے  
شروع ہو گئے۔ اسلامی لشکر کا ایک حصہ قلعہ کے فصیلوں تک پہنچ گیا گو نصرانیوں  
نے اونپر کھڑکیوں سے تیرباری شروع کر دی لیکن ان کے قدم ہستقامت ہاں  
نہ ڈگے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ لڑائی کا بازار بھی سرد ہو گیا سلطان نے مصلحتاً  
اس گروہ کو شب بہر اوسی مقام پر رکھا صبح ہوتے ہی سرنگ میں جو کہ ایک ہی شب  
تیار کی گئی تھی آگ مشتعل کیا لیکن قلعہ کی دیواریں چونکہ عریض زیادہ تھیں سو جب  
پہلے دن ناکامی ہوئی دوسرے روز بہت عمیق سرنگ کھودی گئی۔ اور آگ  
مشتعل کرتے ہی ایک ایسی ہیبت ناک آواز لڑنے والوں کے کانوں میں آئی کہ  
جس سے ہر شخص جس حالت میں تھا حیرت زدہ ہو سکتے کے عالم میں کڑک گیا بعد ایک  
ساعت کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو عجب دیکھا گیا کہ قلعہ کی شمالی دیوار  
زمین دوش ہو گئی ہے اور اسلامی پہرہ قلعہ کے بلند مینار پر کامیابی کی ہو این

اُوڑ رہا ہے مسلمان قیدی جو کہ اس سے پہلے نصرانیوں کے پیچھے غضب میں گرفتار ہو گئے تھے آزاد ہو کر اپنے حریف سے بدلہ لیتے ہیں نہ تو نصرانیوں کا صلیبی نشان کہیں دکھلائی دیتا ہے اور نہ اونکا وہ دم خم باقی ہے قیدیوں کو تو سلطان نے عشق کے طرف روانہ کر دیا اور خود اس موقع سے جب تک کہ قلعہ زمین کے برابر نہ کر دیا گیا اس نے کسی طرف کا قصد نہ کیا۔

اسی موقع پر پہلے امر بھی ظاہر کر دینا چاہئے کہ لڑائی سے پہلے ہمارا نامی سلطان ساہتہ ہزار دینار مصری نصرانیوں کو اس غرض سے دے رہا تھا کہ بغیر جدال و قتال اس قلعہ کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیں و یا خود ہی منہدم کر دیں لیکن نصرانیوں کو تو اپنی کثرت اور قوت پر غرور تھا اس امر پر راضی نہ ہوئے اور نتیجہ وہی ہوا جو کہ ہم لکھ چکے ہیں۔

اسی سن میں سلطان الشکر اور قلعہ ارسلان بن مسعود بن قلعہ ارسلان صاحب بلا دروم سے معرکہ آرائی ہوئی۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ نور الدین زنگی نے کنسی مانہ میں قلعہ رعیان قلعہ ارسلان فتح کر لیا تھا اور اس وقت تک شمس الدین بن المقدم اس قلعہ کا حاکم تھا۔ اندون چونکہ باہین الملک الصالح اور سلطان کے ناصافی کیا بلکہ پورے طور سے چل رہی تھی اسوجہ سے قلعہ ارسلان نے بلا سوچے سمجھے یمن ہزار کی جمعیت سے قلعہ پر حملہ کیا اور کامل طور سے محاصرہ کر لیا سلطان فوراً اپنے بھتیجے تقی الدین عمر کو اس مہم کا افسر مقرر کر کے روانہ کیا۔

تقی الدین عمر نے بہت ہی ہوشیاری سے اس مہم کو سر کیا اکثر فخریہ نہرت

قلعہ ارسلان ۵۱۵ھ میں بعد انتقال اپنے باپ مسعود بن قلعہ ارسلان صاحب بلا دروم کے سر حکومت پر

۲۷ برس تک اپنے حکومت کی اور ۵۱۵ھ میں مقام تونید یا قیساریہ میں انتقال کیا۔

۵۱۵ قلعہ رعیان شمالی جانب حلب کے واقع ہے۔

قلعہ ارسلان کی  
دستگیری

بالف مقاتل عشرین الفا (یعنی ہزار جنگی سپاہیوں کے سینے بتیں ہزار کوشکست سی) کہا کرتا تھا۔ اس کامیابی کے بعد تقی الدین اولیٰ باؤن سلطان کی طرف واپس آیا اور قلعہ ارسلان ناکامی کے ساتھ اپنے دارالحکومت کو لوٹ گیا۔

قلعہ ارسلان  
اور قزاق  
ارسلان کی  
مصاحبت

ہم پہلے کل اون امور سے جنگو آئیدہ تحریر کرنے والے ہیں یہ بات ظاہر کیا جاسکتے ہیں کہ نور الدین قزاق ارسلان کو تھوڑے دنوں سے جموں کی عورتوں کی طرف کچھ ایسا میلان ہو گیا ہے کہ اس نے اپنی منکوحہ بی بی ہی کو ہنسن چھوڑا بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کو ہی بھولا دیا ہے یقیناً اس وجہ سے قلعہ ارسلان والی بلاد روم نہ محض اس خیال سے کہ قزاق ارسلان اس کی لڑکی کی طرف ملتفت نہ ہیں ہوتا بلکہ وہ چونکہ از خود رفتہ ہوتا نظر آتا ہے اون بلاد کے واپس لینے پر آمادہ ہو گیا ظاہر یہی قومی سببان خسرو دامادین ناصانی کا ہوا ہے اور رفتہ رفتہ ناصانی اس درجہ پہونچ گئی کہ سلطان کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا۔

سلطان کو پہلے ہمیشہ یہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس معاملہ میں قلعہ ارسلان کی زیادتی ہے۔ یہ قزاق ارسلان کو کسی پولیٹیکل خیال سے معزول کیا جاتا ہے اور اس شبہ کے پیدا ہونیکا موقع بھی تھا کیونکہ سلطان کے خدمت میں قزاق ارسلان کا قاصد پہلے ہی داویلا و امصیتاہ کرتا ہوا حاضر ہوا اور قلعہ ارسلان کی ایک ایک زیادتیوں کی تصویروں کے چکر دکھلا دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سلطان قلعہ ارسلان کے مقابلہ پر تڑپ گیا لیکن جسوقت ہمارا نامی سلطان ملطیہ کے حیدر پہونچا قلعہ ارسلان کا ایک محمد امیر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور قزاق ارسلان کا سارا حال عرض کر دیا۔

سلطان کے آنکھوں میں اون حالات کے سننے سے جس قدر قزاق ارسلان کی صوت ناپسندیدگی کے لباس میں بد نما نظر آئی ہوگی اس کا اندازہ تو ہر شخص

کر سکتا ہے ہم اس واقعہ کے تفصیلی حالات سے قطع نظر کر کے مختصر اس قدر تحریر کیا چاہتے ہیں کہ قزاق سلطان نے سلطان کے دباؤ سے گل اور حرکت کر لیکہ وہ افعال ذمہ سے جسکی لذت و اسکو بہم پا پڑیں پہلی پڑی تھیں تو یہ کیا اسیدو جیسے سلطان کو ان معاملہ میں دست اندازی کی ضرورت پیش نہ آئی معاملہ کارنگ ہی بدل گیا سبے سب اپنے اپنے ممالک محروسہ کے طرف لوٹ گئے۔

اس اثنا میں کہ سلطان کو سید رخانہ جنگیون اور اہتمام و انصرام ممالک محروسہ فراغت حاصل ہو چلی تھی اور اس کے خیال میں وہ دن بہت ہی قریب آ گیا تھا جو کہ ازل ہی سے اس کے کامیابی کے لئے لکھہ دیا گیا تھا لیکن ضرورتاً تھوڑی دیر کے لئے جس طرح ہمارا نامی سلطان کر کے غیرہ کے حملوں سے پہلے بلا قلعہ ابن لیون ارمنی کی طرف متوجہ ہو گیا ہے اور جس طرح ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا نظریہ بنی ایک سرسری نظر سے اس میں کو بھی دیکھ لینگے جس میں کہ قلعہ ابن لیون ارمنی کو پہلے پہلے ترکمانوں پر قتل و غارت کے ہاتھ صاف کر رہا تھا اور اب چند دنوں کے بعد اس کا ملک ہمارے نامی سلطان کے لشکر کا تختہ مشق بن رہا ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ پہلے ابن لیون نے حسدی ترکمانوں کو بلکہ جاز دیدی تھی کہ بلا خوف و خیال خطر اس کے ملک کے سرسبز میدان میں یہ لوگ اپنے مویشیوں کو چرائیں لیکن بعد چندے ابن لیون نے غدارانہ شروع کر دی ترکمانوں کے مویشیوں کو چہین لیا بعضوں کو قتل اور اکثر کو قید کر لیا چارنا چار سلطان کو اسکی سرکوبی کی طرف مائل ہونا پڑا۔

سلطان کا پہلا مقام قرئی حصار پر ہوا۔ اگلے دن منزل بمنزل کوچ کرنا جسوقت کہ نہر ارضی پر پہونچا جو کہ مابین ہمہ و حصن منصوبہ واقع ہے جلی لشکر بھی آگیا۔ ایک روز اس مقام پر قیام کر کے بعد ترتیب فوج نہر سو کی طرف روانہ ہوا

ابن لیون  
ارمنی کی  
سرکوبی

نہر اسود کے کنارے کناے چھوٹے چھوٹے بہت شہر آباد تھے اور وہ کل ابن لیون کے مقبوضات میں شامل تھے سلطان لشکر جسوقت انکو تخت و تاراج کر رہا تھا لیون نے قبل اسکے کہ مقابلہ پر آئے اوس قلعہ کو جو کہ نہر اسود کے کنارے ایک چھوٹی سی پہاڑی نہایت مضبوط بنا ہوا تھا اس خیال سے کہ مسلمانوں کے قبضہ میں پہلے یاد قلعہ نہ آجائے ویران کر رہا تھا قلعہ کے شمالی دیوار قریب قریب زمین دوش ہونے کے ہو گئی تھی کہ سلطان کو اس خبر نے فوراً اس قلعہ پر پہونچا دیا قلعہ کی شمالی دیوار زمین دوش ہو ہی گئی تھی اسلامی لشکر قضاے میم کی طرح برہنہ خون اشام تلوار پہنچے ہوئے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے اور قلعہ ابن لیون ارمی کے جانبازوں کے کچھ ہی نہ بن آئی سیکڑوں کو تہ تیغ کیا اور ہزاروں کو گرفتار کر لیا ابن لیون نے صبح ہوئی ہی سلطان کی خدمت میں یہ یہ پیام بھیجا کہ ہم حرکاتوں کو موخر کر کے اسباب مولشیوں کے آزاد کے دیتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اپنے ممالک محروسہ کی طرف واپس چلے جائیے سلطان نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور آخر ماہ جمادی الثانی ۷۵۶ھ میں توبہ صاحت مصر کی طرف واپس ہوا۔

الملک الصالح کا  
انتقال اور  
سلطان کا  
آخری سفر  
شام کو

مصر میں سلطان کو پہونچے ہوئے کچھ زیادہ دن نہ گزرے تھے اور نہ چند ان بفرمی سے دم لینے پایا تھا کہ یکایک الملک الصالح اسماعیل کے انتقال اور عیسائیوں کی مداخلت اور حملوں کے خوف نے اوس خیال کو جو کہ اسکے مبارک دماغ میں ثابت فتح بیت المقدس سما یا ہوا تھا منتشر کر دیا چار ناچار انہیں خیالات اور ضروریات کی وجہ سے پہر اسکو ممالک شام کے طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اخیر ماہ محرم ۷۵۶ھ کے کسی تاریخ میں مصر سے روانہ ہو کر بیروت عین عیسائیوں سے لڑتا ہوا ۷۵۶ھ صفر سنہ مذکور کو دمشق

۷۵۶ھ ۳۔ ربیع الثانی ۷۵۶ھ کو الملک الصالح اسماعیل کا بعارضہ قلعہ انتقال ہوا۔ ۲۰ شعبان کو عزالدین مسعود بن قطب الدین اسکا جانشین ہوا۔ اور پانچویں شوال کو بسنے الملک الصالح کی بکان عقد کر لیا۔

میں پہونچا بظاہر اس کو موصل پر حملہ کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن شاید ناظرین کی نظر اہل موصل کے ان حرکات پر نہیں پڑی کہ یہ لوگ نصرانیوں کی سلطان کے مخالفت پر اُکسارہے ہیں ساتھ ہی جینے کو کہہ رہے ہیں مالی مدد پہونچانے کا وعدہ و ثوق کے ساتھ کئے جاتے ہیں اگرچہ بظاہر اوس عہد نامہ کی بھی پابندی کر رہے ہیں جو کہ بحالت حیات الملک الصالح اسماعیل وقت محاصرہ حلب ہوا تھا لیکن درحقیقت عہد شکنی کا اعلان ہوا سلطان کے کانوں تک اس خبر کا پہونچنا تھا کہ آگ بگولا ہو گیا اوس نے پورا پورا ارادہ کر لیا کہ عیسائیوں کی لڑائیوں کے ساتھ ان ناعاقبت اندیش امیروں کو بھی سر کرتا جائے جو کہ باوجود دعوائے اسلام مسلمانوں کے عہد شکنی کرتے ہیں اور عیسائیوں کے سازش رکھتے ہیں ۱۸ جمادی الاول کو دمشق سے روانہ ہو کر حلب میں پہونچا۔ یہاں تین روز بغرض تحقیق و انکشاف حال ٹھہرا ۲۱ ماہ مذکور کو دریا فرات عبور کر کے مظفر الدین صاحب حرّان سے ملتا ہوا ۱۱ رجب سنہ مذکور یوم پنجشنبہ کو موصل کے قریب پچکر کامل طور سے اوس کا محاصرہ کر لیا۔

شہر موصل چونکہ بہت بڑا عظیم الشان شہر تھا اس وجہ سے سلطان کو یہ خیال نہ ہوا کہ موصل کا سر دست آسانی سے فتح ہونا تو مشکل ہے البتہ اس ذریعہ سے کامیابی ہو جائیگی کہ حصار اوس کا بدستور رکھا جائے اور اسکے گرد و نواح کے قلعہات و بلاد پر حملہ کر کے مقبوضات میں شامل کر لئے جائیں تاکہ آئندہ خانہ جنگیوں اور اندرونی نقصانات سے فراغت حاصل ہو جائے چنانچہ اسی خیال سے موصل کو بحالہ محاصرہ چھوڑ کر ۱۶ شعبان کو سنجاک کے بیطرف بڑھا۔

موصل کا  
محاصرہ

اس موصل ایک بہت بڑا شہر جو شہر جد کے کنارہ پر واقع ہے اسکی وجہ تسمیہ بعض تو یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ شہر جزیرہ اور عراق کے حد و دھلا ہوا ہے ہوجہ سے اس کو موصل کہتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس شہر کو موصل نامی ایک بادشاہ نے اپنے نام سے آباد کیا اسکے ایک طرف تو دجلہ ہے اور مشرق کی طرف بنوی ہے وسط شہر میں جرمین نبی کی قبر ہے مابین اسکے اور بغداد کے شتر اکہتر کوس کی مسافت ہے۔



فتح سجار

اہل سجار نے شہر کے دروازے بند کر لئے چودہ روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی  
انجام کار ۲۔ رمضان شمسہ ۸ کو سجار کا لکھنؤ سے سلطان مین داخل ہو گیا اور  
شرف الدین بن قطب الدین والی سے مولے اپنے چند مصاحبوں کے سجار کے  
دوسرے دروازہ سے ٹھکر موصل کے طرف چلا گیا۔ سلطان نے سجار کا انتظام  
اپنے برادرزادہ تقی الدین کے سپرد کر دیا اور خود ہم نصیبین کی تیاری کرنے لگا۔

اہل موصل کی  
شاہ ارغ  
سازش

اس اثنا میں اہل موصل نے میدان خالی دیکھ کر شاہ ارمن صاحب خلاط کو  
اپنا پشت پناہ سمجھ کر خطوط لکھنے شروع کر دیئے۔ قاصد پر قاصد بھیجے لگے چنانچہ شاہ ار  
بغرض امداد اہل موصل کو چ کر تا ہوا مقام حرزم میں پہنچا۔ صاحب موصل اور  
والی مار دین اور حلب کے بعض لشکری سب کے سب بقصد مقابلہ سلطان ہیں  
آکر جمع ہوئے۔ شاہ ارمن نے بکتر کو بتوسط شیخ الشیوخ سلطان کی خدمت میں لکھ  
لیکن ہر سچا لیکن شہر اٹھ کچھ ایسے پیش کئے کہ جس سے مصالحت ہو سکے اور ہارا نا می سلطان  
اپنے جبری فوج کو لئے ہوئے بغرض مقابلہ اُن کے طرف بڑھا اس خبر نے انلوگوں کو  
ایسا پریشان کر دیا کہ کسی سے کچھ بن نہ آئی۔ ہر ایک کو بلا کسی مقابلہ کے لڑائی کے  
موقع سے روپوشی کرنی ہی پڑی شام کے وقت یہ مجمع متفرق ہوا اور اسکے صبح کو  
سلطان اس مقام پر وارد ہوا۔ چند ساعت آرام لینے کے غرض سے ٹہرا دوسرے وقت  
بعد نظر بارادہ آمد روانہ ہوا۔

فتح آمد

اہل آمد نے پہلے ہی قلعہ بندی کر لی تھی شہر پناہ کے دروازہ بند کر لئے

۱۔ سجار نصیبین کے جزئی جانب موصل کے کچھ تین منزل پر واقع ہے اس کا قلعہ نہایت عمدہ اور خوبصورت  
ہے۔ پہاڑیان اس کی بہت ہی سربسز و شاداب ہیں۔ بلاد جزیرہ مین اس سے زیادہ کوئی شہر شاداب  
نہیں ہے۔

۲۔ آمد (بمذلف و مستقیم و سکون ال جہل) ایک قدیم شہر ہے و جگہ کے کنارے شہر پناہ اس کا بہت بڑا  
سیاہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ و جگہ اس کو ہلال کی صورت میں تیرا گہرے ہوئے ہے اس کا قلعہ بھی بہت  
مستحکم خوبصورت بنا ہے۔

تمام شب بخوف سلطان جاگ کر صبح کرتے تھے۔ اون میں کسی کی یہہ رکائی تھی کہ بغیر جدال و قتال کے شہر دیدینا چاہئے اور بعض غرور جوانی و شجاعت میں لڑنے پر تھے کہ ناگاہ سلطان عساکر کا مقدمہ الجیش آمد کے قریب پہونچ کر مورچہ بندی میں مصروف ہو گیا رات بہر میں ان لوگوں نے دھس بندہ لے لے مورچہ قائم کر لیا صبح ہونے سلطان یہی سوتہ بقیہ لشکر کے پہونچ گیا۔ بہار الدین ابن نسیان والی قلعہ بھی مستعد ہو کر مقابلہ برآگیا آٹھ روز تک برابر لڑائی ہوئی نوین روز جب ابن نسیان کو اہل شہر کی بددلی اور اپنے صنعت کا احساس ہوا تو اس نے اپنی عورتوں بچوں کو قاضی فاضل کے پاس بھیج دیا اور امن امان کا صلہ

صلہ ابوعلی عبد الرحیم ابن قاضی اشرف بہار الدین ابوالمجد علی ابن قاضی سعید ابو محمد محمد ابن حسن ابن حسین ابن احمد ابن منجج ابن احمد بنی عسقلانی المولود ہصری المسکن مروت بہ قاضی ملقب بہ مجیر الدین سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کا وزیر تھا اپنی لیاقت ذاتی و فطانت فطری سے مقبول خواص و عوام و مرجع امور سلطان ہتافن انشاء میں متقدمین متاخرین سے بڑا ہوا تھا علامہ ابن خلکان تحریر کرتا ہے کہ مجھ سے ایک فاضل نے چشم دید روایت کی ہے کہ دو اگر قاضی فاضل کے مسودات اور تعلیقات جمع کجائیں تو یقیناً سو جلدوں سے تجاوز ہو جائیگی عمار کا تیل صفائی جسہ یہ میں اسکو رب القلم والبیان واللسن تحریر کرتا ہے اور اسکی انشاء پر ہزاروں کی شریعت محمدیہ سے تشبیہ دیتا ہے رحبا ید طوبی اسکو نثر میں حاصل تھا ایسا ہی ملکہ نظم میں بھی تھا اعلیٰ درجہ کا طبع و ذہین تھا۔ الملک العزیز بحالت حیات سلطان اس سے بہت زیادہ مانوس تھا ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ الملک العزیز ایک خادمہ کی طرف ایسا مائل ہوا کہ کب قدر لپے کا مرفوضہ سے غافل ہو گیا جب اسکی خبر سلطان کو ہوئی تو اسنے الملک العزیز کو انصاف سے منع کیا الملک العزیز کو یہ امر شاق گذرا لیکن لپے باپ کی حکم کی مخالفت نہ کر سکا بعد ایک مدت کے الملک العزیز کے پاس نمبر ایک کا گولا بھیجا گیا الملک العزیز نے جب اسکو توڑا تو اسکی اندر سے زر کا ایک ٹکڑا ملا الملک العزیز نے اسکو قاضی فاضل کے پاس بھیج دیا قاضی فاضل نے اس کے جواب میں یہ فریمین لکھ کر بھیج دیں ۵ ابدت لک العزیز وسطہ ۳۶ (دیکھو صفحہ ۷۳)

استدعا کے ساتھ تین یوم کی مہلت چاہی تاکہ اپنے مال و سہاگن بآسانی دوسرے

۴ (بقیہ نمونہ صفحہ ۷۲)۔ زرن البیر دقیق الحمام ۴ فالزرن فی العزیر معنا ہا ۴ زربکذا استرا  
فی الظلام ۴ (مکوہدہ عنبر دیا گیا جسکے وسط میں تھوڑا سا باریک سونا تھا ۴ پس زرا و عنبر کے معنی یہ  
ہیں کہ اس طرح چمکراؤں گے میرے سین او کی زیارت کر ۴) قاضی فاضل پندرہویں جمادی الثانی ۱۲۵۴ھ کو  
مقام عسقلان میں پیدا ہوا۔ اسکا باپ قاضی اشرف بہاء الدین ابوالمجد علی بیان کا قاضی تھا  
اسی وجہ سے یہ بیان کی طرف ثبوت کیا جاتا ہے اس مقام میں اسے نشو و نما پایا آخر ۱۲۵۴ھ میں اپنے  
باپ کے ساتھ مصر میں زمانہ خلافت ظافریں ۴ میں آیا۔ شب یکشنبہ اکیارہویں ربیع الاول ۱۲۵۴ھ  
میں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا بعد ازاں قاضی فاضل مصر سے نغراسکندریہ میں ابن جدید قاضی شہر کے  
پاس چلا گیا۔ ابن جدید کے حال سے واقف ہو کر اس کے کمال ملاحظت سے ملا اکثر خطوط ابن جدید  
مصر میں اسکے ہاتھ لکھے ہوئے تھے گودارالانشاء کے اکثر علماء اس کی بلیغ تحریر کو حسد و رشک کی  
نظر سے دیکھتے تھے اور ظافریں کی شکایت کی لیکر صاحب یوان انشاء قاضی ابن زبیر قاضی فاضل  
کی بہت تعریف کی اور وہ حسد و رشک ظاہر کر دیا ظافریں نے نظر قدر دان اسکو سکندریہ مصر میں  
طلب کر لیا ابن نبیاء کہتا ہے کہ میں اس مجلس میں حاضر تھا جبکہ قاضی فاضل دربار ظافریں آیا تا  
غلیفہ نے اس کی بہت بڑی عزت کی اور یہی سلسلے اسکو دارالانشاء کی نیابت دی گئی، بعد انتقال  
قاضی ابن زبیر دارالانشاء کا صاحب یوان ہو گیا اور اپنی فطانت کو نمایاں کرتی کرتا گیا  
یہاں تک کہ سلطان صلاح اسکو اپنی وزارت کسوفرمایا اور یہ بعد انتقال سلطان بھی اسی عہد پر  
تا آنکہ شب چہار شنبہ سالون ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۴ھ میں دفعۃً انتقال کیا دوسرے دن قراہ منوی  
میں مدفون ہوا۔ ۱۲۵۴ھ میں اسے قاہرہ میں ایک مدرسہ بھی جاری کیا ہوا اس کے خاندان  
والے اسکو محی الدین کے لقب سے یاد کرتے ہیں لیکن شیخ شرن الدین عبداللہ بن الی عصرون  
اسکو حمیر الدین کے لقب سے مخاطب کرتا ہے واللہ اعلم فقیہ عمارہ بنی نے نکت العصرۃ  
فی اخبار الوزراء المصریہ میں اس کے عہد وزارت کی بہت تعریف تحریر کی ہے  
اسکی بلیغ تحریرات اکثر کتب تواریخ میں پائی جاتی ہیں جس سے اس کی  
انشاء پر داری اور ادب کی پوری پوری سند مل سکتی ہے۔ من شاہ  
غلیفہ جمع الیہا۔

مقامات منتقل کر سکے۔ قاضی فضل نے سلطان اسکی سفارش کی اور تین یوم کی مہلت دلائی۔ چوتھے روز کہ ماہ محرم ۵۷۹ھ کی پہلی تاریخ ہتی بہاء الدین ابن نسیان نے قلعہ کی کنجیان سلطان کے سپرد کر دیا اور خود کسی طرف کو چلا گیا سلطان نے نور الدین محمد بن قزاسلان کو اسکا حاکم کر دیا۔

فتح تل خالد

دو روز تک سلطان یہاں مقیم رہا تیسرے روز اس مقام سے کوچ کر کے تل خالد کا محاصرہ کر لیا حاکم قلعہ نے محاصرہ کے دو سب سے پہلے روز بلا بحث و تکرار قلعہ کے دروازے کھول دیے اور بطریق طریقہ اپنے کو سلطان کے رحم کے سپرد کر دیا کسی قسم کا آزار نہ تو حاکم قلعہ کو پہونچا اور نہ اہل قلعہ کو مقابلہ و مجاہدہ کے تکلیفیں پہنچی پڑیں۔ بعد اس کامیابی کے ہمارا فاتح بیت المقدس عتبات کی طرف متوجہ ہوا ناصر الدین محمد نے جو کہ افسانہ کا حاکم تھا کمال دشمنندی و انجام بینی سے کام لیا جس وقت سلطان باجاہ و جلال عتبات کے قریب پہونچا اوس وقت ناصر الدین نے سلطانی دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی سلطان نے اسکا بہت بڑا احترام کیا اور کمال ملاطفت سے پیش آیا۔ ناصر الدین نے بھی سچے دل سے اطاعت قبول کر لی۔

والی عتبات  
اطاعت  
قبول کر لی

انہیں واقعات کے سلسلہ میں بنظر مناسبت ہم موصول کے محاصرہ کے نتیجہ کو

۱۔ تل خالد سواد حلب میں ایک قلعہ ہے۔

۲۔ صاحب نواز سلطانہ فی محاسن یوسفیہ کے تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل تل خالد دو ایک معمولی لڑائیاں بھی ہوئی ہیں اور سلطان اسکو بھی بزور تیغ ۲۲۔ محرم ۵۷۹ھ ہجری کو فتح کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۔ عتبات قریب حلب کے ایک قلعہ ہے اور شہر عتبات شالی جانب حلب کے تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسکا بازار مشہور ہے یہاں تجارت پیشہ بکثرت رہتے تھے قلعہ اور شہر میں بہت کم فاصلہ ہے۔

تحریر کیا چلتے ہیں اگرچہ اسی اثنا میں بعض ایسے واقعات گزرے ہیں جو کہ اس سے باعتبار سنہ و ماہ پہلے تھے۔ ناظرین ہمارے اس تقدیم و تاخیر سے قطع نظر کر کے کمال دلچسپی سے اس سیرک کا نظارہ کرینگے جس طرف ہمارا نامی سلطان بعد کامیابی اون قطعات کے جو کہ سودا حلب میں دود و چار چار منزل پر واقع تھے تیزی سے قدم بڑھائے آ رہا ہے۔

والی حلب  
اور سلطان  
صلح ہو گئی

یہ تو آپ لوگ دیکھ ہی رہے ہیں کہ سلطانی لشکر موصل کا محاصرہ ہوئے ہے نہ کوئی و مان جانتا ہے اور نہ کوئی آتا ہے اہل موصل اس طویل حصار تنگ آ گئے ہیں گل و خلاصی کی کوئی تدبیر نہیں بن آتی۔ بہت غور و فکر کے بعد شاہ ارمن صاحب طاق کو اپنا حامی و مددگار سمجھ کر مجد و جہد بلوایا تھا اور سکا بھی جو کچھ نتیجہ ہوا وہ آبلو گون کو معلوم ہی ہے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہو رہا ہے اگرچہ ان نون الملک الناصر سلطان صلاح الدین ہم عیناً تک فارغ ہو کر میل دلی خضر ہوتا ہوا جبل جوش پر جو کہ قریب حلب ہے خیمہ زن ہے۔ ظاہر اسکی صورت سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے لشکر ظفر پیکر اور اہل حلب سے مورچہ بندی ہے اور نہ اسکے ارادے کچھ سمجھ میں آتے ہیں۔ مان الدبہ اسکی نقل و حرکت سے یہ امر پیدا ہو رہا ہے کہ یہ اس مرتبہ امر حلب اور موصل کو بغیر نیچا دیکھائے نصرانیوں کی طرف متوجہ نہ ہوگا بعد دو چار لڑائیوں کے جس میں کہ سلطانی لشکر کو کم اور عماد الدین زنگی بن ہود و ولی حلب کو زیادہ نقصان پہونچا خود عماد الدین زنگی نے صلح کی خواہش ظاہر کی۔ سلطان تو پہلے ہی سے اس امر کا تمسک تھا اور اسکی دلی خواہش یہی تھی کہ مسلمان امراء خانہ جنگیوں سے احتراز کریں اور نصرانیوں کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی اعانت کریں اسنے اوس کے ان شرائط کو منظور کر لیا کہ فرمی اور مزارع و خابور بحوض حلب اور سکودینچائیین اور ان بلاد میں سلطان کے نام کا بسکے جاری ہو اور

ممبرون پر اوسکا نام پڑا جائے اہٹارہویں صفر ۷۹۵ھ میں یہ تبادلہ ہوگا اور  
عہد نامہ پر دستخطیں ہو گئیں۔

اگرچہ اہل حلب کے عدل و داد کے مدح تھے اور اوسکی رعایائے کے  
دل سے خواہش کرتے تھے لیکن خدا جابر نے کسوجہ سے عماد الدین زنگی کے اس  
فضل سے اسقدر ناراض ہوئے کہ حلب کے عام باشندوں نے اوس کے روبرو  
چلا چلا کے ۲ انت لا یصلح لک المملک و انت لا یصلح لک ۲ تغسل  
الغیاب (ملکداری تجھ کو سزاوار نہیں ہے تجھے تو مناسب یہ ہے کہ تو کپڑے  
دھویا کرے) کہنا شروع کر دیا تھا۔

اس سحر کے میں منجملہ اون لوگوں کے جو کہ ان دو چار لڑائیوں میں کام آئے تھے  
ہمارے سلطان کا چھوٹا بیٹا تاج الملوک بوری بھی تھا۔ تاج الملوک بوری  
بڑا ہی شہسوار۔ شجاع۔ کرم۔ حلیم۔ جامع محاسن اخلاق تھا۔ اثناء لڑائی میں اس کے  
گھنٹوں میں تیر لگا تھا جس کے وجہ سے بعد استقرار صلح جسروز کہ عماد الدین نے سلطان  
کی دعوت کی اتنی انتقال کیا۔

ہمارا حافظہ اگر کھو غلط نہیں بتلا رہا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعد استقرار  
صلح سلطان اپنے بیٹا کے پاس گیا تھا ۲ ورہن لا حلب قد اخذناھا  
وھلک (یہی حلب ہے کہ جسکو ہننے لیا ہے اور وہ تمہارے ہی لئے ہے) فرمایا تھا  
لیکن تاج المملک تو داعی اجل کو لبیک کہہ چکا تھا اوسکو حلب یا کسی اور دوسرے  
شہر کی حکومت کی کب پرواہ تھی۔

سلطان کے صبر و تحمل کی یہ ایک چوٹی سی نظیر تھی کہ عین جلسہ دعوت میں  
بیٹائی کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی اور چہرہ پر شکن نہ آیا اور حاضرین کو اس حال سے  
واقف ہونے نہ دیا۔

حارم کی  
کامیابی

بعد اس صلح کے عماد الدین تو اپنے ممالک قبوضہ کی طرف روانہ ہوا اور سلطان  
قلعہ حارم کے طرف بڑھا۔ یہ قلعہ اول دنوں سرخک نامی مرحوم الملک العادل نزاریہ  
زنگی کے مملوک کے قبضہ میں تھا یہ بھی زنگیہ خاندان کے امرا کی طرح عیسائیوں سے وقتاً  
وقتاً سازش کر لیتا تھا اور گاہے گاہے سلطانی مقبوضات کو تیر نظروں سے دیکھتا تھا  
سلطان نے قطع حجت کے لئے دو چار خطوط لکھے لیکن ان کو یا تو یہ خیال ہی پیدا ہوا کہ ایک  
نہ ایک روز اس قلعہ پر بھی سلطانی پہرہ اوڑا دیا جائیگا معاوضہ لیکر دینا زیادہ  
مناسب ہے یا نصرانیوں کے زبانی وعدوں نے اس کو مغرور کر رکھا تھا آخر الامر  
سلطانی امراء نے ایک دم بین الحرم پر قبضہ کر لیا اور سرخک کو گرفتار کر کے سلطان  
پاس بھیج دیا۔

اگرچہ اس کے ساتھ ہی ساتھ صلیبی لڑائیوں کا سلسلہ بھی چل رہا تھا لیکن  
نزدیک مناسب بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلطانی فتوحات کے اس سلسلہ کو ہم پہلے ختم کر لیں  
اور سلمان امیرون کو ایک دوسرے کا معین بنا کر ایک مجموعی اسلامی سلطنت قائم  
کر لیں تب اس کے بعد کیسوی کے ساتھ ہم اور آپ صلیبی لڑائیوں کے دلچسپ منظر دیکھنے  
کے غرض سے مصافحہ کی طرف روانہ ہوں۔

سلطان نے  
مصلحت پر دوبارہ  
فوج کشی کی

سلطان صلاح الدین اواخر ماہ ذیقعدہ ۵۸۵ھ میں دمشق سے مصلح کی طرف  
دوبارہ بڑھا۔ اس مہم کا افسر اعلیٰ خود ہی ہمارا نامی سلطان ہے اپنی روانگی سے پہلے  
۱۲ محرم ۵۸۵ھ کو ایک دستہ فوج بطور مقدمہ الجیش کے حکم کا افسر سیف الدین شہر کو  
مصلح کی طرف روانہ کیا اور خود مظفر الدین ابن زین الدین کے لئے کیغرض کے حکم کی طرف  
مصلح حارم ایک چوٹا سا شہر ہے جس میں ایک قلعہ اور نہر اور باغات ہیں حلب کے غزلی جانب بفاصلہ ایک منزل  
الطایفہ کے مقابلہ واقع ہے۔

۱۳ حران قدیم شہر میں سے شہر کیا جاتا ہے بعد طوفان سبک پہلے ہی آباد کیا گیا تھا حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم  
یہی شہر حیرت گاہ ہے الربیعہ سے ایک یوم اور الرقہ سے دو یوم کی مسافت پر ہے۔

اور ۲۲ صفر ۷۵۴ھ کو پہونچکر ۲۶ ماہ مذکور میں مظفر الدین والی حراں کو گرفتار کیا۔

اسکی گرفتاری کا یہ سبب تھا کہ مظفر الدین مدتوں سے ہم موصول کی ترغیب دے رہا تھا اُسے دن بند رہیوں میں بیویں خطوط بھیجتا تھا مزید برآں پچاس ہزار دینار سے مدد دینے کا بھی اقرار کیا تھا لیکن جسوقت ہمارے سلطان کے مبارک قدم سے ارض حراں شرف حاصل ہوا مظفر الدین ایفاء وعدہ نہ کر سکا سلطان کو اس خیال نے کہ مظفر الدین شاید اپنے چچا سے مل گیا اسکے گرفتار کر لینے پر آمادہ کر دیا چنانچہ حراں و راکھ کو ضبط کر لیا اور کمزیر حراست رکھا۔ دو چار ہفتوں کے بعد جب سلطان کو مظفر الدین کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہو گیا تو اس نے اسکو خلعت و انعام دیکر حراں اور راکھ کی حکومت پر بحال رکھا آپ لوگ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ سلطان کا مقصود ان خانہ جنگیوں سے یہی تھا کہ مسلمان احرار کے سب متفق ہو کر ایک مجموعی قوت پیدا کر لیں تاکہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلامی دنیا کو آئندہ نقصان نہ پہونچے اور بہ آسانی یہ تسلیم کی مقدس پہاڑیاں پہرہ و بارہملاؤں کے قبضہ میں آجائیں۔

پہلی سیرجہ الاول کو جسوقت کہ سلطان حراں سے موصول کی طرف بڑھنے والا تھا عساکر حصن ودارا و معزال دین خیر شاہ صاحب جزیرہ بھی آئے معزال دین معزال دین والی موصول کا ہیبتا تھا اور ایک مدت سے اپنے چچا کا ساتھ چھوڑ کر سلطان کے حاضر باش رفقا میں شامل ہو گیا تھا سلطان موانوگوں کے جسوقت سرزمین موصول پر اوترا تا ایک عزال دین نے اپنے والدہ اور چچا زاد بہن (یعنی الملک العادل نور الدین دنگی کی لڑکی) کو معہ چند شخص آدمیوں کے سلطان کے خدمت میں اس غرض سے روانہ کیا کہ شاید نور الدین کی لڑکی کے کہنے سے سلطان ہم موصول سے دست کشی کرے

سلطان ایک مشہور شہر ارض جزیرہ میں ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا کلیسا تھا علاوہ اس کے تلوگر جے عیسائیوں کے ہیں۔

والی حراں کی  
گرفتاری اور  
ربانی

صلح کی گفتگو



جیسا کہ اسکے کہنے سے اوس دریا نوال سلطان نے اس سے پہلے اسکو قلعہ اعزاز دیدیا تھا لیکن اوسکا یہ مقصود حاصل نہوا یہ لوگ جبوقت سلطان کے خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح و معاودت کی گفتگو پیش کی سلطان تو راضی ہو چلا تھا لیکن فقیہہ عیسیٰ اور سیف الدین مشطوب نے سخت مخالفت کی اور منہ الفاظ میں کہہ دیا کہ لا یتزلزل لاکھلائے فان عن الدین صا۲ اسلہ۲ اکھ۲ وقد عجز عن حفظ ۲ البلد (موصل سے دست کشی ایک عورت کے کہنے سے نہ کوئی چاہے کیونکہ عز الدین نے انلوگوں کو اسوجہ سے پہنچا ہے کہ وہ خود حفظ شہر سے عاجز ہو گیا ہے) سلطان ان امراء کی مخالفت مجبور ہو گیا اور یہ لوگ بے نیل مرام واپس ہوئے

جنگ موصل

ان کے معاودت کے بعد سلطان نے موصل کا محاصرہ کر لیا اہل موصل اپنے وفود کے بے نیل مرام واپس آنے سے برہم ہو رہے تھے ہر ایک سپاہی جی توڑ کر لڑ رہا تھا سلطان کو اس مہم کی کامیابی میں بہت بڑی دقتیں پیش آئیں لڑائی کسی طرح ختم ہی نہوتی تھی بلکہ روز بروز بڑھتی نظر آتی تھی سلطان اون لوگوں کو جو کہ ترک محاصرہ موصل کے مخالفت تھے دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں بیچ و تاب کہا تا تھا اور وقتاً فوقتاً

سلاسیف الدین ابو الحسن علی ابن احمد بن ابو البہا بن عبد الدین ابو الخلیل بن مرزبان ہکامری ملقب بے مشطوب بڑا ہی کرم النفس - عالی ہمت - شجاع - دلیر تھا اس کا دادا ابو البہا اکثر قلاع بلاد ہکامریہ کا حاکم تھا مشطوب کی سلطان صلاح الدین کی آنکھوں میں اس قدر عزت تھی کہ دوسرے اسکو حسد کی نظر سے دیکھتے تھے سلطان کے ساتھ یہ اکثر لڑائیوں میں شریک رہا حکامین بہاء الدین قراقرش کے ساتھ یہ بھی لڑائیوں کے محاصرہ میں آگیا تھا اسی کے عہد حکومت میں حکام پر لڑائی غالب آگئے تھے یوم پنجشنبہ پہلی جمادی الثانی ششہ ہجری کو عکا سے بہاگ کر سلطان کے پاس بیت المقدس میں چلا آیا تھا سلطان اس کے آنے سے بہت خوش اور بہت دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا تھا یوم پنجشنبہ ۶۶۰ - یا یوم یکشنبہ ۶۶۱ - شوال ۵۸۰ میں بیت المقدس میں انتقال کیا - امراء دولت صلاحیہ اسکو امیر کیر سے مخاطب کرتے تھے -

کچھ کہہ بھی دہشتا تھا اور ان رايوں کی مخالفت کشوش اور خود کردہ پشیمان ہو رہا تھا اور پشیمان ہونے کی یہی وجہ تھی کہ اوس لڑکی کا ایک معمولی سا سوال مقرونِ حاجت تھا جسکا باپ دولت الوبیہ کا سرپرست تھا اور سلطان کے عالی دماغ مین یہہ پریشان خیالات جمع ہو رہے تھے اور ہر تائبک عز الدین کے پاؤں مین یہی لغزش آجلی تھی لیکن مقابلہ سے منہ بہرہ نظر نہیں آتا روزانہ لڑائی ہو رہی تھی۔

اکثر ناظرین یہہ سمجھتے ہونگے کہ اس مرتبہ دونوں حریفوں کی قسمتوں کا فیصلہ ضرور ہو جائے گا کیونکہ بعد اس واقعہ کے جسکے بد دولت سلطان کو نادم ہونا پڑا نہ تو سلطان ہی موصل کے محاصرہ دست کش ہوتا نظر آتا تھا اور نہ تائبک عز الدین ہی موہنہ موڑتا نظر آتا ہے لیکن اتفاق کچھ ایسا ہوا کہ اس محاصرہ مین یہی فریقین اپنے خیالات کو نہ ظاہر کر سکے کیونکہ سلطان موصل کے محاصرہ سے انماض کر کے دوسرے طرف متوجہ ہونے والا ہے۔

شاہ ارمن صاحب خلاط لوین ربیع الثانی ۷۸۵ھ کو انتقال کر چکا تھا اور بکتر نامی اوسے کا ملوک خلاط کی حکومت کر رہا تھا اسوجہ سے کہ صاحب خلاط کی کوئی آل و اولاد نہ تھی جو کہ بعد اس کے اسکی قائم مقامی کرتی۔ بیسویں ماہ فروری کو یہہ خبر سلطان کے کانوں تک پہنچی سلطان نے اپنے ارباب شوری سے خلاط کے بارے مین مشورہ طلب کیا بعض وہ لوگ جو کہ موصل کے متمنی تھے یہہ کہہ رہے تھے کہ موصل کا حصار چھوڑنا بالکل نامناسب ہے خاصکہ ایسی حالت مین کہ موصل کی قوت گہتی نظر آتی ہے خلاط کا جھگڑا بہرے ہو جائیگا اور بعض مراء جتنے آنکھوں مین خاندان اتابکیہ کی ایذا کا نشانہ کہہ سکتی تھی یہہ مشورہ دے رہے تھے کہ ولایت خلاط چونکہ بہت بڑی اور بے والی و وارث ہے اوسکو فوراً اپنے حمایت مین لینا چاہیے اور موصل تو سلطان ہی کے ہے آج ہنیں تو کلمہ یہی اگر خلاط ملوکات لسانی مین داخل کیا تو

شاہ ارمن کا  
انتقال اور  
سلطانی  
روائی

اسکے قرب و جوار کے ممالک پر آسانی قبضہ ہو جائیگا۔ غرض کہ ہر شخص اپنی اپنی رہنے کا طریقہ اختیار کرتا تھا اور سلطان تذبذب کی حالت میں تہانہ موافقین حصار کے رائے سے مخالفت ظاہر کرتا تھا اور نہ مخالفین سے اتفاق کرتا تھا۔ یہی بحث و تکرار پیش تھی کہ اخلاط کے رؤساء و امراء کے خطوط آئے شروع ہو گئے جس میں وہ اپنی ارادت ظاہر کر رہے تھے اور اخلاط کے سپرد کر دینے کا ہمتی وعدہ کرتے تھے۔ سلطان ان خطوط کو دیکھتے ہی موصول سے اعراض کر کے اخلاط کی طرف بڑھنے کا قصد کیا اپنی روانگی سے پہلے اوس نے اس طرف سے فرج کا ایک دستہ بطور مقدمہ الجیش کے اخلاط کی طرف روانہ کیا جس کا افسر علی نام لدا بن شیر کوہ تھا اور مظفر الدین ابن زین الدین وغیرہ اوس کے نائب تھے اور بعد اسکے خود بھی موصول کا حصار چھوڑ کر میا فارقین کے رستہ سے اخلاط کو روانہ ہوا اور دوسری طرف سے شمس الدین بہلوان بن ایلدکروالی اذربائیجان و ہمدان اسی طمع سے اخلاط کو چلا اس سے پہلے کہ آپ لوگوں کو اسکے نتیجہ سے واقفیت ہو جم ایک ایسے پوشیدہ امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں جس کا آپکو خیال تک نہوا ہوگا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اخلاط والے سلطان کو نیک نیتی سے بلا رہے ہیں؟ نہیں! بلکہ اہل اخلاط کے وہ مراسلات جو کہ انشاء محاصرہ موصول میں آئے تھے پولیڈکل چالوں سے خالی تھے، ان لوگوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ سلطان اور بہلوان کو لڑا دین اور آپ خود اخلاط میں بیٹھے ہوئے آرام سے حکومت کریں اور ان کا تماشہ دیکھیں کیونکہ بہلوان کی بھی آپ تکمیل اخلاط ہی پر لگی ہوئی تھیں لیکن ان کا یہ مقصد نہ حاصل ہوا کیونکہ بہلوان اور سلطان نے مقدمہ جس وقت

سلا میا فارقین کو ابن سیدہ دیار بکر کا قاعدہ تہلانا ہے اور ابن حوقل کا یہ خیال ہے کہ میا فارقین جزیرہ اور ارمینہ کے درمیان میں ہے بعض لوگ کہو جزیرہ سے شمار کرتے ہیں اور بعض ارمینہ سے اور اکثر اس خیال کے پابند ہیں کہ کو ان دونوں سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ اس کا شہر شاہ پتر کا بنا ہوا ہے اور اس کے شمالی جانب پہاڑ واقع ہیں۔

خلاط کے قریب پہونچ گیا طرفین میں ایک ہل چل سی چٹکی خلاط والے بھی کچھ سوچ سمجھ کر ڈرنے لگے۔  
 پہلوان نے سلطان کی حکومت تسلیم کر لی اور اسی بنا پر مصاحت ہو گئی اور خلاط پہلوان  
 حکومت کا ایک جزو قرار دیا گیا۔

میا فاقین  
 کی کلمیابی

یہ تو ہمارے کلام سابق سے معلوم ہی ہو گیا ہے کہ سلطان میا فارقین کے راہ  
 خلاط کی طرف آرہا ہے اسکا مقدمہ الجیش خلاط کے قریب پہونچ گیا ہے اور مصاحت کے  
 وجہ سے خلاط سے مقدمہ الجیش بھی واپس چلا آرہا ہے سلطان نے میا فارقین کی محاصرہ  
 کر لیا ہے اور دو ایک حملوں کے بعد باسانی تمام یہہ شہر ۲۹ جمادی الاول ۸۱۷ھ میں  
 مفتوحات سلطانی میں داخل ہو گیا۔

سلطانی  
 علالت

بعد فراغت ہم میا فارقین سلطان پہر موصل کی طرف براہ نصیب میں نہ ہوا  
 چونکہ گرمی کا موسم خاصے طور سے آگیا تھا اسوجہ سے مقام کفر مار میں ٹھہر گیا۔ چار  
 مہینے کامل یہیں مقیم رہا۔ طبیعت بھی اسی مقام پر اسقدر بدبظ ہو گئی کہ یہ مجبوری  
 کفر مار سے بغرض تبدیل آب و ہوا حران میں چلا آیا یہہ علالت اسدرجہ طول  
 ہو گئی تھی کہ اسکی تندرستی سے پوری پوری ناامیدی ہو رہی تھی لیکن بائیں ہمہ  
 اسکا یہی خیال تھا کہ بعد صحت موصل کی محاصرہ ضرور کیا جائے اور جس طرح ممکن ہو  
 یہہ بھی مفتوحات میں داخل کر لیا جائے۔ پہر بعد اس کے نصرانیوں کے مقابلہ میں  
 ایکسوی کے ساتھ رزمگاہ کی سیر کی جائے۔

صلح موصل

اگرچہ عزالدین اپنی پامردی سے لڑنے پر تگاہوا تھا لیکن اسکو اس شیردل  
 سلطان کا خوف اپنی درونی صورت دکھلا رہا تھا وہ اسکی خیالی صورت سے  
 بید کی طرح تہرا رہا تھا اس نے پہلے تو خلیفہ بغداد سے امداد کی درخواست کی جب  
 وہاں سے ناامیدی نے صورت دکھلائی تو عجیوں کی طرح ہکا بکا ہو گیا کہ جو آ  
 تب اسنے مورخ بنوادر سلطانہ اور بہار الدین کو سلطان کے خدمت میں بغرض

مصاحبت روانہ کیا یہ لوگ اوایل ذیحجہ ۸۱۰ھ میں سلطان دربار میں پہنچے۔ سلطان نے بہت بڑے احترام سے انکا استقبال کیا اور خود عالدین کے پیام سننے کو دربار خاص میں رونق افروز ہوا اور یہ پہلا دن تھا کہ بستر علاکت اوٹھ کر دربار آیا تھا۔ مورخ موصوف اور بہار الدین نے حق رسالت ادا کیا سلطان ہی بمقتضا طبعوت مصاحبت پر راضی ہو گیا چنانچہ شرائط مقررہ کے موافق صلح نامہ لکھا گیا اور یوم عرفہ کو صلح نامہ پر دستخطین ہو گئیں۔ بعد اسکے پہر تاجین حیات سلطان اس صلح نامہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کیا گیا۔

### غزا (یا جہاد)

غزا اور جہاد دونوں الفاظ قریب المعنی ہیں ان دونوں لفظوں کے یہہ معنی نہیں ہیں کہ غیر قوموں سے خواہ مخواہ لڑیں۔ اللہ کے بندوں کے غوک درویشوں رنگین جیسا کہ بعض نا فہم اقوام غیر نے سمجھ رکھا ہے اور اسی بنا پر بے سمجھے بوجھے کہہ اٹھا کرتے ہیں کہ دو اسلام "بزور تیغ پھیلا ہے" حالانکہ اس دعویٰ کی وقعت جو کچھ ہوگی اسکو ہر ذی فہم بجائے خود سمجھ سکتا ہے اس دعویٰ کی تردید میں ہم اون عقلا کے اقوال اس موقع پر بخیاں اطالت کلام نہیں نقل کیا جاتے جنہوں نے باوجود غیر مذہب ہونے کے اپنی تصنیفات میں یہہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کی ترقی چمکتی ہوئی تلواروں کے ذریعے سے نہیں ہوئی بلکہ اس کے روحانی تعلیم کا پہرہ شے کہ اسلام کی روشنی نے تمام عالم کو بہت ہی کم دنوں میں بجلی کی طرح سے منور کر دیا۔ اس دعویٰ کی نظیر میں اگر کتب تواریخ کے صفحہ گردانی کی جائے یا کہ زمانہ موجودہ کے

شرائط صلح یہہ ہے کہ عالدین کے تمام ممالک قبوضہ کے ممبروں پر سلطان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور ہر نام سک پر یہی ہے علاوہ اس کے شہ زور اور ولایت زابلی وغیرہ سلطان کو بعض تاوان جنگ دیا جائے۔

کہہ رہا ہے کہ ہم ان واقعات اعلیٰ کر کے جہانگیر مکن ہو کمال تیزی سے اوس میدان میں پہنچ جاتے جہاں کہ اس سے پہلے اسی صدی میں مسیحی مسلمانوں کی جانوں کی کچھہ وقت نہیں سمجھتے تھے اور کمال بیرحمی سے اوس مقدس مقام کے در و دیوار کو جسکو کہ وہ خود مقدس سمجھتے ہیں خدا کے بندوں کے خون سے تختہ لالہ بنا رہے تھے اور اب وہی سترک مقام اور ہندو مظلوموں کے قبضہ میں آنے والا ہے جنکو کبھی اپنے زعم فاسد ظالم یا کافر یا دشمن مسیح کہہ رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ یہ ظالم صاحب ابوہرک ان زعم و دل سمجھوں کو آزاد کئے دیتے ہیں لیکن ہم ان واقعات کو بنظر دلچسپی حسب وعدہ بغیر بیان کئے ہوئے کسی بڑے سلسلہ کو نہیں چھیڑ چاہتے۔ آئے پہلے بیان و عین جالوت و کرک وغیرہ کے خوفناک لڑائی کے میدان یا سلطانی غزوات کے دلپسند سینہ کہتے لیجئے بعد ازاں ہم اور آپ الملک الناصر الغازی سلطان صلاح الدین یوسف کے ساتھ ساتھ بیت المقدس کے زیارت کو چلیں۔

غزائی بیان

یہ تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ سلطان محمد آمد سے فراغ ہو کر حلب کی طرف آیا ہے اور حلب بھی بصلح مقبوضات سلطانی میں داخل ہو گیا ہے ۲۲۔ ربیع الثانی ۷۵۹ھ تک یہیں مقیم رہا تیسویں ماہ مذکور کو بغرض اجتماع عساکر حلب سے روانہ ہو کر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا ۳۔ جمادی الاول کو دمشق پہنچا چھپیس روز میں جہاد کا سامان درست کر کے ستائیسویں جمادی الاول کو دمشق سے روانہ ہوا اور کچھ مسافت طے کر کے خشب پر خیمہ زن ہوا۔ نو روز تک بغرض تریب کریم رہا دسویں روز ۸۔ جمادی الثانی سنہ مذکور کو یہاں سے روانہ ہو کر نہر اردن عبور کر کے ۹۔ جمادی الثانی کو سبیلان کے قریب پہنچا

سلا نہر اردن کو نہر الغور اور نہر الشریعہ بھی کہتے ہیں۔

سلا میان ایک چوٹا سا شہر بلا شہر پناہ کے غور کے غلی جانب واقع ہے اس شہر کے جنوبی رخ پہاڑ اور شرق کی طرف نہر ہے۔

اور لشکر مورچہ بندی میں مصروف ہو گیا۔ دشمنوں تاریخ کو اسلامی لشکر نے حملہ کیا۔ اہل بیسان پہلے ہی سے شہر چھوڑ کر پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے اسوجہ سے حملہ کا کچھ جواب نہ ملا اور عساکر اسلامی آگے بڑھے تو کیا دیکھا کہ اہل شہر پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر تنگ ہیں اور وہیں سے تیرباری کر رہے ہیں۔ سلطانی فوج نے بھی وہیں پرہ جمادیا اور اپنی تیر اندازی کا جوہر دکھلانے لگے۔ پانچ روز تک برابر دُور کی لڑائی ہوتی رہی چھٹے روز اسلامی لشکر اس غرض سے پیچھے ہٹ آیا کہ شاہ نصیر کے مال و اسباب کے طمع میں پہاڑ سے اتر آئیں لیکن جب نصیرانی پہاڑوں پر سے نہ اترے تو اسلامیوں نے شہر کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور شاہ کا نام لیکر آگے بڑھے۔ اس واقعہ کے بعد ہمارا نامی سلطان جبکہ بیسان سے روانہ ہو کر اوس چٹان پر

غز جالوت

خیمہ زن ہوا جو کہ جالوت کے سردار پر واقع ہے اوس وقت غز الدین جردیک اور جالوتی اسمدی سمعہ ایک جماعت مالیک نوریہ واسدیہ کے آئے اور لشکر کرک اور شوبک کے حمایتی لشکر کے مقابلہ کا حال گزارش کیا اور اسٹینج عیسائیوں کو پیش کیا جن کو اس نے عیسائیوں کی شکست کے بعد گرفتار کر لیا تھا چودہویں جمادی الثانی کو جاسوسوں نے یہ خبر دی کہ نصیرانی لشکر بہت بڑی جمعیت کے ساتھ صفوریہ سے نوکہ کی طرف مقصد مقابلہ آرہا ہے سلطان نے یہ سُننے ہی فوراً اپنے لشکر کو مسیہہ اوسمینہ اور قلب اور مقدمہ پر مرتب کر کے مقدمہ کو آگے بڑھایا۔

۱۰ جالوت ایک شہر صفافانٹ سلطان مابین باطن بیسان کے ہے یہ شہر ایک عظیم الشان دریا کے کنارے پر آباد ہے۔ ۱۱ ایک انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ فرنج بن علی کے سوا اگر کسی شہر کے کسب و کار میں اتنی بڑی فوج نہ مقرر ہوئی ہوگی۔ ۱۲ پہلے ہمیں جمع ہوئی اکھزار تین سو اور پندرہ ہزار زیادہ سپاہ و کچھ قواعد ان کے علاوہ یورپ کے بڑے بڑے نامی امرا بھی شریک تھے مزی ڈیوک آف لورین۔ ایف ڈی ہیلن۔ اگوستوس کے لارڈ۔ گونی ڈی لوزگرن۔ ریچیناڈ۔ بالڈون۔ ریچیناڈ آف سیڈن۔ وارڈ آف قیصار۔ غیرہ معہ اپنے اپنے جانناک فوج کے شامل تھے۔ ۱۳ مجاؤ لکھتا ہے کہ میدا صفوریہ میں پچاس ہزار عیسائی لشکر تھا اور بعض انگریزی مورخ شہر ہزار بیان کرتے ہیں۔ ۱۴ صفوریہ سرزمین شام میں طبریہ کے قریب طراف اردن میں ایک چھوٹا سا لیکن بہت بڑا شہر ہے۔

کہہ رہا ہے کہ ہم ان واقعاتِ اعراض کر کے جہانگیر کو کمال تیزی سے اوس میدان میں پہنچ جاتے جہاں لکھنؤ سے پہلے اسی صدی میں سچے مسلمانوں کی جانوں کی کچھہ وقعت نہیں سمجھتے تھے اور کمال بیرحمی سے اوس مقدس مقام کے در و دیوار کو جسکو کہ وہ خود مقدس سمجھتے ہیں خدا کے بندوں کے خون سے تھمتہ لالہ بنا رہے تھے اور اب وہی متبرک مقام اور ہندو مظلوموں کے قبضہ میں آئے والا ہے جنکو سچی اپنے زعم فاسد ظالم یا کافر یا دشمن سمجھ رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ یہ ظالم صاحبِ بوم ہو کر ان نرم دل مسیحیوں کو آزاد کئے دیتے ہیں لیکن ہم ان واقعات کو بنظرِ کجی حسب وعدہ بغیر بیان کئے ہوئے کسی بڑے سلسلہ کو نہیں چیل چاہتے۔ آئے پہلے بیان دینے جاوے و کرک وغیرہ کے خوفناک لڑائی کے میدان یا سلطانی غزوات کے دلپسندین کہہ دیجئے بعد ازاں ہم اور آپ الملک المناصر الغازی سلطان صلاح الدین یوسف کے ساتھ ساتھ بیت المقدس کی زیارت کو چلیں۔

غزائے

یہ تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ سلطانِ ہم آبد سے فارغ ہو کر حلب کی طرف آیا ہے اور حلب بھی صلح مقبوضاتِ کطانی میں داخل ہو گیا ہے ۲۲۔ ربیع الثانی ۸۵۹ھ تک یہیں مقیم رہا تیسویں ماہ مذکور کو بغرض اجتماع عساکر حلب سے روانہ ہو کر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا ۳۔ جمادی الاول کو دمشق پہنچا چوبیس روز میں جہاد کا سامان درست کر کے ستائیسویں جمادی الاول کو دمشق سے روانہ ہوا اور سیکدر مسافت طے کر کے خشب پر خیمہ زن ہوا۔ لوڈز تک بغرض تریب عساکر مقیم رہا دسویں روز ۸۔ جمادی الثانی سنہ مذکور کو یہاں سے روانہ ہو کر ہزاروں کی عبور کر کے ۹۔ جمادی الثانی کو بیسان کے قریب

سلاہ ہزاروں کو ہزاروں اور ہزاروں شریعت ہی پہنچے ہیں۔

سلاہ بیسان ایک چوٹا سا شہر بلا شہر پناہ کے غور کے غریب جانب واقع ہے اس شہر کے جنوبی چاہاں اور شرق کی طرف نہر ہے۔



اور لشکر مورچہ بندی میں مصروف ہو گیا۔ دشمنوں تاریخ کو اسلامی لشکر نے حملہ کیا۔ اہل بیسان پہلے ہی سے شہر چھوڑ کر پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے اسوجہ سے حملہ کا کچھ جواب نہ ملا اور عساکر اسلامی آگے بڑھے تو کیا دیکھا کہ اہل شہر پہاڑوں کی بلت چوٹیوں پر متمکن ہیں اور وہیں سے تیرباری کر رہے ہیں۔ سلطانی فوج نے بھی وہیں پرہ جمادیا اور اپنی تیر اندازی کا جوہر دکھلانے لگے۔ پانچ روز تک برابر دُور کی لڑائی ہوتی رہی چپے روز اسلامی لشکر اس غرض سے پیچھے ہٹ آیا کہ شاہی نصاریٰ مال و سبب کے طمع میں پہاڑ سے اُتر آئیں لیکن جب نصرانی پہاڑوں پر سے نہ اُترے تو اسلامیوں نے شہر کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور خدا کا نام لیکر آگے بڑھے۔ اس واقعہ کے بعد ہمارا نامی سلطان جبکہ بیسان سے روانہ ہو کر اوس چٹنمہ پر خمیر زن ہتا جو کہ جالوٹ کے سردار پر واقع ہے اوس وقت عز الدین جردیک اور جاولی اسمدی سمعہ ایک جماعت ممالیک نوریہ واسدیہ کے آئے اور لشکر کرک اور شوبک کے حمایتی لشکر کے مقابلہ کا حال گزارش کیا اور اوسٹع عیسائیوں کو پیش کیا جن کو اس نے عیسائیوں کی شکست کے بعد گرفتار کر لیا ہتا چوہو ہون جمادی الثانی کو جاسوسوں نے یہ خبر دی کہ نصرانی لشکر بہت بڑی جمعیت کے ساتھ صفوریہ سے نوکہ کی طرف مقصد مقابلہ آرہا ہے سلطان نے یہ سننے ہی فوراً اپنے لشکر کو مسیرہ اوسمینہ اور قلب اور مقدمہ پر مرتب کر کے مقدمہ کو آگے بڑھایا۔

۱۷ جالوت ایک شہر مضائقہ طین بامیں بلوں بیسان کے ہے یہ شہر ایک عظیم الشان دریا کے کنارے پر آباد ہے۔ ۱۸ ایک انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ فرنج بن علی کے شوگر بھی شریک تھے کہ سیدرو بھی اتنی بڑی فوج شریفین طین میں لایا ۱۹ پہلے نہیں جمع ہوئی اکھڑاتیں سوار اور پندرہ ہزار زیادہ پیادوں کے قواعد ان کے علاوہ یورپ کے بڑے بڑے نامی امریکی شریک تھے مزی ڈیوک آف لورین۔ الف ڈی بیلن۔ اکوٹین کے لارڈ۔ گوئی ڈی لوزگنن ریجیناڈ۔ بالڈون۔ ریجیناڈ آف سیڈن۔ وارڈ آف قیصرانہ غیرہ معہ اپنے اپنے جانناں فوج کے شامل تھے۔ مجاڈ لکھتا ہے کہ میدا صفوریہ میں پچاس ہزار عیسائی لشکر ہتا اور بعض انگریزی مورخ عرشدہ ہزار بیان کرتے ہیں۔ ۲۰ صفوریہ سرزمین شام میں طبریہ کے قریب طراف اردن میں ایک چوٹا سا لیکن بہت بڑا شہر ہے۔

عز جالوت

اس مقدمہ میں پانچ سو چھ ہونے تیر انداز تھے سچی صلیبی فوج اور اسلامی لشکر کا مقابلہ  
اوسے پہر پانچم پر ہوا جسکے کنارہ جالوت آباد تھا۔ یہ لڑائی پہر دن چڑھنے سے شروع  
ہوئی اور شام تک برابر کمال زور و شور سے جاری رہی شام ہونے ہی لڑائی کا  
بازار سرد ہو گیا طرفین میں سے کسی کو اپنے مورچہ پر لوٹ آنے کی تاب نہ باقی رہی  
جہاں پر جوتھا وہ اوسے مقام پر اوسے حالت میں ٹھہر گیا صبح کو اسلامی لشکر کا قلب بھی  
جسمین کہ سلطان صلاح الدین تھا مقدمہ سے آگیا نصرائیوں کے دلوں پر اسلامی  
مقدمہ الجیش کا خوف ایسا چھا گیا تھا کہ باوجودیکہ مسلمانوں نے حملہ کر کے اوں کو  
بہت آگسایا کہ لڑائی کے میدان میں آئیں مگر وہ کسی طرح خیموں سے باہر نہ نکلے اور  
مقابلہ کو کوئی متنفس اوس لشکر سے نہ نکھانا چاہا جب تیسرے روز سلطان سوار اپنے  
لشکریوں کے طور کے جانب طرح دینے کے خیال سے کوچ کر گیا تو ۱۱- ماہ مذکور کی صبح کو  
نصرانی لڑائی سے منہ پھیر کر مراجعت کو مقابلہ سے افضل سمجھ کر ہٹ گئے فولہ تک  
اسلامی لشکر نے تعاقب کیا لیکن جب اوں میں سے کوئی نصرانی لڑائی کے خوفناک  
میدان میں سر فرود نہ کرنے آیا تو مجبوری اسلامی لشکر بھی معاودت پر مائل ہو گیا۔  
اشنا راہ میں جو قریے یا چھوٹے چھوٹے قلعے نصرائیوں کے ملتے گئے اسلامی لشکر اور کو  
تخت و تاراج کرتا جلاتا پہونکتا ہوا منظر منظر فوراً میں پہونچا۔ سلطان نے  
اس مقام سے اپنی فوج ظفر موج کو بغرض آسائش رضا دیا اور خود یوم پنجشنبہ  
چوبیسویں ماہ مذکور کو جہاد کی تیاری اور انتظام ملک کی غرض سے دمشق میں  
داخل ہوا۔

۱۲- اس معاودت میں اسلامی لشکر نے شہر عفریہ کو جو کہ سیمان اور طبریہ کے قریب آباد تھا ویران اور  
ہمسان و مزارعین کے قلعوں کو بھی ہمدوش زمین کر دیا تھا۔ اور علاوہ اس کے چھوٹے چھوٹے اور  
گائوں کو بھی جلا دیئے تھے جسکے نام سے ہکو آگاہی پہنچ ہوئی۔

اوسی اثنا عشر مین کہ ہمارا نامی سلطان بلاد اسلامیہ کی حفاظت اور خزانہ جنگیوں کے رفع و دفع میں مصروف تھا کہ کرد و بار اوس نے حملہ کئے ایک تو بعد واقعہ سابقہ ۳۰۰ھ میں دمشق سے بقصد اعلا حکمتہ السد روانہ ہوا اور اپنے روانگی سے پہلے اپنے بہائی الملک العادل جو کہ مصر میں اکی نیابت کر رہا تھا کہ کرد پر حملہ کرنے کو کہہ دیا تھا چنانچہ جو تہی شعبان سنہ مذکور کو اس طرف سے الملک العادل اور سلطان اور اوس طرف سے پورب کے نصرانی صلیب کی لکڑی ہاتھ مین لئے ہوئے اہل کرد کی حمایت کی غرض سے کرد کے قریب پہونچکے۔ سوہوین شعبان کو ایک خیف سی لڑائی ہوئی جس سے طرفین کا زیادہ نقصان نہین ہوا اور دوسرے روز فریقین اپنے اپنے دار الحکومت کو واپس گئے۔ اس واپسی کا ظاہری سبب کہ پہ معلوم نہین ہوا۔

دوسرے بار ماہ ربیع الثانی سنہ ۳۰۱ھ میں کرد پر ہمارے اسلامی ہیر و نے حملہ کیا اس مرتبہ کئی ہمدینہ پیشتر سے جہاد کا انتظام ہو رہا تھا اسلامی امداد کو طلبی کے خطوط لکھے جاتے تھے فوجین جمع ہو رہی تھیں۔ اٹھارہوین صفر سنہ مذکور کو ابن قزاق ارسلان نور الدین اسی غرض سے حلب ہونا ہوا اموہ الملک العادل کے چیمپسین صفر سنہ مذکور کو دمشق میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا الملک نے بھی طلب کیا گیا تھا لیکن انتظام و کثرت کار کی وجہ سے وہ جلد نہ آسکا اور سلطان معہ موجودہ فوج اور امداد کے کرد کے طرف بڑھا اور اوس کے بعد الملک المظفر جو کہ

۱۰۰۰ انگریزی سوین خرید کرنے ہیں کہ صلاح الدین کرد سے اسوجہ سے واپس ہوا کہ اوس کا ٹونک یہ غیب پہونچ گئی تھی کہ سیمون نے مصر کا راستہ بند کر لیا ہے اور کوئی قافلہ بغیر ایک کافی فوج کی حمایت کے گذر نہین سکتا اسی غرض سے اوس نے کرد کا محاصرہ چھوڑ دینا مناسب سمجھا اور کرد سے ناکام واپس ہوا مگر سانبہ ہی اس کے اوس نے بڑی کوشش سے رہتہ کو صاف کر لیا۔

مصر سے معاہل و عیال الملک العادل کے آگیا تھا بطور ساقی کے روانہ ہوا۔ چوتھی  
جمادی الاول ۵۸۵ھ کو یکے بعد دیگرے اسلامی لشکر کرک کے قریب پہنچ گیا سلطان  
نے پہنچتے ہی کرک کا محاصرہ کر لیا اور بقیہ پر مخینقون کے نصب کرنے کا حکم صادر فرمایا  
اسلامی فوجین جی توڑ توڑ لڑنے لگیں پہلے ہی حملہ میں شہر ربضہ (ربض) پر انکا قبضہ  
ہو گیا۔ لیکن اسکا قلعہ اسوجہ سے کہ بائیں شہر و قلعہ ایک خندق تقریباً ساڑھے گز عمیق  
حائل تھی نصرانیوں کے ہاتھوں میں رہا۔ گو سلطان اس خندق سے گزر جانے کی  
طرف خاص طور سے متوجہ ہوا لیکن چونکہ نصرانی قلعہ کی فصیلوں سے تیراؤ مخینقون  
سے بہتر ہر سار ہے تھے اسوجہ سے خندق سے لشکر اسلامی عبور نہ کر سکا اخیر اخیر اس  
امر کی بھی کوشش کی گئی کہ خندق پر ایک سقف پل بنا دیا جائے۔ تاکہ اوس کے  
اندر سے بحفاظت تمام لشکر اسلامی قلعہ کے فصیلوں تک پہنچ جائے عجب نہ تھا کہ  
اس میں مسلمانوں کو کامیابی ہو جاتی لیکن سلطان کو اس خبر نے کہ ان نصرانیوں کے مدد کو  
اوسچی لشکر آ رہا ہے اس تجویز کے عمل درآمد کرنے سے روک دیا اور خواہ مخواہ اس امر پر  
آمادہ کر دیا کہ پہلے اوس آنے والے لشکر کو شکست دینا چاہیے بعد اوس کے اس  
قلعہ کی فصیلوں پر حملہ کر کے عیسائیوں کو منتشر کرنا چاہیے چنانچہ اسی خیال سے قلعہ  
ربضہ سے دست کشی کر کے آنے والے سچی لشکر کے طرف بڑھا لیکن افسوس ہے کہ صعوبت راہ  
اور شونت ارض نے منزل مقصود تک نہ پہنچنے دیا مجبورانہ اثناء راہ میں سچی  
لشکر کے انتظار میں ٹہر گیا۔ دو چار روز کے بعد جب حریفین مقابل نے بخوف و خیال خطر  
اپنے مقام سے حرکت نہ کیا تو سلطان یہاں سے بھی کوچ کر کے دو کوس کے فاصلہ پر  
خیمہ زن ہوا اور چند منتخب آدمیوں کو جو کہ جاسوسی کا کام عمدہ طور پر کر سکتے تھے  
لہ ربضہ یا ربض کرک کے مضافات سے ہے۔ ایک ہی پہاڑ پر شہر اور قلعہ ہے قلعہ کو چاروں طرف  
سے ایک عمیق خندق گہرے ہوئے ہے۔

ایسی مقام پر پہنچے دیا نصرانی موقع محل دیکھ کر اوسے شب کو جس روز کہ سلطان یہاں سے کوچ کیا تھا کرک کی طرف روانہ ہو گئے اور سلطان جیاسوسون کو روانگی کی وقت اطلاع تک نہ ہوئی ہمارے سلطان کو اس حال سے آگاہی اور سوت ہوئی جبکہ نصرانیوں کا وہ گروہ کرک میں پہنچ گیا تھا اسوجہ سے اس نے کرک کی کامیابی کو سہ قدر دشوار سمجھ کر شہر نابلس پر حملہ کیا۔ لشکروں نے اس شہر کے کئی محلوں میں آگ لگا دیا جو آلام لائے وہ تو مامون ہوئے اور باقی عیسائی بعض قتل اور اکثر قید کر لئے گئے بعد اس کے ہمارے سلطان کا لشکر پیکر سبطیہ کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھا اور بجلی کی طرح ایک دم میں اوس کے اوس میدان کو جو کہ تئلیٹ کے تاریکی میں تون سے بڑا تھا تو حید کی برقی روشنی سے منور ہو گیا۔ اور نیز اویں غلوم مسلمانوں کو جو کہ عرصہ دراز سے نصرانیوں کے پنجہ غضب میں گرفتار تھے قید کی زنجیر سے آزاد دیا ان مسلمان قیدی رہائی یافتہ مسلمانوں کی جماعت کی گئی کو جو کہ مسلمانوں کے شہید ہو جانے سے ہو گئی تھی پورا کر کے اطراف و جوانب کے شہروں کو خاطر خواہ غارت کیا۔ علاوہ ان شہروں کے وقت معاودت اثناء راہ دمشق میں جو شہر و قریہ ملتے گئے اسلامی بہادر دن کی جولانگاہ بن گئے۔ پیدھا اور شمالاً ایسا کوئی شہر یا قریہ نظر کے لئے نہیں مل سکتا تھا کہ جس پر اسلامی لشکر نے بعد عرض اسلام حملہ نہ کیا ہو اور اسکو اپنا تختہ مشق نہ بنایا ہو۔

بعد ان واقعات کے جمادی الثانی یوم شنبہ کو ہمارا سلطان دمشق

نابلس ایک مشہور شہر سرزمین فلسطین میں دو پہاڑوں تکمیل کے درمیان نہایت سہمہ و شاداب بیت المقدس کے دہلی کو جس کے فاصلہ پر واقع ہے یہودیوں کے خیال میں آل بیت المقدس ہی ہے۔ سبطیہ نابلس کے دور در کے رہتہ پر واقع ہے اور بعض لوگ یہاں بیت المقدس شمار کرتے ہیں اور بعض فلسطین کے مقلقات سے کہتے ہیں۔

میں پہنچا پہر بعد اس کے ۵۳۳ھ تک جہاد کے قصد و شوق سے کسی طرف نہیں رخ کیا البتہ وقتاً فوقتاً خانہ جنگیوں کے رفع و دفع کرنے میں مشغول ہوتا جاتا تھا۔ جس کو ہم اس سے پہلے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں اور انہیں معاملات کے انشاء میں سلطان نے نصرانیوں پر جو دو چار چلے گئے تھے ان کو بھی بلا لحاظ ترتیب اسی سلسلہ میں لکھ رہے ہیں۔ انہم ہم حسب وعدہ اوس بڑے جہادی سلسلہ کو ہٹا رہے ہیں جس کے دیکھنے اور سنے کا ایک عالم کا مشتاق ہو رہا ہے۔ آئے اسلامی چمکتی ہوئی تلواروں کا جو ہر دیکھے اور اس گروہ کی شجاعت۔ مردانگی۔ عالی حوصلگی کی داد دیجے جہنوں تقریباً ایک صدی کے بعد بیت المقدس کے بلند پہاڑیوں کی چوٹیوں پر دوبارہ اسلامی پہرہ اوڑھایا ہے یہ وہی اسلامی گروہ ہے جس کے رگوں میں جوش ہے بہا ہوا اسلامی خون دوڑ رہا ہے! یہ وہی عالی حوصلہ بلند خیال ہے جو کہ نصرانیوں کو بے قابو بنا کر آزاد کر دیتا ہے یہ وہی خدا کے سچے بندے ہیں جس کے مذہب میں عہد شکنی گناہ کبیرہ ہے! یہ وہی نرم دل رحیم گروہ ہے جس نے کدیت المقدس کی نوزائی درود و دیوار کو نصرانیوں کے خون سے نہیں رنگا ہے! یہ وہی جری فوج ہے جو کہ خدا کے راہ میں مرے اور مارنے کو فلاح دارین سمجھتی ہے! اس لشکر کا انسر اعلیٰ وہی نیک ہنر بادشاہ سلطان ہے جس کو صلاح الدین کہتے ہیں اور جس کے نام سے تمام یورپ تہزدار ہے یہ مسلمانوں کی گئی قوت کو پہر سنبھالے گا اور بیت المقدس کی مقدس پہاڑیوں پر بہر اسلامی حکومت قائم کرے گا۔ اسکے رحیم و کریم النفس ہونے کے آپ اس قوت قابل ہونگے جبکہ یہ بیت المقدس میں ہو گا اور مجبور عیسائیوں کو کشادہ پیشانی سے آزاد کرنا ہو گا۔

۵۳۳ھ شروع ہو گیا اور سلطان نے خانہ جنگیوں کو اپنے کو فارغ کر کے جہاد کی تیاری کرنی شروع کر دی الملک الافضل علی کو مصر سے طلب کر کے دمشق کی

جہاد کی  
تیاری

حکومت سپرد کر دی اور حلب کے الملک العادل اور الملک الغزنی عثمان کو مصر کی طرف روانہ کیا اور تاکید کر دی کہ جہانک ممکن ہو کہاں تیزی اور عجلت سے فوج کو آراستہ مسلح کر کے مستعد رہیں حلب میں الملک الظاہر حاکم کر کے بھیجا گیا اور خود دمشق میں بیٹھنا ہوا نصرانیوں کی نقل و حرکت کو سننا رہا اور اطراف و جوانب کے امرا اسلام کو جہاد کی ترغیب دیتا رہا تا آنکہ شروع ۶۵۳ھ میں جہاد کا سامان درست کر کے پندرہ تین ماہ مذکور کو دمشق سے روانہ ہوا اور چند روز مقام منظرہ میں عساکر شامیہ اور مصریہ کے انتظار میں فروکش رہا جب وقت شامی لشکر بارگاہِ سلطانین میں داخل ہوا سلطان نے کل فوج کا کمان افسر الملک الافضل علی کو مقرر کر کے مقدمہ اور میسرہ ویمت سے مرتب کر کے آگے بڑھنے کا حکم صادر فرمایا اور خود ایک قلیل جماعت کو لئے ہوئے بصرے کی طرف بڑھا۔

بصری  
کی طرف  
سلطانی  
روانگی

مورخین اس روانگی کا یہ سبب ظاہر کرتے ہیں کہ پرنس ازنا طولا نے نے بد عہدی شروع کر دی تھی آئے دن حجاج کے قافلہ لوٹ لیتا تھا۔ مسلمان تاجروں کو گرفتار کر لیتا تھا عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالتا تھا۔ اس مرتبہ حاجیوں کے قافلہ میں سلطان کے خاص خاص اعزہ بھی تھے اس بد عہد شروع پر یہ خوف تھا کہ انکو تھکیت نہ پہنچائے اسوجہ سے سلطان بصرے میں جا بیٹھا جب اس بد باطن کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے حدود سے باہر نہ نکلا اور حجاج کا قافلہ بجا فیت تمام اس خطرناک رستہ سے گزر گیا۔

بعد اس کے سلطان پہر کر کی طرف متوجہ ہوا اور اسی مقام سے متعدد سرایا بلا در کر اور شوبک پر روانہ کئے۔ الملک الافضل بھی ایک دستہ فوج جان نثاروں کا لئے ہوئے بلادِ عکا کی طرف بڑھا فوج کے اس حصہ میں مظفر الدین بن زین الدین قایما زنجی۔ دلدارم یا قوتی ناجی نامی امرا بھی

شریک تھے جو وقت یہہ گروہ پر شکوہ شب بہر چلکر صبح ہوتے ہی صفوں کے میلہ میں پہنچا  
 ماہ صفر ۵۸۳ھ کا آخری دن ختم ہو رہا تھا کہ مسیحی لشکر بھی میلہ ہی نشان لے ہوئے  
 مقابلہ پر آگیا رات بہر فریقین نہ سوئے اسلامی بہادر وں کو تو اس ذوق شوق  
 میں نیند نہ آئی کہ صبح ہوتے ہی انشاء اللہ تعالیٰ لڑائی چہر چاہیگی اگر اس دینی  
 محاذ میں ہم کام آئے تو شہید ہوں گے جنت پائین گے اور اگر زندہ رہے تو  
 مال غنیمت پانے کے علاوہ غازی کہلا میں گے سلطان الفام و اکرام کے بھی حق  
 سمجھے جائیں گے اس خیال میں کوئی اپنی تلوار کو صیقل کر رہا تھا اور کوئی اپنی زسہ بہال  
 رہا تھا جیون کا یہ حال تھا کہ وہ اس خیال سے جاگ رہے تھے کہ اگر کلمہ کی لڑائی  
 میں ہم مارے گئے تو اس سے کچھ بحث نہیں ہے ہزاروں شخصات سے چھوٹ  
 جائیں گے روزِ روضہ کی لڑائی سے نجات مل جائے گی اور اگر زندہ رہ گئے اور جناب  
 مسیح نے ہماری خبر نہ لی اور ان مشرکین (مسلمانوں) کے ہاتھ بڑ گئے تو یقینی ساری  
 عمر غلامی کرتے گزرے گی۔ فریقین کے دماغوں میں یہ خیال پیدا ہو ہی رہے تھے  
 کہ یکایک صبح کی سفیدی نے رات کی سیاہی کو دور کر دیا۔ اسلامی لشکر سے اذان  
 و تکبیر کی آوازیں آنے لگیں عسا کہ سچی ہی کہنے بجا بجا کے اپنی کامیابی کی دعائیں  
 مانگنے لگے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آفتاب کی کرنیں نمود ہو گئیں ادھر تو ایک  
 السد اکبر کی آواز پر تلواریں نیام سے باہر نکل آئیں تیر اندازوں نے کمان تیر  
 سبھا لائے کش میں تیر رکھے اودھر سے بگل کی آواز پر ہر ایک سپاہی ٹرنکو مستعد  
 ہو گیا دو پہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ زوال آفتاب کے ساتھ ہی جیون کی قوت  
 بھی زایل ہو چلی۔ ظہر کا آخری وقت تھا کہ نصرائیوں کے پالون اُکوٹے گئے  
 لڑائی کے میدان سے ایسی بے سروسامانی کے ساتھ بھاگے کہ اپنے  
 مقتولین کو اٹھا ہی نہ سکے نامی اور مشہور لڑائے اور لڑنے والے نصرائی



مارے گئے اور ایک بہت بڑا گروہ گرفتار کر لیا گیا۔ ہزیمت یافتوں کا تو حال معلوم نہیں کہ کس طرف سے گئے اور کہاں پہنچے ہاں فخر مند گروہ کو ہم بتا سکتے ہیں کہ اس کامیابی کے بعد اطراف و جوانب کے شہروں و قصبوں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے طبریہ کے رستم سے اپنے ہیڈ کوارٹر کے طرف روانہ ہوئے۔ باوجودیکہ قصص جو کہ سچپوں کے روداد پیشو اؤن میں شمار کیا جاتا تھا طبریہ ہی میں موجود تھا لیکن اوس نے اس سیلاب کے گزر جانے ہی کو غنیمت سمجھا اور مطلقاً اوس نے اون سے تعرض نہ کیا۔

سلطان  
سنا بارہ ہزار  
سوار تھے

سلطان کے مبارک کالون تک جس وقت اسلامی لشکر کی اسن کامیابی کی خوشگوار آواز پہنچی اوس وقت الملک الافضل کی طرف روانہ ہو کر دوسرے روز اوس سے جا ملا ان دونوں اسلامی لشکروں کے اجتماع سے یہی سلمان کی تعداد بارہ ہزار سواروں سے ہرگز نہ گزرتھا ورنہ نین ہوئی سلطان نے ایک روز یہاں قیام کیا اور دوسرے روز لشکر کو مرتب کر کے طبریہ کی طرف بڑھا اور اسی روز شام کے وقت مقام افحوانہ میں پہنچ گیا۔

نظر نیون کا  
سلطان کی  
کامیابی  
سے بیدار ہوا

عساکر اسلامیہ کی ان کامیابیوں اور جوش و خروش نے نظر نیون کو چونکا دیا اور انکی باہمی تالفاقی کو دور کر دیا پادریوں نے عیسائیوں کے متفق کرنا کا بیڑہ اٹھالیا نامی نامی پادری اور بطرس قسطنطنیہ کے پاس گئے اور اوس کو

لہذا فریسیوں کو تحریر کرتے ہیں کہ اس رائی میں عیسائی فوج کے صرف تین شخص زندہ بچے تھے اور بانی یا تو زمرگاہ میں مار دیے یا گرفتار کر لئے گئے تھے۔ ہر رائی مسئلہ ۱۶ میں ہوتی تھی۔

طبریہ ایک چوتھا شہر عمال اردن میں دریا کے کنارہ دمشق سے تین منزل کے فاصلہ پر تھا اس کا بادشاہ بیت المقدس ہی غالباً تین ہی منزل کے فاصلہ پر اسکے غرب شمال جنوب میں سیار واقع تھیں جب دمشق کے بادشاہ نے مسلمانوں کو فتح کر لیا تو قسطنطنیہ کی طرف سے بادشاہ نے حکم دیا کہ بادشاہ (بالدوین) یروشلیم سے اور اسکے دھرمنا صافی بہیمان کجائی ہے کہ بادشاہ نے اپنے بہنوئی کوئی دسی لوزیمن کو اپنا نائب سلطنت مقرر کر لیا تھا اور یہ اس عہدہ کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ بعد چند دنوں کے مسلمانوں نے تین تالفاقی پیدا ہوئی تھی

سلطان کے مقابلہ پر آمادہ کرنا چاہا لیکن وہ چونکہ پہلے ہی سے اپنے جماعت سے علیحدہ ہو کر سلطان سے عہد و پیمان کر چکا تھا اور اپنے ہتھم سے کسی قدر برہم ہو گیا تھا اسلامی لشکر کے مقابلہ پر تیار ہونا پسند نہ کرتا تھا وہ ان کے ہر امید کا جواب ناامیدی اور یاس کا دیتا تھا ان لوگوں نے اتنا گفتگو میں بیہ ہی کہہ دیا کہ ”اے امین شبہ ذرا بھی نہیں ہے کہ تو مسلمان ہو گیا ہے ورنہ مسلمانوں کی ان زیادتیوں کو برداشت نہ کر سکتا آج وہ فلاں فلاں ناجی جز لون کو قتل و قید کرنے میں تو کبھی بڑے بڑے مسیحی صاحب دولت پر حملہ کریں گے۔ نہ تجھ میں حمیت مسیحیہ باقی ہے اور نہ کچھ پاس مذہب ہے معلوم نہیں کہ تیری اس قدر ہمت کیون پست ہو گئی ہے تو تو اس سے پہلے ایسا بزدل نہ تھا تو نے بڑے بڑے نمایاں کام کئے ہیں تیری جو انگریزی کا سکہ بیٹھا ہے دیکھ سبھی مذہب کو بدنام نہ کر تیری ذات سے کہو ایسی توقع نہ تھی تو نے ایسے وقت میں پست ہمتی ظاہر کی ہے جبکہ اسلامی لشکر سر پر آ گیا ہے۔ نا اتفاق کا منہہ کالا کر اتفاق سے کام لے۔

قصص انکی باتیں غور سے سنتا جاتا تھا اور دل ہی دل میں کہہ دیتا تھا کہ یہ مرحلہ بہت دشوار گزار پیش آیا ہے اگر میں اپنے ہم قوموں کی مدد کو نہیں اٹھتا ہوں تو یہ لوگ معلوم نہیں میرے ساتھ کیا برتاؤ کریں اور اگر انکا ہمدرد بنتا ہوں تو عہد شکنی ہوتی ہے عجب تذبذب کی حالت ہے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہے وہ انہیں پیچیدہ باتوں میں لپٹا ہوا تھا کہ پطرس قصص کو اپنی طرف مخاطب کر کے صاف لفظوں میں کہنے لگا کہ ”اگر تو نے قوم کی ہمدردی نہ کی اور میرے کہنے پر عمل نہ کیا تو یہ واضح رہے کہ تیرے تکفیر کا فتویٰ دیدیا جائیگا تیرے عقد سے تیری پیاری

بی بی خارج کر دیجاگی سچ چیکو اپنے سایہ حمایت میں نہ لینگے روح القدس کی تجہ پر قیامت تک  
 پہنکا رہے گی ہمارے مذہب میں مرتد ہونے سے زیادہ بدتر کوئی گناہ نہیں ہے  
 افسوس کی بات ہے کہ سچ تو ہمارے گناہ کے کفارہ ہونے کے لئے مصلوب ہوں  
 اور ہم اونپر ایمان لانے سے اعراض کریں اور انکی حمایت جان چرائیں۔  
 بطرس کے اس کلام پر قصہ لکھیلا ہی نہیں رویا بلکہ حاضرین جلسہ چچ چچ کر  
 رُونے لگے تھوڑی دیر تک تو یہ مجلس یوں ہی گرم رہی بعد چند منٹ کے اضاریوں  
 کے آنسو تہمتے قص نے جیب سے رُومال نکال کر آنسو پونچھنے اور بطرس کے حضور میں اپنے  
 خود کردہ پریشانی ظاہر کی۔ معافی چاہی اور اس کے ہمراہ شاہ فرانس کے پاس گیا  
 اور وہاں سے بہت بڑی فوج کے ساتھ پس و پیش کرتا ہوا صفوریہ کے طرف  
 روانہ ہوا۔

اسلامیوں کا  
 مشہور کرنا

جسوقت یہہ خبر سلطان کی مپ میں پہنچی جو کہ مقام اقوانہ میں تھا سلطان  
 اصحاب شورے کو بغرض مشورہ اپنے دربار خاص میں طلب فرمایا اور ان میں سے  
 اکثر تو یہہ کہنے لگے کہ بہتر یہی ہے کہ مقابلہ نہ کیا جائے بلکہ یحیون کی قوت کو پہلے  
 قتل و غارت اور شیخون ماسنے سے گھنا دین بعد اس کے کہل کہلا بیر مقابلہ آئیں  
 اور بعضوں نے یہہ رائے ظاہر کی کہ مناسب یہہ ہے کہ ہلوگ کشخون ماسنہ  
 اور بلاد نصاریٰ کو ویران کئے ہوئے اپنے دار الحکومت کو واپس ہو جائیں لیکن  
 معاودت کے لئے کوئی حیلہ شرعی پیدا کر لینا ضروری ہے تاکہ اہل مشرق کی زبان  
 طعن بند ہو جائے ورنہ وہ سب یہی کہیں گے کہ مسلمانوں کے قتل پر تو شیر تہے  
 لیکن کفار کے مقابلہ سے مٹہہ موڑ کر چلے آئے۔

سلطان چند لمحہ تک عالم سکوت رہا کہی تو ان رالیوں کو ان اکھوں سے  
 دیکھتا تھا جیسے کوئی دیندار حق پرست دنیا کے حیلے معاشرت کو دیکھتا ہوا اور کہی

نصرانیوں کے مذبحی لشکر کو اون تیور سے ملاحظہ کرتا تھا جس سے کوئی شیر برہ  
 بہیڑ بکریوں کے گلے کی طرف غصہ کجالت میں دیکھتا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد سلطان  
 اپنی عالی رائے کو اس طرح ظاہر فرمایا "کاہین غنی ان تفرق ہذا ۲۲ کجمع  
 انکا بعد الجحد بالکجھلا" (یہ نامناسب ہے کہ جہاد میں کوشش کرنے سے پہلے  
 یہ جمعیت متفرق ہو جائے)۔

فتح طبریہ

پانچویں روز مقام مذکور سے لشکر کو مرتب کر کے بائیسویں ربیع الثانی ۸۳ھ  
 یوم چہار شنبہ کو طبریہ کے قریب مقام صہیر میں ٹھہرا دوسرے روز بعد نماز صبح اس  
 مقام سے کوچ کر کے اسی روز طبریہ کے غری جانب ایک پہاڑ کی چوٹی پر خیمہ زن ہوا  
 گو نصرانیوں کا کیمپ اس مقام سے بہت ہی قریب تھا اور انکو غالباً اسکی آمد کی اطلاع  
 ہوئی لیکن جب عیسائیوں نے اپنے مقام سے حرکت نہ کی اور مقابلہ کو باہر نہ نکلے تو سلطان  
 نے یہی مصلحتاً اپنے فوج کو پوشیدہ رکھا۔ نصف شب گز چکی تھی کہ کل لشکر کو نصرانیوں  
 کے مقابلہ میں چوڑ کر نین تنہا معدود چند سواروں کو لیکر طبریہ کے قریب پہونچ گیا  
 صبح ہوتے ہی نماز و غلیفہ سے فارغ ہو کر طبریہ پر حملہ کیا پھر دن ہی نہ گرا تھا کہ  
 سلطان کی چمکتی ہوئی تلواروں نے طبریہ کو فتح کر لیا۔ سلطان کی جان نثاروں نے  
 متعدد محلوں میں آگ لگا دی۔ بازار کو غارت خواہ ٹوٹا قریب تھا کہ قلعہ کے میناروں پر  
 بھی اسلامی پیرہہ اوڑا دیا جاتا لیکن اہل قلعہ نے فوراً دروازہ بند کر لیا اور اہل  
 شہر قلعہ کے چاروں طرف سے مقابلہ کرنے لگے اور قلعہ والوں نے کھڑکیوں سے قیرباری  
 شروع کر دی۔ نصرانیوں کو جب اس لڑائی اور سلطان کی کامیابی کی اطلاع  
 ہوئی تو وہ اس قدر بدحواس ہو گئے کہ اون کے ہاتھ کے ٹوٹے اڈ گئے آپس میں  
 مشورہ کرنے لگے بعضوں نے مسلمانوں کے مقابلہ اور مقاتلہ کا مشورہ دیا اور بعضوں نے

سلطان سے فرمایا "میرے بھائی کے ہاں کہ صلاح اللہ علیہ اسی حملہ میں قلعہ طبریہ کو توڑ ڈالے گا۔"

شجون مارے کا اشارہ کیا اور بعضے پر جوشِ مسیحی غصہ کے مارے بیتاب ہو گئے لیکن قصص  
 ان سبہوں سے اختلاف ظاہر کیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ تلوگ ناحق پریشان  
 ہو رہے ہو طبر یہ پیر اور میری بی بی کا تھا صلاح الدین نے جو کچھ کیا اچھا کیا میں  
 اس امر پر یہی راضی ہوں کہ وہ قلعہ پر قبضہ کر لے اور میری بی بی کو یہی لیے مجھ کو  
 کچھ غدر نہیں ہے فواللہ لقد رأیت عسا کر اکا سلام قد یمّا و حدیثاً  
 صار آیت مثل هذا العسکر الذی مع صلاح الدین کثر ثروۃ وقوۃ  
 (بجدا منہ اسلام کے نئے اور پورے لشکر دیکھے ہیں لیکن صلاح الدین کے لشکر کی طرح  
 قوت اور کثرت میں نہیں دیکھا) جب تک صلاح الدین طبر یہ میں ہے اس وقت تک  
 کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ طبر یہ پر قبضہ کر سکے ہاں یہ ممکن ہے کہ جب صلاح الدین طبر یہ کو  
 چھوڑ کر دوسرے طرف متوجہ ہو اس وقت اس پر قبضہ کر لینا آسان ہوگا۔

پرنس ارناٹ (آرنلڈ) پہلے تو کمال استقلال سے قصص کی تقریر سن رہا تھا لیکن  
 جب ضبط نہ کر سکا تو اثناء کلام میں بول اٹھا "قصص تیرا خوف بہت بڑھتا جاتا ہے  
 مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ تو نے کیا سمجھ رکھا ہے اولاً تو وہ ہم سے بدرجہا کم ہیں اور  
 اگر بغرض زیادہ بھی ہوتے تو کیا الفاسک ایضاً کثرتِ الخطب (آگ کو  
 لکڑی کی کثرت کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی) میں اگر تیری جگہ پر ہوتا تو میری  
 ہمت و جواخردی کو دیکھتا۔ ان معدودے چند سے اس قدر خائف ہونا بالکل  
 خلاف عقل ہے جبکہ صلیبِ اعظم ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ہمارا مسیح ہماری درجے  
 اوس نے گو ہر حکم اور نخل کا سبق پڑھا یا ہے لیکن یہ نہیں کہ جب یہ ٹھہر (مسلمان)  
 ہمارے مقدس مقامات کا قصد کریں تو کچھ قرض نہ کرنا اگرچہ انسان خوری  
 ممنوع ہے لیکن ہمارے نزدیک اچھا کچا گوشت کہاں ملتا ہے۔

قصص تو ہاں ہوں کرتا ہی رہا لیکن مسیحیوں کے سن مردہ میں اس تقریر نے

ایک تازہ روح بیونک سی فوراً مسلح ہو کر اوٹھتے کہڑے ہوئے اور طبریہ کی طرف طوفان  
نے امتیازی کی طرح بڑھے۔

طلایہ اسلامیہ نے نصرانیوں کی نقل و حرکت سے سلطان کو مطلع کیا اور وہ  
اسی وقت کا منتظر تھا خبر پاتے ہی طبریہ سے معاودت کر کے اپنے لشکر سے آگیا۔ اور کمال  
تیزی سے لشکر کو مرتب کر کے بقصد مقابلہ روانہ ہو کر اسلامی کیمپ کے پورب اور طبریہ کے  
چیم اوس پہاڑی پر اپنی فوج کو آراستہ کیا جس سے ایک شیرین پانی کا چشمہ کمال  
لطافت سے جاری ہوتا اور جس کے نیچے عیسائیوں کی فوج تھی جو کہ تین طرف سے اسلامی  
فوج کے گھیرے میں تھی۔

مصاف

آپ لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلامی بہادرون اور سچی جوانوں سے  
مڈبھیڑ اسی مقام پر ہونے والی ہے اس مقام کا نام لوبیلہ ہے دس پانچ گھروں کا ایک  
گالوں اسکے قریب ہے جس کو اہل قریہ بخوف جان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں غالی مسکانات  
پڑے ہیں کتے بلی تک کی صورت ہنہیں کہلائی دیتی اس سے اس گالوں کے دیکھنے والے  
سمجھ سکیں گے کہ اہل قریہ اس گالوں کو کم از کم پندرہ بیس روز ضرور رہے ہونگے  
کہ خالی چھوڑ کر چلے گئے ہیں اس مقام کے چاروں طرف پانچ پانچ چہرہ چہرہ کو س تک  
پانی ہنہیں ملتا ہاں ایک وہی چشمہ ہے جو کہ بولی (جبل طبریہ) سے نکلتا ہے اور جس کے  
کنارے ہمارا اسلامی لشکر پڑا ہوا ہے اور نصرانیوں کا مورچہ اسکے مقابلہ میں برابر  
مستوی زمین میں ہے لیکن زمین ریتی ہے اور پانی کی کمی ہے کیونکہ بڑے چشمہ پر تو  
اسلامی لشکر پڑا ہے اور جو اس سے چھوٹے چھوٹے چشمے ادھر اُدھر نکل گئے ہیں وہ  
اتنے جرم غیر کو کفایت کرتے نظر ہنہیں آتی فصل کا یہ حال ہے کہ گرمی شدت کی پڑ رہی

۱۰ طلایہ اور طلیمہ لشکر کے اوس حصہ کو کہتے ہیں جو کہ کیمپ کی ہر چار طرف سے محافظت کرے اور نیز  
محافظت کے نقل و حرکت کو دیکھتا رہے۔

باد صحر کے چوٹے اطمینان سے ایک حالت پر نہیں رہتے دیتے پرندے تک اپنے اپنے  
 گہونٹے چوڑ چوڑ کر سیراب مقام ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ پیاس گہونٹہ خشک ہوتے  
 جاتے ہیں گہروں پانی پینے سے یہی پیاس بجھتی نظر نہیں آتی۔ اسلامیوں کے چہروں  
 بشاشت اور اطمینان کے آثار نمایاں ہیں غزا اور شہادت کے شوق میں ایسے پہولے  
 ہیں کہ جاتے ہیں نہیں سماتے ہر شخص مرے اور مارے ہرستعد ہو رہا ہے  
 سالے کہ نگو است از بہارش پیداست کے مصداق بنے ہوئے ہیں نصرانیوں کی  
 طرف نظر اٹھا کر دیکھئے تو اونپر عجیب قسم کی مایوسی چھائی ہے اگرچہ ہر شخص میں ایک  
 قسم کا جوش پایا جاتا ہے لیکن جان کے خوف کے علاوہ پانی کی کمی کا خوف ایسی  
 مہیب صورت دکھلا رہا ہے کہ جس سے بڑے بڑے مدیرون کے ہوش و حواس  
 بجا نہیں ہیں ایک دوسرے کا حسرت سے منہ دیکھ رہے ہیں کسی سے کچھ بن نہیں آتا  
 انکو لڑائی کے خوفناک میدان نے اس درجہ خائف نہیں کیا لڑائی کے میدان کو  
 یہم ہی اونہیں آنکھوں سے دیکھتے ہیں جن آنکھوں کے کہل کو دے وسیع میدان کو  
 دیکھتے ہیں لیکن قدرتی جبوری کا کیا علاج! شب شبہ تو فریقین نے لڑائی کے شوق  
 اور انتظار میں جیون تیون گزارانی صحیح ہونے ہی اور ہر سلامی لشکر سے اذان کی  
 آواز آئی لشکری اونٹے حواج ضروری سے قانع ہو کر اپنے نیک ل سلطان کے ساتھ  
 فریضہ صبح ادا کر کے تیاری میں مصروف ہوئے کوئی ترکش میں غیر محدود و تیر کہہ رہا ہے  
 اور کوئی تو اس گھلے میں حایل کر رہا ہے سپاہی کمین باندہ رہے ہیں سلطان بھی  
 اپنے معمولات ختم کر کے لشکر کے ترتیب میں مشغول ہوا کسی کو مہینہ پراور کسیکو میسرہ ستدین  
 اود ہر نصرانیوں کا گل دینا تھا کہ سچی فوج ہی قیام ہو کر مقابلہ پر آگئی ان لوگوں نے  
 اپنے کو حصار کھلنے کی بہت کوشش کی اور یہہ صمم قصد کر لیا کہ راستہ صاف  
 کر لیں لیکن سلامی تیر اندازوں نے انکو ایک قدم بھی اردن کے کنارے کی طرف

نہ بڑھنے دیا کچھ دیر تک تو یہی کیفیت رہی کہ جیسا بڑھتے تھے اسلامی لشکر انکو تیر پر  
 رکھ لیتے تھے سپہردن نہ چڑھا ہوگا کہ اسلامی لشکر کا ایک حصہ عیسائیوں کے دست  
 بدست لڑنے لگا۔ اسلامی بہادروں نے جو کار نمایان اس لڑائی میں کئے وہ قابل  
 اس کے ہیں کہ صفحہ تاریخ پر آب زر سے لکھے جائیں اور انہیں کو صاحب السیف کا لقب  
 دیا جائے یہ لڑائی اس کیفیت سے تقریباً تین اہنتہ تک ہوتی رہی دوپہر ڈھلنے کے  
 بعد کس قدر لڑائی کا بازار سرد ہو گیا دوپہر دو سے تیر اندازی ہو رہی تھی کہ  
 اسی اثناء میں اذان کی آواز آئی اور ایک گروہ اسلامی لشکر کا اداسے فریضہ ٹھہر  
 غرض سے مصاف سے پہر کر اپنے مورچہ کے قریب پہنچا اور وضو کر کے نماز پڑھنے میں  
 مصروف ہوا دو رکعتیں پڑھ کر واپس گیا اور دوسرا گروہ آیا اور وہ بھی  
 دو رکعتیں پوری کر کے مصاف کی طرف بڑھا۔ پہلا گروہ جو دو رکعتیں پڑھ کر حریف کے  
 مقابلہ میں چلا گیا تھا پہر واپس آیا اور اپنی دو رکعتیں باقی ادا کر کے اطمینان کے  
 ساتھ اپنے مد مقابل حریف سے مذہب ہو گیا اسی طرح اسلامی لشکر کے اس پچھلے حصہ  
 نے بھی اپنی نماز پوری کی اور سلطان و ظیفہ سے فارغ ہو کر آیا یہاں الذین آمنو  
 کا حق لوگوں کو قتل فی سبیل اللہ اموال اہل حیات و ملک کا  
 تشعراون (اے ایمان والے بندو جو شخص کہ اللہ کے راہ میں قتل کیا جائے اوسکو  
 مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے تمکو اسکا امتیاز نہیں ہے) پڑتا ہوا مصاف کی طرف  
 اور لڑائی کا بازار پہر تھوڑی دیر کے لئے اس کے آئے سے گرم ہو گیا کئی لشکر بچا ہو کر  
 اسلامی عساکر کے حملوں کا خواب دیتا ہوا طبریہ کے طرف چلا جب کچھ دور چل گیا تو  
 سلطان فوراً بنفس نفیس ایسا حملہ کیا کہ نصرائیوں نے مجبوراً اوس طرف سے پہر کر مہمنہ  
 سلطانی پر حملہ کیا تقی الدین عمر برادر زادہ سلطان نصیر الدین بچے ہٹ آیا اور  
 دیدہ و دانستہ نصرائیوں کو شکل جانی کا موقع دیدیا نصرائی یہ سمجھ کر کہ موقع



بہاگ جانے کا اچھا ہے بہت تیزی سے آگے بڑھے۔ اسلامی لشکر کا ایک سہ جو کہ پہلے ہی  
 لیمن میں بیٹھا ہوا تھا اوس نے گھاس کے اون انباروں میں جنگو نصرانیوں نے دھس  
 کے طور پر قائم کر رکھا تھا آگ لگا دی تھی تو پہلے ہی سے گرمی اور پیاس کی شدت سے  
 بیتاب ہو رہے تھے اس آتش زنی سے اور زیادہ پریشان ہو گئے فضل اور پیاس کی  
 گرمی پریشانی اور دھواں کی کشت صلیبیوں کو بہاگے پر آمادہ کر دی تھی مگر صلیبی  
 نشان پہر انکو اسی جوش سے پھیر لاتا تھا جس جوش سے یہ آئے تھے اور وہیں کٹ کٹ  
 ڈھیر ہوتے جاتے تھے لیکن شب نے بالفعل نصاریٰ کو نہریت سے اور مسلمانوں کو تعاقب  
 و قتل سے روک لیا رات بہر فریقین اپنے اپنے مورچوں میں ہو شیاری سے جگے گئے  
 جس قدر مسلمانوں کو اپنی کامیابی کا یقین تھا اوس قدر نصرانیوں کو اپنی زلیست سے  
 ناامیدی تھی۔

نہریت فص  
 اور وہ خطین

دو ستر دن صبح ہوئے ہی ہنوز آفتاب کی روشنی سے مصاف کا وسیع میدان  
 روشن نہونے پایا تھا کہ اسلامی لشکر تھب ہو کر لڑائی کے میدان میں آگیا چار ناچار  
 مسیحی لشکر بھی مقابلے کے لئے مسلح ہو کر نکلا۔ لڑائی چھڑنے ہی فص موعہ چند دستہ فوج  
 کے جان چھپا کر مصاف سے صوکریطون بہاگاتھوڑی دور تک مسلمانوں کے تعاقب  
 تو کیا لیکن فص ایسا بہاگ کہ یہاں سے اس کے گردنگ نہ پہونچے بقیہ نصرانیوں نے  
 جب اپنے کو محاصرہ میں دیکھا اور زلیست سے ناامید ہوئے تو سبھوں نے ملکر ایسے متعدد  
 حملے کئے کہ جس سے یہ امید کجی گئی تھی کہ مسلمان غنقریب اپنے موقف سے پیچھے ہٹ جائیں  
 لیکن چونکہ لطف الہی شامل حال تھا اسلامی لشکر نے دائرہ کی طرح نصرانیوں کو اپنے  
 محاصرہ میں کر لیا اور اپنی چکنی ہوئی جوہر دار تلواروں سے ایک کو دو اور دو کو چار  
 کرنے لگے اگر ہمارا حمد سلطان قصد انصرانیوں کو خطین تک چلے جائے گا موقع نہ تھا  
 خطین ایک قریہ بائیں طرہ اور دھکالے واقع ہے طرہ اور خطین میں دو کوس کا فاصلہ ہے۔ اسکے قریہ ایک  
 گاؤں ہے جسکو حارہ کہتے ہیں اور وہاں شعیب علیہ السلام کی قبر ہے۔

تو ہم یقین کر سکتے ہیں کہ ان محصور نصرائیوں میں سے کوئی بھی جانبر نہوتا نصرائیوں نے  
 حطین میں پہنچ کر خیموں کے نصب کرنے میں بہت کچھ کوشش کی لیکن سلامی لشکر کے  
 حملوں نے انکو اس قدر مہلت نہ دی البتہ بڑے جدوجہد سے ایک خیمہ اپنے بادشاہ  
 کے لئے نصب کر لیا اور بہت بڑی دلیری سے ہلایمیں کا مقابلہ کرنے لگے۔ الملک  
 الفضل کا یہ بیان ہے کہ ”یہ پہلی لڑائی تھی کہ حسین میں بذاتہ شریک ہوا تھا  
 میں نے اپنے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان نصرائیوں نے مسلمانوں کے اوس گروہ پر جو کہ  
 انکے قریب تھا ایسا نابردبارتی حملہ کیا کہ یہ گروہ قلب لشکر سے آٹا سلطان نے  
 ایک ہدایت ناک آواز سے اللہ اکبر کہا اور لشکر کو آگے بڑھایا نصرائیوں نے پھر دوبارہ  
 ایسا ہی حملہ کیا اور مسلمانوں کو پیچھے ہٹا دیا سلطان نے دوبارہ پسپا ہونیوالوں کو آگے  
 بڑھایا نصرائیوں نے موڑ کر پھر ویسا ہی جی توڑ کر حملہ کیا اور سلامی لشکر کو پیچھے ہٹا دیا  
 سلطان نے بدستور سابق لشکر کو مقابلہ اور تقاب کی طرف متوجہ کیا اور خود تکبیر  
 کہتا ہوا آگے بڑھا میرا بزرگ مرثیہ بدرجہ سے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ جب تک یہ خیمہ  
 نہ گرے گا جو کہ حطین میں انہوں نے نصب کر لیا ہے اوس وقت تک نصرائیوں کو  
 شکست فاش نہو گی کہ ناگاہ سلامی لشکر کے چند سپاہی چکر کاٹ کر دوسرے طرف سے  
 حطین پر چڑھ گئے اور وہاں پہنچتے ہی خیمہ کو گرادیا اور دونوں طرف سے اوکو  
 تلواروں پر رکھ لیا۔ صلیب صلیبوت جبکو یہ اپنی فحشندی کا باعث سمجھتے تھے وہاں کے  
 پادری کے ہاتھ میں تھی اوسکے مارے جانے کے بعد لڑاکے پادری نے لیا لیکن وہ بھی  
 اور عیسائیوں کے ساتھ مع صلیب کے گرفتار کر لیا گیا۔

صلیب صلیبوت نصرائیوں کے نزدیک کل صلیبوں سے زیادہ محترم تھی ان کے زعم غاصد میں اس  
 صلیب میں اوس صلیب کی لکڑی کا ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا جس پر مسیح علیہ السلام صلیب ہوئے تھے۔  
 اسیکو صلیب اعظم اور صلیب صلیبوت کہتے تھے۔

اس معرکہ میں علاوہ عیسائی سپاہیوں کے نامی نامی عیسائی اُمراہ گرفتار کر لئے گئے پر نش ارناط (آرنلڈ) اور ہنری صاحب طبریہ اور صاحب جلیل اور گوی پادشاہ وروشلم بھی ادھین قیدیوں میں تھا جس طرح مسلمانوں کے نقصان کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا اسی طرح عیسائیوں کے مقتولین کا کچھ شمار صحیح بیان نہیں کیا جاسکتا مان البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حطین کی زمین مدون ادھین کے خون سے لالہ زار نظر آتی تھی اور ایک مدت تک اس مقام پر انکی ہڈیوں کا ایک انبار لگا ہوا تھا انپر کبھی ایسی مصیبت ۹۱۴ء سے ۹۱۵ء تک نہیں آئی اور نہ انکو ایسی زک ملی وہ زمانہ انکی ترقی اور بلاد ساحل کی طرف تھپنے کا ہوا اور یہ زمانہ دولت ایوبیہ صلاحیہ کے قائم ہونیکا ہے یہ ہمیشہ مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگتے تھے اسلامیوں کی خونریزی ان کے نزدیک وروشلم سے مقدس مقام میں بھی مباح تھی۔ سوخ نوادر سلطانہ فی محاسن یوسفیہ بیان کرتے ہیں کہ انکے مقتولوں کا سخت ہدیت ناک نظارہ تھا اونکی صفوں کی صفیں کٹے ہوئے پڑی تھیں سولے کشتوں کے اور کوئی دوسری چیز نظر نہ آتی تھی اگرچہ میں اس معرکہ میں سلطان کے ساتھ نہ تھا لیکن مجھ سے ایک معتبر شخص نے بیان کیا ہے کہ اس لڑائی میں ایک ایک سوار تیس تیس چالیس چالیس نفر انون کو ایک رستی سے باندھے ہوئے تھا سو سو دو دو سو نفر انونکی محافظت ایک سلمان سپاہی کر رہا تھا اس واقعہ کی تصدیق اور مورخین بھی کر رہے ہیں۔

۱۱۵۰ء بعض انگریزی قاریجے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنگ حطین میں تیس ہزار عیسائی مارے گئے تھے اور اسقدر گرفتار ہوئے تھے اور بعض اسکا نصف مارا مانا اور دس ہزار گرفتار ہونا تحریر کرتے ہیں۔  
۱۱۵۰ء عمار کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک سلمان چالیس نفر انون کو خیمہ کی ایک رستی سے باندھ رہا تھا اور وہ دم نہ مارتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد دمشق میں ایک ایک نفرانی قہر تین دربار کو فروخت کیا گیا۔

کامیابی کے  
بعد سلطان  
نے دربار کیا  
اور شاہی  
قیدی پیش  
کئے گئے۔

اس کامیابی کے بعد سلطان شب بہر اپنے خیمین رہا۔ صبح ہوتے ہی ایک با  
سنفقہ کیا گیا اور اوس میں شاہی خاندان کے قیدی پیش کئے جانے لگے۔ سب سے  
پہلے پادشاہ یروشلم اور پرنس ارنالڈ (ارنلڈ) اور ملک جعفری سو چند مغزیں  
مجبوسین نصارے کے پیش کئے گئے۔ ملک جعفری شدت تشنگی سے ایسا بدیتا ہوتا رہا،  
کہ بولنے تک کی تاب نہ تھی اشارہ سے پانی کی خواہش ظاہر کی سلطان نے اس کو  
برف سے لگا ہوا پانی پلویا ملک جعفری نے بچا ہوا پانی پرنس ارنالڈ کو دیدیا  
جس پر سلطان نے ملک جعفری سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس ملعون کو ہماری اجازت سے  
پانی نہیں دیا گیا اگر ہمارا دیا ہوا یا کہ ہماری اجازت سے پانی پیتا تو البتہ یہہ ہی حسب  
دستور عرب مامون سچا جاتا لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو یہہ کسی رعایت کا مستحق نہ ہوگا بعد اسکے  
سلطان نے محافظین سے فرمایا کہ انکو بچاؤ اور بحفاظت تمام رکھو کچھ صبح پہر پیش کرنا۔  
بعد ظہر سلطان نے شہد کی لاشیں تلاش کر کے ایک قبر میں بعد نماز جنازہ دفن کرادیا۔  
تیسرے روز پرنس ارنالڈ (ارنلڈ) پہر پیش کیا گیا سلطان نے اس سے پہلے کہ  
اپنی نذر کا ایفادہ کرنا مذہب اسلام کے دستور کے موافق اوس سے اسلام لانے کو کہا اوس نے  
متردائد گردن ہلا دی جس سے صرخی اٹکار پاجاتا تھا سلطان نے ہا ۲۲ منتصر  
لحم صلی اللہ علیہ وسلم (خبردار ہو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتا ہوں) کہہ کر  
اوس پر ایسا ہاتھ مازا کہ اوسکی گردن سیدھی مونڈھے سے اتر گئی۔

پرنس ارنالڈ  
سلطان  
قتل کیا۔

ملک جعفری اور باقی اُمراء اس واقعہ کو دیکھ کر تہر گئے سلطان خود اون کے  
پاس گیا اور کمال نرمی سے فرمایا کہ تم فضول گہرا ہے ہو پادشاہ ہونکی عادت سے یہہ  
بالکل خلاف ہے کہ دوسرے پادشاہ کو قتل کریں پرنس ارنالڈ (ارنلڈ) کا واقعہ اس سے  
مستثنیٰ ہے وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا اوس نے ہمارے نبی صلعم کے ساتھ بہت بُری شے ادنیٰ  
کی تھی علاوہ اسکے حالت صلح میں اس نے اکثر عہد شکنی کی تھی۔ علماء کو جلا دیا تھا مسلمان

تاجروں کو جو کہ بوجہ مصاحبت اسکے ممالک مقبوضہ میں آتے جلتے تھے گرفتار کر کے بہت بڑی طرح سے قتل کیا تھا چنانچہ اوس کے قتل کی دو مرتبہ نذر کی تھی ایک توجس زمانہ میں اس ناپاک طینت نے حرمین کا قصد کیا تھا دوسرے جب اس نے بد عہدی سے علما اور تاجرین کو بیگناہ گرفتار کر کے جلوا دیا تھا القدصل وعلی ذکرہ نے آج چمکوا بغفار نذر قرا دیا میں نے اپنے ہی ہاتھوں اوسکو سفل سافلین تک پہنچا دیا۔

قصص معہ اون لوگوں کے جو کہ اسکے ساتھ لڑائی کے میدان سے دوسری لڑائی شروع ہوتے ہی پہلے گئے تھے صورت ہوتا ہوا طرابلس میں پہنچا اور بعد چند دنوں کے غیرت و شرم سے باذاب الحجب کی بیماری سے مر گیا موت نے اوسکو ایسی مہلت ہی ددی کہ آئندہ پہر کسی موقع پر سلطان لشکر کے مقابلہ پر آتا۔

یہ تو اہل یونان کو یاد ہو گا کہ شہر طبریہ کو مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے اور اس کے قلعہ میں نصرائیوں ہی کا عمل و دخل ہے وہی اسپر متصرف ہیں والی طرابلس کی سیم اس قلعہ میں موجود تھی اسیوجہ سے بعد اس خدا داد کامیابی کے بکثرت بنہ کے صحیح کو ہمارے نامی سلطان نے قلعہ طبریہ کی طرف رخ کیا۔ اہل قلعہ نے امان طلب کی سلطان نے انکو امان نامہ لکھ دیا اور سیم طرابلس کو اوسکے شوہر کے پاس بھیجا چار شہنہ کو نصرائی قیدیوں کا ریوڑ پہر پیش کیا گیا سیول سرچن اور مقامی حاکم کے بارے میں گردن زنی کا حکم صادر فرمایا علاوہ ان کے اور دو سو قیدیوں کی گردن ماری گئی چنگے شرف و فساد نے سلطان کو اس خونریزی اور تلوار اڑھانے پر مجبور کیا تھا اور باقی قیدیوں کو دمشق کی طرف روانہ کر دیا اور نائب دمشق کو لکھ دیا کہ جو قوت یہہ گروہ عیسائیوں کا پہنچے اگر اسلام قبول کرے یا فدیہ دے تو پچاس پچاس دینار فدیہ لیکر آزاد کر دینا ورنہ فوراً بلا انتظار دوسرے حکم کے واصل جہنم کر دینا۔

علامہ ابن اثیر تاریخ کامل میں تحریر کرتا ہے کہ میں اس قلعہ کے ایک برکن کے بعد

قصص بعد  
چند مگر گیا

قلعہ طبریہ پر  
اسلامی قبضہ

علامہ ابن  
اثیر کا قول

اس مصاف سے ہو کر گزرا ہڈیوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا علاوہ اس کے تمام میدان  
 قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ یہ وہ ہڈیاں تھیں جو کہ سیلاب اور صحرائی جانوروں کے  
 کہانے بچ گئی تھیں۔

۳۵۸۳

شبہ نہ کے شام کو بعد نماز عصر طبریہ کے قلعہ سے روانہ ہو کر چار شبہ آخر ربیع الثانی  
 کو مقام عکا میں پہنچا۔ اہل عکا شہر پناہ اور فیصلوں سے مستعدی ظاہر کر رہے تھے اور ان کے  
 ظاہری طور سے معلوم ہوتا تھا کہ بغیر لڑائی کے یہ شہر ہی مفتوح نہ ہوگا۔ لیکن جب وقت اول  
 لوگوں کو اس امر سے آگاہی ہوئی کہ عیسائیوں کا وہ جم غفیر جو کہ طبریہ میں لڑنے کو  
 گیا تھا اور جبکی تعداد مسلمانوں سے جو کئی بچ گئی تھی اور ان میں سے اکثر قتل ہوئے اور بعض  
 قید کر لئے گئے اور شاذ و نادر پہاگ گئے ہیں ہوش و حواس جاتے ہے۔ مقابلہ کا  
 خیال ہی باقی نہ رہا جب شبہ کی صبح کو ہمارا دلیر سلطان معا اپنے جان نثاروں کے  
 سوار ہو کر خمیہ سے موقع مصاف دیکھنے کے غرض سے باہر نکلا اس اثنائ میں کہ وہ  
 بہادر سلطان لڑائی کا موقع دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ سطر  
 مخیقین نصب کیا میں گی اور اوسط طرف سے حملہ کیا جائیگا کہ اہل عکا کا ایک گروہ  
 حسین ہر سمن کے آدمی تھے الامان الامان جلاتے ہوئے سلطان کے خدمت میں  
 حاضر ہوئے اور اس رجم و کریم سلطان نے اون کو امان نامہ لکھ دیا اور اس کی

لے عکا اور مکہ سو اہل شام کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس شہر میں ایک مسجد ہے جسکو صالح کی طرف  
 منسوب کرتے ہیں لیکن یہاں فرقہ قیاسی علوم نہیں ہوتا کیونکہ صالح زمانہ عرب عاربین جزیرۃ العرب میں محو  
 ہوئے تھے یہ شہر طبرستان کے فاصلہ پر ہے شہر پناہ اسکا بارہ میل کا بنا ہوا تھا۔ یہ بندر گاہ تجارت  
 اور اہل خوف سے پرا ہوا تھا اسے بقول چاڈ اخیر زمانہ میں مغرب کی نہایت قوی فوجوں کے حملوں کا کامل  
 تین برس رُود زرو مقابلہ کیا تھا۔

۳۵۸۳ مورخ عبد اللہ بن یوسف بن عباس النوری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عکا سے جب شبہ کے دن  
 ایک لڑائی ہوئی تھی بعد اسکے عکا والوں نے امان طلب کیا تھا۔ والہ اعلم۔

فتح عکا

آزادی دیدی کہ وہ معہ اپنے مال و اسباب کے چاہے عکا چہور کر چلے جائیں اور جو چاہے  
مقیم ہے نصرانیوں نے جلا وطنی کو اختیار کر لیا اور تہوڑا یا بہت جس قدر مال و اسباب  
اوٹھا سکے لیکر ادھر اُدھر چلے گئے یکم جمادی الاول یوم جمعہ کو سلطان محمد اپنے  
جبری لشکر کے تکبیر کہتا ہوا مسرور و منصور عکا میں داخل ہوا اور جمعہ کی نماز  
جامع مسجد میں ادا کی۔ یہ سب سے پہلا جمعہ تھا کہ سلطان نے ساحل کے علاقہ میں  
عکا میں ٹپہ ہی نماز جمعہ کے بعد سلطان نے عکا کا اسطرحہ انتظام کیا کہ شہر تو الملک  
الافضل کے سپرد کر دیا اور مضافات عکا کا حاکم فقیہ عسبی کو مقرر کیا۔

عکا میں مسلمانوں کو بلا جلال و قتال جس قدر مال و اسباب نقد و جنس و جواہرات  
ملے تھے شاید اس سے پہلے کبھی کسی مقام میں باوجود لڑائی کے اس قدر مال غنیمت  
حاصل نہ ہوا ہوگا اسوجہ سے کہ یہاں ہر قسم کی تجارت ہو رہی تھی فرانس اور  
رُوم کے تاجراں شہر میں موجود تھے۔ امراء و رؤساء تبدیل آب و ہوا کی غرض سے  
یہاں ٹہرتے رہتے تھے۔

اسکے بعد سلطان نے اپنے بھائی الملک عادل کو جو کہ اندنوں مصر ہی  
میں تھا اس کامیابی کی روح افزا خبر سے مطلع کیا اور نیز یہم تحریر کیا کہ موجودہ  
مصری لشکر لیکر محمد علی یا بابا اور ایاغا وغیرہ پر حملہ کر کے بزور تیغ ممالک اسلامی  
میں داخل کرنے کی کوشش کرے اور اس لشکر کو اس نے تین حصوں میں تقسیم کیا  
ایک حصہ کو تو عکا میں رکھا اور دوسرے گروہ کو بصرہ ہی تقی الدین غفری  
کے طرف روانہ کیا اور تیسرے حصہ کا کمان افسر حسام الدین ابن لاجین کو

سلا محمد لیا یا (یا محمد لیا یا) قریب رملہ کے مابین انطاکیہ اور بلاد روم کے ایک چھوٹا سا  
شہر ہے اس میں ایک مضبوط اور خوبصورت ساقیہ ہے۔  
سلا یا فاطمہ و ساحل شامی سے شمار کیا جاتا ہے۔





نابلس کی طرف بڑھا تھا اوس نے پہلے سبھ طین پر حملہ کیا پہلے ہی حملہ میں نصرائیون کو  
 بیکار کر کے شہر میں لائون کے سپرد کر دیا بعد قلعہ نابلس کے طرف بڑھا نصرائیون کے  
 چہرون پر تو پہلے ہی سے مردنی چہائی ہوئی تھی اونکی ہمتیں پست ہو رہی تھیں  
 اسوجہ سے اہل قلعہ نے یہ امان وصلح قلعہ کو حسام الدین عمر کے سپرد کر دیا۔  
 اس قلعہ اور شہر کے پہنے والوں نے اسلامی بہادر وں کے معاہدہ پر وثوق  
 کر کے جلا وطنی نہ پسند کی بلکہ معہ اپنے مال و اسباب و خاندان کے نابلس  
 ہی میں رہے۔

مہم تبینین

تقی الدین عمر جو کہ مہم تبینین کا افسر علی تھا وہ جمہوریت تبینین کے  
 قریب پہونچا اور اوس نے موقع مصاف کو غورا ور فکر کی عینک لگا کر معائنہ کیا  
 اسوقت اوسکی دور بین عقل نے یہی راے دی کہ تبینین کا محاصرہ کر کے اس  
 کامیابی کا پرچم اُڑانا آسان نہیں ہے اور نہ یہ میرا کام ہے وہ اوسکے اطراف  
 و جوانب کو دیکھتا جاتا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ اہل شہر نے بہت  
 بڑی چالاکی سے کام لیا ہے میرے فتح کے یہ فتح ہنوں کا جب تک کہ اپنی کامیابی  
 یقین نہ ہوئے اسوقت تک نے کچھ بوجھ حملہ کرنا بالکل بے سود ہے۔ میں ہرگز  
 تنہا اسکا محاصرہ نہ کرونگا رفتہ رفتہ اوسکے اس خیال نے اسقدر ترقی کی کہ  
 اوس نے سلطان کو اپنی مجبوری اور اہل تبینین کی مضبوطی سے اطلاع دی سلطان  
 نے اطلاعابی کے دو سیکے روز آٹھوین جمادی الاول ۷۳۵ھ کو عکاسے کوچ کر دیا  
 اور گیارہوین ماہ مذکور کو تبینین پر پہونچکر بارہوین کو اسکا محاصرہ کر لیا تبینین کا قلعہ  
 معمولی قلعوں میں نہ تھا قدرۃً ہی اس سے کامیابی کی امید کم کی جاتی تھی اور نظام  
 حال ہی اسکا اسی امر کی شہادت ہے رہا تھا لیکن ہمارے فاتح بیت المقدس کے  
 پہلے ہی حملہ نے نصرائیون پر یہ امر ثابت کر دیا کہ اس قلعہ کی کچھ ہستی نہیں ہے اگر

ایسے ہی متوقع ہوں تو یہی اسکے توانا باز اور قومی حملوں کے آگے بچھ ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دور وز سے زیادہ ہمیں ٹھہر سکتے اس پہلی لڑائی میں جو کہ تقریباً صبح سے ظہر کے اخیر وقت تک چھری رہی نہ تو مسیحیوں کے شکست کی صورت دکھلائی دی اور نہ مسلمانوں کے کامیابی کے آثار نمایاں ہوئے لیکن پہر ہی حطین کے واقعہ سے نصرائیوں کے بچہ بچہ کا زہرہ بانی ہو رہا تھا۔ سلطان نے اس لڑائی کے بعد جو کہ بارہویں جمادی الاول کو ہوئی تھی باپچر و زنگ پہر کوئی حملہ نہ کیا چٹے روز اہل تبنین نے اہل مسلمانوں کو جو کہ ایک مدت سے انکے پیچھے غضب میں گرفتار تھے آزاد کر دیا جس وقت مسلمانوں کا یہہ گردہ سلامی مورچہ میں داخل ہوا سلطان نے ہر ایک سے مصافحہ کیا اور سبہوں کو زار راہ دیکر اول کے گہروں کی طرف رخصت کر دیا۔ اور خود بدستور محاصرہ کئے رہا۔

ہمارا خیال یہہ شہادت سے رہا ہے (اور عجیب نہیں کہ یہی صحیح ہی ہو) کہ اہل تبنین نے یہہ سمجھا کہ سلطان نے ان مسلمان قیدیوں کے آزاد کرانیکے غرض سے حملہ کیا ہے اور اسوجہ سے مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا لیکن درحقیقت معاملہ اس کے برعکس تھا اس نے باوجود مسلمان قیدیوں کے آزاد ہونے کے تبنین کا محاصرہ نہ چھوڑا اور نہ اس واقعہ کے بعد باپچر و زنگ کسی قسم کی چھڑ چھڑکی چٹے روز اہل تبنین نے محاصرہ سے مجبور ہو کر امان طلب کی اور صبح تبنین کو سلطان کے سپرد کر دیا۔

مہم تبنین سے سلطان فارغ ہو کر صید اکی طرف بڑا اتنا راہ میں صرفہ کو بغیر کسی مقابلہ اور لڑائی کے صلح و امان کے ساتھ اپنے مفتوحات میں داخل کر کے صید کے قریب چند میل کے فاصلہ پر خمیر زن ہوا۔ چونکہ دالی صید نے پہلے ہی سے صید اکی صید ابلاد شامل کے مشہور شہر و مین سے ایک ٹھہر ہے۔

فتح صیدا  
و صرفہ

چوڑ دیا ہوتا اسوجہ سے سلطان لشکر نے پہونچے تھے ہی بلا کسی فراحت کے ۴ جمادی الاول ۵۸۳ھ ہجری یوم چہار شنبہ کو مقام مذکور پر قبضہ کر لیا۔

محاصرہ  
بیروت  
اور کامیابی

اس کامیابی کے دوسرے دن صید اسے سلطان روانہ ہوا اور دوسرے روز صبح کو وقت بیروت کے قریب پہونچا۔ اہل بیروت پہلے ہی سے مقابلہ پر آمادہ ہو رہے تھے۔ شہر پناہ کے فضیلوں پر کارآمد و مدد سپاہیوں کا پہرہ تھا شہر پناہ کے دروازہ بند تھے۔ اہل شہر ہر طرح سے استعداد اور آمادہ ہو رہے تھے۔ مسلمانوں نے متعدد حملے کئے لیکن سیکہ کچھ نتیجہ نہ پیدا ہوا تیسری یا چوتھی لڑائی تھی کہ اہل شہر کے کالون تک شور و غل کی آواز حد سے زیادہ آنے لگی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اہل شہر کے کالون تک یہ خبر پہونچی کہ اسلامی لشکر شہر پناہ کی جنوبی دیوار توڑ کر شہر میں آ گیا ہے ایک عظیم بلوہ برپا ہو رہا ہے انتظامی حکام نے ہر چند اس خبر کی تردید کی اور اہل شہر کے اس خیال کے دفع کرنے کی کوششیں کیں لیکن اہل شہر کچھ ایسے بدحواس ہو رہے تھے کہ انکے بھانے اور کہنے پر التفات نہ کرتے تھے۔ خواہ مخواہ اس خبر کو وہ صحیح سمجھ جاتے تھے حالانکہ اسکی کچھ بھی اصلیت نہ تھی اسوجہ سے چارنا چار یوم پنج شنبہ ۲۹ جمادی الاول سنہ مذکور کو اہل شہر نے اطاعت کی گردنیں جھکا دیں اور امان طلب کر کے سلطان کے سایہ عاطفت میں پناہ گزین ہو گئے۔

والی اہل  
آزاد کر دیا گیا

اس اثناء میں کہ سلطان بیروت ہی میں تھا اور اس کے انتظام اور انصرام میں مصروف تھا کہ دمشق کے نائب السلطنت کا ایک قاصد مدعوہ الی اہل شہر

۱۰ بیروت ایک مشہور شہر شام کے ساحل پر واقع ہے مسلمانوں نے اسکو مسلمہ ہجری میں فتح کیا تھا غالباً پانچویں صدی میں پہر عیسائی اسپر قابض ہو گئے تھے۔ پہلے اس کے مردم شماری کو کچھ ہی ہو لیکن فی زمانہ ایک لاکھ سات ہزار چار سو کی آبادی ہے جس میں تین تیس ہزار مسلمان ہیں اور باقی عیسائی اور کچھ یہودی اور سید دروزی ہیں۔

اور اوس نے والی حبیل کی شہر الیٹا حرف بحرف گزارش کر دیئے سلطان نے پہلے ٹھہری  
دیر تک سکوت اختیار کیا بعد اسکے سر مبارک اوٹھا کر فرمایا کہ اچھا والی حبیل کی شرائط  
ہم کو بھی منظور ہیں قید کی زحمت سے اسکو آزاد کر دو چنانچہ حسب اشارہ سلطان اس  
طرف سے تو والی حبیل آزاد کر دیا گیا اور اوس طرف سے اہل حبیل نے مسلمان قیدیوں کو  
رہا کر دیا اور شہر پر سلطانی کامیابی کا پہرہ برہ اوڑھا دیا گیا۔

والی حبیل کی اس انسانی حرکت سے ناظرین کو نیم گمان پیدا ہو رہا ہو گا کہ یہ  
بہت ہی بڑی انسانیت کا آدمی ہے۔ اس کے فراج میں صلح پسندی ہی ہے عام  
عیسائیوں کی طرح اسلام کا دشمن ہی نہیں ہے لیکن یہ خیال از سر تا پا غلط ہے والی  
بڑا ہی مکار۔ احسان فراموش پیمان شکن ہے اسوقت تو اہلوگوں نے سکی صورت دیکھی ہی  
لی ہوگی جبکہ وہ پابہ زنجیر دربار شاہی میں قیدیوں کی طرح کھڑا تھا اور پہرہ توڑے ہی دنوں کے  
بعد سکی وہ حالت بھی دیکھیے گما جو قوت کہ اوس کے ہاتھوں سے اسلامیوں پر ظلم ہوتا ہو گا۔  
اسکی آزادی نے جو کچھ اسلام اور اسلامی لشکر کو نقصان پہونچایا ہے اسکو ہم آئندہ کسی مستاب  
موقع پر بیان کرنے والے ہیں۔

اس نامی سلطان فاتح بیت المقدس نے اس واقعے بعد ہی جہم عسقلان  
کی طرف اسوجہ سے توجہ کیا کہ اولاً عسقلان کے کامیابی کے بعد بیت المقدس کے فتح ہونے کی

عہم عسقلان

۱۵۰ والی حبیل جو قوت خاک بستر مشق میں پہونچا۔ اسکے چند ہی روز کے بعد بیروت کے واقعہ کی خبر شہور ہو گئی۔ والی  
حبیل نے اس خیال سے کہ حبیل ہی دو ایک روز میں اسلامی لشکر کا جولا نگاہ بجا رنگا ناب مشق سے اس امر کو  
ظاہر کیا کہ اگر سلطان ہکو آزاد کرے تو ہم علاوہ اسکے کہ حبیل سلطان کے سپرد کر دینگے ہم اوس کو لمانگو بھی  
آزاد کر دینگے جو کہ اہل حبیل کے قبضہ میں ہیں۔ نائب مشق اوس کے ان باتوں میں آگیا اور ایک قاصد کے  
ساتھ بحفاظت تمام اوسکو سلطان کے پاس بھیج دیا۔

۱۵۱ عسقلان ایک شہور شہر دریائے کنارہ واقع ہے اس شہر میں آثار قدیمہ بہت زیادہ ہیں یہ بہت ہی  
آباد اور سرسبز تھا اسوجہ سے اسکو عروس الشام کہا کرتے تھے۔ نصرانیوں نے اسکو ستائیسویں صدی اسلامی  
شہرہ چری میں مسلمانوں سے لے لیا تھا۔

آسانی سے امید کیجا سکتی تھی ثانیاً یہ مقام نہایت مضبوط اور کارآمد تھا مصر سے بمحض تقیم  
 سلسلہ آمد و رفت قائم رکھنے کا بہت بڑا زبردست ذریعہ تھا اسوجہ سے سلطان محمد اپنے  
 جوی فوج کے کمال تیزی سے عسقلان کی طرف قدم بڑھائے چلا جا رہا ہے اتفاقات حسنہ سے  
 الملک العادل لشکر مصری کے ساتھ اور یہ نامی اسلامی ہیر و ایک ہی دن بعینی  
 یوم یکشنبہ ۱۴ جمادی الثانی ۵۸۳ھ کے شام کو عسقلان کے قریب پہونچے رات بہتر نظام  
 اور فوج کے ترتیب میں دونوں بہائی مصروف رہے صبح ہوتے ہی موقع مصافحہ دیکھنے  
 کے غرض سے سوار ہو کر خمیوں سے نکلے اور لڑائی کے میدان کو دلچسپی سے دیکھنے لگے اہل  
 عسقلان نے لڑائی کی ابتدا کر دی شہر بیاہ کے دیواروں سے تیر باری کرنے لگے سلطان  
 ان کے حملوں کا خاموشی سے جواب دے رہا تھا اور اسکے جان نثاروں نے بھی کسی قسم کی  
 چھیڑ چھاڑ نہ کی اور نہ ان کے حملوں کا جواب دیا ظہر کے وقت تک مخفیین نصب کر لیں اور  
 سورچہ بھی باندھ لیا ظہر کا آخری وقت تھا کہ اسلامی لشکر نے حملہ شروع کر دیے چوڑا روڑ  
 تک برابر لڑائی کا سلسلہ جاری رہا نہ اسلامی لشکر پسپا ہوتا نظر آتا تھا اور نہ عسقلان  
 کی مضبوط دیواروں کو کسی قسم کی جنبش ہوئی تھی جب پندرہویں روز صبح ہوتے ہی  
 اسلامی لشکر نے قلعہ کی شرقی دیوار توڑ ڈالی اور اندر گھس آئے تب عجوبہ اہل عسقلان  
 اس رحمند سلطان سے صلح و امن کے خواہستگار ہوئے اوس نے انکے کل شرط فوراً  
 قبول کر لئے اور امان نامہ لکھ دیا یوم شنبہ ۲۰ جمادی الثانی سنہ مذکور کو اہل  
 عسقلان جلاء وطنی اختیار کر کے محلہ اپنے بی بی بچوں مال و اسباب کے بیت المقدس  
 کے طرف چلے گئے۔

بعد اسکے سلطان عسقلان کے باہری مقیم رہا اور مختلف اوقات میں متعدد سرایا  
 اطراف و جوانب کی طرف روانہ کرتا رہا چنانچہ رملہ اور داروم اور غرد اور شہر بلراظہر  
 سلاہ داروم و دارون ایک فلوچہ غزہ سے مکرطون جاتے ہوئے ملتا ہے دریا سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہے۔  
 شہد ابراہیم ایک مقام کا نام ہے جو کہ بیت المقدس کے قریب واقع ہے۔

اور بیت لحم اور بیت جبریل اور نظرون وغیرہ کسی کو بصلح اور سیکونڈ وریج مفتوحات سلطانی  
میں داخل کر لیا۔

ان خداداد کامیابیوں کے بعد اسکا جری لشکر تمام بلاد ساحل میں پھیل گیا اور  
چند ہی ماہ میں مقامات الناصره - قیساریہ - حیفا - صفوریہ - زریب - یعلیا - اسکندریہ -  
عور - ارعین - دیوریہ - بحون - اریحا - سجن - بیرہ - قلعه ابی الحسن - تل صافیه -  
تل احمر - جبل الجلیل - لاسیا - قوتیا - صوبا - ہرمز - سلع - عفریہ پر قبضہ کر لیا۔  
ان مقامات کے عیسائیوں کو سلطان مصاحبت اور امن کے ساتھ معہ مال و  
اسباب کے چلے جانے کی اجازت دیتا جاتا تھا۔ اگرچہ یہ سراسر پولیٹیکل غلطی تھی اور  
بناظر مصالح ملکی ان کے ساتھ اسکا یہہہ لوگ کرنا محض نازیبا تھا لیکن اس کے نرم اور  
ملاطفت کرنے والے قلب کو ان خیالات نے ذرہ برابر بھی نہ رُو کا وہ براہیکمال کشادہ پیشانی  
بے تکلفی کے ساتھ انکو اجازت دے رہا تھا اور پہلے حسان فراموش صورت میں پہنچ چکے  
اپنی مشترک وضعیت قوت کو جمع کر رہے تھے اور قوی بنا رہے تھے رفتہ رفتہ انکی جمعیت  
اور طاقت ایسی بڑھ گئی کہ آئندہ سلطان کو اپنی اوس غلطی اور انکی اس جمعیت کے

لہ بیت اللحم بیت المقدس قریب ایک سو مقام کا نام ہے عیسیٰ علیہ السلام یہیں پیدا ہوئے تھے۔  
۱۳ بیت جبریل یا بیت جبرون ایک چوٹا سا شہر بیت المقدس اور یوزہ کے درمیان میں بیت لحم کے  
جسٹونی جانب واقع ہے۔

۱۴ نامرہ ایک قریب ہے جو کہ طبریہ سے تیرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے نامرہ ہی سے نصاریٰ مشتق کیا گیا  
ہے کیونکہ جناب مسیح اس مقام میں کوٹ پذیر ہوئے تھے۔

۱۵ قیساریہ دریاے شام کے ساحل پر ایک شہر ہے جو کہ مضائقہ فلسطین سے شمار کیا جاتا ہے سیاف  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مفتوح ہوا تھا نصرائیون نے اسکو باپتوزم صدی کے اوّل  
میں پہرے لیا تھا۔

۱۶ حیفا بحر شام کے ساحل پر یا فاکے قریب ایک قلعہ ہے۔

بدولت بہت بڑا خمیازہ اڑھانا پڑا جسکو ہم آگے چلکر مناسب موقع پر ظاہر کریں گے۔

فتح قدس شریف

اللہ اللہ یہ وہی متبرک مقام ہے جسکو ہلوگ عام طور سے بیت المقدس اور  
دنسا۔ جی یروشلم یا ایلدیکہتے ہیں اسکیو جناب باری نے ارض مقدسہ سے اپنے کتاب  
مبین میں بغیر کیا ہے یہی ابتدا اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ تھا اسی محترم مکان کی  
عظمت کل اہل ملت کرتے آتے ہیں حشر و نشر اسی پاک زمین میں ہو گا جل جلالہ! کیا  
مقدس مقام ہے کہ جسکے تصور سے روح کو فرحت ہوتی ہے۔ اسکا ایک وہ زمانہ تھا کہ  
یہی انبیاء کرام علیہم السلام کا مقر اور مقام تھا اسکے درو دیوار آفتاب وحدت نور سے  
منور ہو رہے تھے کفر و احاد کی تاریکیوں کا کہیں نام و نشان ہی نہ تھا۔ یہیں فرشتے  
آتے تھے یہیں وحی نازل ہوتی تھی یہیں توحید کی تعلیم ہوتی تھی نہ شرک سے کوئی وقف تھا  
اور نہ کوئی احاد و زندقہ سے آگاہ تھا جو تہا وہ توحید ہی میں ڈوبا ہوا نظر آتا تھا بعد  
چند جو زمانہ نے پلٹا کہا یا آسمان کچھ رنگ بدلے تو پھر اسی مقدس مقام میں بجائے  
اصلی توحید کے مصنوعی توحید (ترشیت) کی تعلیم ہونے لگی نہ وہ توحید اور حق پرستی کا  
زمانہ رہا اور نہ اسکی وسعت کیفیت رہی نور کے جگہ نارہتی اور بجائے وحدت شریعت  
کسی نے اپنے کو (عیاذ باللہ) شریعت کی منیت آزاد کر لیا تھا اور ترشیت کا نام توحید  
رکھا تھا اور کسی نے کسی کو ابن اللہ مان لیا تھا اور اہلی کی برائے نام پابندی تھی  
اور نواہی سے قسم کھانے کو احترام تھا وقتاً فوقتاً اسکے نورانی درو دیوار اللہ کے بندے  
خون سے رنگے ہی جاتے تھے فراق غالب ہی چاہتا تھا کہ مغلوب کے خون سے مقدس  
مقام میں ایک نئی عمارت بنائے اور خدا کی پیدا کی ہوئی جانوں کے خون سے  
اوس نورانی دیواروں پر ظلم کا رنگ و روغن چڑھا دیا غرض کہ اس متبرک مقام میں

طرح طرح کے ظلم و ستم اور بدعت و احکام کی نئی نئی ایجادیں ہو رہی تھیں کہ سرزمین عرب میں  
 قارآن کی بلند چوٹیاں آفتابِ سالت و ہدایت (یعنی خاتمِ رسل مادی جی بل محمد رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ علی آلہ و اصحابہ وسلم) کی شعاعوں کی چمک و تہیں اگرچہ اس نورِ الہی کے ترقی کے  
 مانعات زیادہ اور کثرت سے ہر وقت اور ہر زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں لیکن حکم و اللہ  
 متعہ نورِ راہ و لو کہ کربا کا فوون (اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ  
 کفار کو شاق گزرے) وہ نور کرامتِ ظہور برابر ترقی پذیر رہا اور عالم کے اطراف  
 و جوانب کو شرمک و الحاد کے غبار سے صاف کرنے کے طریقے بتاتا رہا اور ایک روحی اور  
 پاک مذہب کی تعلیم کثرتِ آثارِ الامم و ہجرت کے گیارہویں سال میں جب ضرورت اور وقت  
 لحاظ سے رسالت کا کام ختم ہو چکا اور دین کی ضروریات پوری ہو چکیں تو اوس  
 روشن آفتاب رسالت کو شجاب رحمت الہی نے دنیا داروں کی آنکھوں سے چھایا۔  
 بعدہ آپ کے پیروں رضی اللہ عنہم نے وہی طریقے اختیار کئے اور اپنے مقدس وحی  
 مقتدا کے قدم بقدم چلنے لگے ایک ہی صدی کے اندر انہوں نے کارہنج کے کھنڈروں پر  
 اپنی کامیابی کے چہرے کا ڈیئے اور سندھ کے کناروں کی لائیر تک لے لیا۔ انکی فخر و ظفر کی  
 موجیں فریقہ کے ریگستان تک پہنچ گئیں۔ انکے ہتھیاروں کے عکس بحرِ ظلمات میں بھی  
 نظر آرہے تھے۔ انکا رعب یورپ میں عیسائیت کو اپنی ڈرونی صورت دکھلا رہا تھا۔  
 اوسی ابتدائی عظیم الشان اور پیش فترعات کے مبارک زمانہ میں مسلمانوں کے نامی نامی  
 سپہ سالار و روحی جنرلوں سے قسمت آزمائی کر رہے تھے رومی جنرل ارطخون جب اس  
 اسلامی گروہ سے ہزیمت پا کر یروشلم کے طرف ہٹا گا اور جب وہاں ہی پناہ کی صورت  
 نہ دیکھی تو اوس نے شہرِ بطریق کے سپہ در کے بصرہ کا رستہ لیا۔ بطریق بیچارہ میں  
 یہ تو انانی کہان تھی کہ وہ مسلمانوں کے خار و شکاف تلواروں اور لوگوں ارنیزوں کا  
 مقابلہ کرتا اوس نے مسلمان محاصرین سے کہلا ہیجا کہ درمیں اس شہر کو مہتا کر سپرد



کرنا ہوں لیکن اس شرط سے کہ تمہارا خلیفہ خود آکر شہر قبضہ حاصل کرے چنانچہ سیدنا  
عمر ابن الخطاب یہ پیغام پاتے ہی بیت المقدس کو چل کھڑے ہوئے اور شہر بھر میں  
۳۳۶ء میں بصلح و امن شرائط طے کر کے یروشلم کے مقدس سرزمین میں داخل ہوئے۔  
اور اون کے معاہدہ و گرجاؤں سے مطلقاً تعرض نہ کیا بلکہ بدستور انہیں کے قبضہ میں  
رہنے دیا اور اوس کے باشندہ و غیر نہایت کم برائے نام حزیہ (خراج) مقرر کیا اور اہل  
شہر سے ایسی ملاطفت اور مہربانی سے ملے کہ آج تک انگریزی مورخ بھی اسکا اعتراف  
کرتے ہیں۔

بعد خلافت راشدہ کے بنی امیہ نے خلافت کے زینہ پر قدم رکھا اور اسلامی فتوحات کو  
اس درجہ بڑھا کر چین اور تمام وسط ایشیا میں اسلامی چنڈے گاڑ دیئے انکی ترقی کا زمانہ  
شباب منقضى نہ ہونے پایا تھا کہ خلفاء عباسیہ کی ترقیات کا وقت آگیا اور وہ حجاز بنی امیہ کے  
سیر خلافت پر بیٹھے۔ لیکن بعد مامون الرشید کے کچھ ایسی پولیٹیکل غلطی ہوتی گئی کہ یو باقیوں  
یہ کمزور ہوتے گئے آخر الامر مصر میں ایک خلافت جدید علویین یا بنی فاطمہ کے نام سے قائم  
ہو گئی اور سیطرح کئی ایک اور ملتین خلافت کے کمزور ہونے سے قائم کی گئیں گو یہ سب  
تغیروں و تبدل اسلامی حکومتوں میں ہوتا رہا مگر ۱۰۹۷ء ہجری تک یہ مقدس مقام مسلمانوں  
کے قبضہ میں رہا اور وہی اسکی خدمت کرتے رہے ۱۰۹۷ء میں جسوقت کہ اسلامیوں میں پورے  
طور سے ضعف آگیا تھا اور کسی کو کسی سے ہمدردی باقی نہ رہی تھی عیسائیوں نے اوس  
رحم و انصاف و آزادی کا بدلہ لینا چاہا جو کہ اونکو اس سے پیشتر حاصل تھا وہ گروہ کے  
گروہ اپنے اپنے شہروں سے نکلے اور آپس میں مشورے کرنے لگے بعضوں کی پہلے سے یہہ راہ

لہ میور صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ”خلیفہ (عمر) نے یروشلم میں پہونچ کر بطریق اور اہل شہر سے بہت  
زہمی سے ملاقات کی اور انکو وہی حقوق و حرمت فرمائے جو ان شہر و کنوئیں تھے جنہاں کئی کمال غایت تھی  
اور باشندہ و غیر برائے نام حزیہ (خراج) مقرر کیا اور گرجاؤں کو اوہیں کچھ قبضہ میں رہنے دیا۔“

قرار پانچویں ہی کہ افریقہ پر حملہ کرنا چاہئے لیکن جسوقت یہہ راسے پیش کی گئی تو ایک دن میں سے کہنے لگا کہ اگر افریقہ پر فوج کشی سے مسلمانوں پر جہاد کرنا مقصود ہے تو افضل یہہ کہ یروشلم کی مقدس زمین کو انکی بنیاست پاک کر لو کیونکہ ایک تو جسوقت ہماری فوت کامل ہو جائیگی اسوقت فوراً ہم افریقہ لے لینگے اور دوسرے ان دنوں یہہ اور اہل افریقہ سے کچہہ باہم عہد و پیمان بھی ہو گیا ہے بالفعل عہد شکنی کرنی خوب نہیں۔ دوسرا جواب دینے ہی کو ہوتا کہ ایک پاؤرمی نے صلیب لکرمی ہلائی اور ایلیا ایلیا چلا اور ہٹا جس سے حاضرین میں ایک خاص قسم کا جوش پیدا ہو گیا اور سبہوں نے اس راسے سے اتفاق کر لیا کہ کسب پہلے یروشلم ہی کو لینا چاہئے۔

ادھر تو نصرانی یروشلم کے لینے پر متفق ہو گئے اور آہستہ آہستہ تیاریاں کرنے لگے ادھر علویان مصر کے انکو بہین دولت لجوقیہ کا استیلا دشمن جو کہ اون دنوں اوسکو بلا د شام پر حمل ہتا کا ناسا کہنک گیا۔ اسی رشک و حسد سے نصرانیوں کو اونلوگوں نے بلا د شام کی طرف خروج کرنے کو کہا۔ گمان غالب یہی ہے کہ کچہہ باہم معاہدہ بھی ہو گیا ہتا چنانچہ ابو القاسم احمد المستغلی باللہ کے زمانہ خلافت میں عیسائیوں نے اکثر بلا د شام میر پر

بیت المقدس  
عیسائیوں کا  
قبضہ و زور کا  
شہید ہونا

سلطنت افرو کو علامہ ابن اثیر نے قیل سے بیان کیا ہے جو کہ ضعف وایت پر ال ہی بہر کیف اگر اس قوم میں کیر قدرت کا شہہ ہی ہو سکتا ہے تو یہ راہ لکل مملکت العباسی کے کہ اس سے انکار کیا جا کہ بیت المقدس کے افراض کا باعث مصریوں کا غلبہ نہیں ہوا ہزار اس عوی کی یہ ایک بین دلیل ہے کہ جسوقت نصرانیوں نے الطاکیرہ پر قبضہ کر لیا ہتا اسوقت امیر الجیوش افضل ابن ہدر الجلی نے بجہ اس کے کہ مسلمانوں کی گئی ہوئی فوت کی ٹر ہانکی کوشش کرتا تاج الدولہ و توشش الی بیت المقدس اسیرقان ابن امتی ترکمانہ پر حملہ کیا اور جالین کے محاصرہ بعد اسیرقان کو گرفتار کر کے دمشق کی طرف بچھا دیا اور بجائے اسکے افخار الدولہ کو حاکم مقرر کیا۔ یقیناً یہی تغیرات نصرانیوں کو پیش قدمی کے باعث ہوئے۔ واللہ اعلم۔

سلطنت فلیفہ ابو القاسم احمد المستغلی باللہ بعد اپنے باپ المستغیر باللہ علوی کے سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کے عہد خلافت میں اکثر بلا د شام کو ترکوں اور نصرانیوں نے لیا ہتا۔ ۴۰۰ محرم ۵۱۳ م مقام قاہرہ میں پیدا ہوا اور یوم عید غدیر ارشاد ہوئے دیکھ ششم ۴۰۴ م کو اسکے ماتہ پر اعیان دولت علویہ نے بیعت کی سر ہوئے مصر ۵۱۳ م یوم شنبہ کو مقام مصر میں انتقال کیا۔

قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ اپنے اوس خیال کے پورا کرنے کو بیت المقدس کا بھی یک ماہ ۴۹۲ء  
 میں محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں میں آپس کی ناچاقیوں سے استعدا طافت ہوتی ہی نہیں کہ  
 نصرانیوں سے مقابلہ کرتے اور اس مقدس مقام کو اپنے ماتحت نہ جانے دیتے تاہم مسلمانوں  
 نے عیسائیوں کا خوب خوب مقابلہ کیا گواہوں کا ایک حملہ نہایت سخت اور خوفناک ہوا لیکن  
 مسلمان بھی برابر گنجوشی سے اوس کا جواب دیتے تھے اس لڑائی کا آخری نتیجہ یہی کہہ رہا تھا  
 کہ عیسائی فوج مغرب پہاگ جاہتی ہے مگر یہ صورت بہت جلد بدل گئی اگر محصور مسلمانوں کو  
 بیرونی مدد کچھ بھی پہنچ جاتی دیا وہ بیت المقدس سے باہر نکل کر لڑنے کو یقینی ایک لحظہ میں  
 عیسائیوں کو ہنگام دیتے لیکن ہاسے نا اتفاقی تیرا برا ہو تو جو چاہے کرے ایک وہ دن تھا  
 کہ اسی کو مسلمانوں کے روحی پیشوا نے فتح کیا تھا اور اس کو شرک و اسحاق کے نجاستوں سے  
 پاک کیا تھا اور ایک یہہ دن ہے کہ صیہون کی جانب کے حملہ آور نصرانی چالیسویں روز ۲۳-  
 شعبان سنہ مذکور کو جمعہ کے روز دوپہر کے وقت کامیابی کے ساتھ اس مقدس شہر  
 میں چلے آ رہے ہیں اور سلامی پہریرہ کے بدلے صلیبی پرچم اوڑھے جانکی تیاری ہو رہی ہے  
 مسلمانوں کے مقدس لوگ جان کے خوف سے سجد اقصیٰ میں جا چکے ہیں لیکن عیسائی  
 اودن کے خون کے ایسے پیلے ہو رہے ہیں کہ ڈھونڈہ ڈھونڈہ کر مسلمانوں کے بچے بچے کو  
 قتل کر رہے ہیں ایک گروہ مسلمانوں کا محراب داؤد میں جا چکا ہے ظاہر انکے اطمینان کی  
 صورت پیدا ضرور ہو گئی ہے لیکن یہ سب خیالی باتیں ہیں جس وقت نصرانی بیت المقدس  
 کے شمالی دیوار توڑ کر اندر آ گئے ایک قیامت برپا ہو گئی۔ حاملہ عورتوں کے پیٹوں سے  
 بچہ نکال نکال کر مارے گئے معصوم بچے فصیلوں پر اوٹھا اوٹھا کر ایسی بڑی طرح سے  
 پٹکے گئے کہ کیسکی ہڈی تک پتہ نہ ملتا تھا۔ بیت المقدس کی وہ دیوار بن جنہر خداوند عالم  
 کے نور کا سایہ پڑتا تھا مسلمانوں کے خون سے رنگی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ علمائے کرام  
 تیل اور نقطہ چہرہ چہرہ جلائے گئے سات ہزار سے کچھ زائد ہی مسلمان تھے جو کہ

محراب داؤد اور سجد اقصیٰ میں شہید کئے گئے۔ آہٹ روز تک برابر سجد حرام میں غم نیزی کا بازار گرم رہا مشرقی اور لاطینی مورخین بالاتفاق مسلمان مقتولوں کی تعداد دستبرزار بیان کرتے ہیں۔ اللہ اکبر دم مارنے کا مقام نہیں ہے۔ اس واقعہ جانچنا جو کچھ مصیبتیں مسلمانوں پر نازل ہوئیں اور کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا جانی نقصان اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ بیت المقدس کی گلیوں اور کوچوں کے علاوہ اوس کے ویرانوں اور کھنڈروں میں لاشوں کا انبار لگا ہوا تھا خود مسجد اور اوس کے صحن میں مقتولوں کا خون گھوڑوں کے گھٹنوں تک پہنچ گیا تھا اس غارت گری کے تیسرے دن وہ مسلمان قیدی پیش کئے گئے جو اس سے پہلے قتل عام سے بچ گئے تھے اور وہ شہید کرتے تھے کہ وہ فدیہ دیکر اپنی جان بچالین گے لیکن جس وقت وہ بچارے رنج و مصیبت مارے پابندِ عیسائی کو نسل کے روبرو لائے گئے ان کے لئے یہی موت کا حکم سنا دیا گیا۔ ہزار ہا مسلمان اس روز بھی شہید کئے گئے جب یہ رحیم گروہ خونریزی سے تھک گیا تو لقبیہ مسلمان اس امر پر مجبور کئے گئے کہ وہ اپنے کو میناروں اور مکان کے چہتوں سے اپنے آپ کو گرا کر مار ڈالیں۔ مالی مضرت کے نسبت ہم ہقدر بتلایا جاتا ہے میں کہ صرف مسجد عمر سے چالیس قندیلین چاندی کی جو کہ ہر ایک چالیس چالیس طلئ شامی وزن میں ہیں اور چھوٹی چھوٹی قندیلین سونے چاندی کی دوسو کے قریب ملے چاؤ اس خونریزی کا سبب ظاہر کرتا ہے کہ ”اسکی امید کیجا سکتی تھی کہ عیسائیوں کے دل میں رحم کے خیالات پیدا ہو جائے لیکن محصور مسلمانوں کی دھمکیوں اور طعنوں اور محاصرہ کی تکلیف اور مسلمانوں کے جانب سے نہر میں مقابلہ کرنے کی کوشش نے ان کو ایسا مشتعل کر دیا کہ وہ اس برہنہ کو جسکو وہ آزاد کرانے آئے تھے اور جسکو آئندہ وہ اپنا موروثی ملک سمجھتے تھے خون او ماتم سے ہر دیا ”مسبحان اللہ کیا حق پسندی اور ہمت گوی ہے کیا ان محصور مسلمانوں کی دھمکیوں اور دھمکیوں سے بڑھی ہوئی ہیں جو کہ بالیان (بلیٹو) سلطان صلاح الدین کو دی تھیں ۹۔

اور مختلف مقامات سے ٹوٹ لیں۔ علاوہ اسکے بہت ایسے مال و اسباب نصرا ہوئے  
ماہتہ آئے کہ جنگو زمانہ کے آنکھوں نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ مورضین کہتے ہیں کہ  
محض سجد کی غنیمت اس قدر تھی کہ اگر اوس سے چہہ گاڑیاں پر کجایتیں تو یہی اوسکو  
کافی نہو تین۔

اسلامیون کا  
بغداد میں  
پہنچنا

تہوڑے سے مسلمان جو اس عام خوریزی اور عظیم الشان واقعے سے گچکے تھے وہ بجال پریشان مرتے کہتے اسلامی ممالک میں پہونچے سب سے پہلے اسکا داوایا بغداد شروع ہوا۔ شعرا نے مرثیے لکھے۔ قاضی ابوسعید ہروسی امام جامع بغداد نے دیوان خاص میں خلیفہ کے روبرو ان مظلوم مسلمانوں کو لیجا کر دامت صیبتاہ کا شور بلند کیا اور اپنی ڈاڑھی نوچ ڈالی۔ حاضرین دربار بھی رُونے لگے لیکن اوس نے سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ خلیفہ ابوالعباس احمد المستظهر بالله نے قاضی ابومحمد دامغانی ابوجبر کشاسی۔ ابوالقاسم زنجانی۔ ابوالوفار بن عقیل۔ ابوسعید خلوانی۔ ابوالاحسین بن سماک وغیرہ مغرزیں رو سار ملت اسلامیہ کو سیکدر فوج کے ساتھ روانہ کیا جسوقت یہ لوگ خلوان میں پہونچے اور محمد الملک بلاسانی کے قتل کا واقعہ سنا گہر گئے بغیر اسکے کہ بیت المقدس تک پہونچتے اور وہاں کا رنگ و ڈھنگ دیکھتے بنے نیل مرام واپس آئے سلجوقیوں میں عیسائیوں کے اس فتح کے بعد کچھ قوت ہی باقی نہ رہی۔ اونکی طاقت کی کمر ٹوٹ گئی تھی سلطان کو خانہ جنگیوں سے فرصت کہاں تھی اور اشام پر اسکا کچھ اختیار نہ تھا وہ لوگ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور اپنے کو عیسائیوں کے مفتوح قوموں میں شامل کرینکو

۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰

تیار ہو رہے تھے۔ مصری خلافت کو اس حادثہ کے سننے سے کچھ حوش آیا اور اس نے  
افضل شاہنشاہ امیر الجیوش کو بصرہ کے پاس مصریہ نصرانیوں کے گوشمالی کے لئے  
عسقلان کی طرف روانہ کیا اور نصرانیوں کے پاس ایک قاصد مع اپنے ایک دستخطی  
خط کے پہنچا جس میں اس جانکاہ واقعہ کی بڑے نتیجہ کی دہلی تہی نصرانیوں نے خط کا  
جواب لکھ کر قاصد کو دیا اور اسی کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ مصری افسر انکی  
نقل و حرکت سے آگاہ نہ تھا اس وجہ سے لڑائی کا میدان عسائیوں ہی کے ہاتھ میں  
رہا۔ افضل ہزیمت اڑھا کر عسقلان میں چلا گیا اور ایک گروہ مسلمانوں کا  
ایک گنجان باغ میں چھپ رہا نصرانیوں نے اوسیں آگ لگا دی جو اس  
باغ میں رہ گئے وہ تو ہلکے اور جس نے باغ سے باہر قدم نکالا اوسکو نصرانیوں  
نے شہید کر ڈالا۔ افضل نے عسقلان میں ہی جیل پتی بجائش کی صورت نہ دینی  
تو اس واقعہ کے دوسرے روز معہ اپنے جان نثاروں کے وہاں کوچ کر کے  
مصر کے طرف چلا گیا اور نصرانیوں نے اوسکا محاصرہ کر لیا بارہ ہزار یا کہ

سلطان ابوالقاسم شاہنشاہ الملک بالملک لافضل ابن امیر الجیوش بدر الجمالی ٹراپی صفا تدبیر اور  
ذی عقل تھا اسکے باپ بدر امینی الاصل کو جمال الدولہ بن عمار نے خرید کیا تھا اور اپنے ہی ہاتھ  
پر دیا لکھا یا تھا شاید جو جمال کی طرف منسوب کیا گیا۔ مدینہ منورہ یا عسقلان کا یہ حاکم تھا جوقوت  
المستصر باعد کا کاروبار ضعیف ہو گیا تو بدر جمالی کے سفارش سے خلیفہ المستنصر باللہ نے اسکو  
بلو اکرجادی الاول باجمادی الثانی ۶۸۸ھ میں اسکو اپنا نائب مقرر کر لیا تھا اسنے ۶۸۸ھ  
میں انتقال کیا۔

۶۸۸ھ عیسائی موعہ ۱۲۸۸ھ میں اس نے ہزیمت کی یہود میں بیان کرتا ہے کہ مصر کو اونکے بھائی ۱۲۸۸ھ اگست سے  
پہلے لڑائی کر نیکو منع کیا تھا اور رابرٹ صفا نارمنڈی ۱۲۸۸ھ اگست کو معہ عیسائی فوج کے اونکے مقابلہ پر پہنچ کر  
حملہ آور ہوا یہ مصری مقابلہ کو نکلے لیکن علوم ہینک کیون فوج کو شکست کھڑے ہے۔ انکی فوج کل بچ کر  
اور باز آئی۔ دوسری بھری ہوئی تھی۔ سوچے مسلمانوں کو شکست ملی اور افضل جو درار لشکر کا تھا وہ ہزار قوت  
جان بچا کر عسقلان کی طرف بھاگا۔

میں ہزار دینار تاوان جنگ لیکر قدس شریف کی طرف چلے آئے۔

اس خونریزی اور قتل عام کے بعد یہی مسلمانوں پر جو حادثات اسیں  
۹۲۴ء میں نصرائیوں کے ہاتھوں گزرے ہیں ان سے شاید ہی کوئی ناوا  
ہوگا۔ ایک زمانہ اسکی شہادت دے سکتا ہے کہ نصرائیوں نے حبشہ، ایلکیا یا  
یروشلیم (بیت المقدس) کو مسلمانوں کے ہاتھ سے لیلیا ہتا مد تون انہوں نے  
وہ وہ وحشیانہ حرکت و خونریزی ان کی ہتھیں کہ جنکے دیکھنے اور سننے سے دشمن کا بھی جگر پارہ  
پارہ ہوتا ہے۔ سلمان ہی قیدی جو اس فتح نصیب کروہ کے ظلم و قتل سے بچکے تھے  
اپنے اعزہ۔ اقارب۔ دوست۔ شہنائی بگڑی ہوئی لاشیں گلی کو چون سے اوٹھا  
اوٹھا کر باہر لجاتے تھے انہیں غلوم اور کیسوں کو یہ خدمت سیر دی گئی تھی۔ یہ وہ  
قوم تھی جو کہ اپنے کو مہذب اور رحیم کہہ رہی ہے اور جسکے خدا کے بیٹے نے یہ تسلیم  
دی تھی کہ اگر کوئی شخص حکمو مارے تو دوسرا کلمہ ہی اس کے سامنے کر دینا۔ کیا  
اس سے زیادہ اور یہی کوئی وحشیانہ ظلم ہو سکتا ہے؟ مقدس مقام اور اوسمیں  
خونریزی! معصوم بچے اور اونکا خون بہانا! علماء، فضلاء اور انکو تیل چھڑک  
چھڑک کر جلانا! یروشلیم کے نورانی مقامات اور وہاں خونریزی! یہ سب باتیں  
آواز بلند سے کہہ رہی ہیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی وحشی یہی ظلم نہیں کر سکتا۔  
بچوں اور عورتوں کے قتل کرنے کو اسلام منع کرتا ہے۔

آپ لوگ یہہ اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں کہ سننے ان واقعات کو بہت ہی مختصر  
کے ساتھ تحریر کیا ہے اور انکے کیرکیر کو اس عنوان سے نہیں دکھایا جیسا کہ  
بعض دوسری قومیں اپنی نا فہمی اور تعصب سے مذہب غیر کے رائل پیروں کے  
کرکیر دکھلایا کرتی ہیں۔ ہم کو ان کے اس مصنوعی رحم اور مسلمانوں کے افرائی  
ظلم سے موازنہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ لوگ الملک لنا صراطا صلاح لادین

حالات سے جسوقت کہ اس نے ۳۵۳ء میں اس متبرک مقام کو دوبارہ مشرک  
الحاد کی کثافتوں سے صاف و پاک کیا ہے اسکا اندازہ خود کر لیں گے۔ آئے اب  
ہم اس نوض خوانی سے قطع نظر کر کے ان ہی مقدس ہیرو کا وہ نمایاں کام دیکھائیں  
کہ جس سے دنیا و اسلام میں ایک دوبارہ فاتح بیت المقدس کا مبارک لقب  
دیا گیا تھا۔

ابو المظفر الملک الناصر سلطان صلاح الدین یوسف جسوقت مستقل  
سے فارغ ہوا اور بیت المقدس کے اطراف و جوانب کے قلعوں و مقامات  
قابلین و متصرف ہو گیا اور انکو اس نے اپنے مفتوحات میں داخل کر لیا اور مصر  
سے جنگی جہازوں کا بیڑہ طلب کر لیا اسوقت اپنے خدائے پاک کا نام لیکر اوٹھ کھڑا ہوا  
اور فتح و نصرت کی دعائیں مانگتا ہوا بیت المقدس کے طرف ۱۵۔ رجب ۵۸۳ھ  
قدس کی کو مو اپنے جرمی لشکر کے بیت المقدس کے غزنی جانب خمیہ زن ہوا اسوقت  
بیت المقدس میں بالفاق اسلامی و عیسائی مورخین کے ایک لاکھ سے زیادہ  
عیسائی موجود تھے انکا مذہبی پیشوا پطرس اعظم اور نامی سردار بالیان بن ہیر  
والی کلمہ ہمیں موجود تھا وہ سچی گروہ جو کہ لڑائی کے وقت میدان کارزار میں  
مسلم آسکتا تھا تاہم ہمارے زیادہ ہی تھا جسوقت ان لوگوں کے کان اس  
خبر سے آشنا ہوئے کہ اسلامی لشکر یرشلم کے غزنی جانب پڑا ہوا ہے سمجھنے  
موت کو کہیں آسان اور افضل اس سے سمجھ لیا کہ بیت المقدس پہر مسلمانوں کے  
قبضے میں چلا جائے۔ مال و اولاد کی محبت ان لوگوں کے دلوں سے اوٹھ گئی  
پورے طور سے اپنی حفاظت کا انتظام کر لیا اور کامل طریقے سے قلعہ بند  
کر لی شہر پناہ کے فیصلوں و مخفیہ فیصلوں کی گئیں۔ کثیر التعداد نصرانی ہرقت  
مسیح یرشلم کے ارد گرد پہرے لگے۔ آنکھوں میں نام کو نیند باقی نہیں رہی



آرام جاتا رہا تا قبل لڑائی چہرے کے اتفاقاً اسلامی مقدمہ الجیش سے نصرانیوں کے  
 فوج کا ایک دستہ جو کہ بطور طلباء کے پھر رہا تھا مقابل ہو گیا طرفین سے پہلے تیر باری  
 کی گئی بعد چند ساعت کے دونوں فریق دست بدست لڑنے لگے پانچ گھنٹے تک ابر  
 لڑائی ہوتی رہی اگرچہ اس لڑائی میں عام نصرانی بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ  
 مارے گئے لیکن افسوس اسکا ہے کہ اس واقعہ میں اسلامی مقدمہ الجیش کا  
 افسر اعلیٰ شہید ہو گیا۔ یہی وجہ مسلمانوں کی زیادہ پریشانی کی ہوئی ورنہ عجیب  
 نہ تھا کہ یہ لڑائی زیادہ عرصے تک قائم رہتی۔ بعد اسکے پانچ روز تک ہمارا انجام  
 سلطان شہر کے اطراف وجانب کو دیکھتا بہالتار ہا شہر پناہ کی مضبوطی کیطرت  
 سے حملہ کرنے کی اجازت ہی نہ دیتی تھی آخر الامم بیستون رجب کو بیت المقدس  
 کے شمالی جانب کلیسیہ صیہون کیطرف سورجہ قائم کیا۔ ایک ہی شب میں دھن بھی  
 باندھ لئے گئے مخنقیقین بھی نصب کر دی گئیں۔ صبح ہوتے ہی سنگ باری اور  
 تیر کی بارش شروع ہو گئی۔ فریقین اپنے اپنے دین کی حمایت جی توڑ کر کرنے لگے۔  
 نصرانیوں نے یہہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ دن میں یہ وقت شہر کے کسی دروازے  
 باہر آ جلتے اور مسلمانوں سے دو چار ہاتھ لڑ کر واپس چلے جاتے تھے۔ موقع  
 کچھ ایسا تھا کہ اسلامی لشکر تو شہر پناہ کے دیواروں کے قریب پہنچنے پاتا تھا  
 اور نصرانیوں کے نکلنے کو کوئی رُک نہ سکتا تھا تین روز تک ایسا ہی سلسلہ  
 جاری رہا اور سنگباری برابر ہوتی رہی مگر شہر پناہ کے دیواروں میں زوری بھی  
 جنبش نہ آئی اور نصرانیوں کے مخنقیقون نے مسلمانوں کو شہر پناہ کے دیواروں کے  
 قریب پہنچنے دیا جو تھے روز بہت بڑی خوفناک لڑائی ہوئی سچی لشکر کا ایک حصہ  
 اس مقابلے میں کام آ گیا اور اسلامی لشکر کیطرف سے علاوہ محدود و حد عام سپاہیوں  
 کے امیر سید الدین عیسیٰ بن مالک بھی شہید ہو گیا۔ انوں کو اس امیر کی فہادت نے

جس حد تک رنج پہنچا یا ہوگا اسکا اندازہ آپ لوگ اسل مر سے خود کر سکتے ہیں کہ  
 موصوف الصدور محبوب القلوب اور سہر دل عزیز اور جرسی اور نامی گرامی اُمیر المصلیہ  
 سے شمار کیا جاتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد مسلمانوں میں دفعۃً بہت بڑا جوش پھیل گیا اور  
 بہمنوں نے مستفیق ہو کر پانچویں روز ایسا سخت ہلکہ کیا کہ نصرائیوں کو مارنے مارنے  
 شہر پناہ کے اندر داخل کر دیا۔ اس موقع پر اگر مسیحی عجلت سے کام نہ لیتے اور شہر پناہ کا  
 دروازہ بند نہ کر لیتے تو یقیناً آج ہی بیت المقدس فتح ہو جاتا اور اس کے  
 بلند اور شاندار میناروں پر اسلامی پرچم اُڑا دیا جاتا۔ اس لڑائی کے بعد بقدر  
 اسلامیوں کو اپنی کامیابی کا یقین ہو رہا تھا اور اس سے بدرجہا عیسائیوں پر خوف  
 غالب ہو گیا تھا بڑے بڑے مدبّروں کے ہوش و حواس جاتے رہے آپس میں شیعہ  
 ہونے لگے ایک نے اون میں سے کہا کہ مر جانا گوارا ہے لیکن یہ منظور نہیں ہے  
 کہ یروشلیم سے مقدس مقام پر بیدینوں (مسلمانوں) کا قبضہ و تصرف ہو دوسرا  
 بولا کہ نہیں صلح افضل ہے۔ اسن و آمان طلب کر کے یروشلیم سپرد کر دینا چاہئے تیسری  
 دیر تک آپس میں ہی بحث و تکرار ہوتی رہی آخر الامر بہمنوں نے آخری رائے سے  
 اتفاق کیا اور اپنے چند مؤثرین رؤساء کو سلطان کے خدمت میں امان و صلح طلب کرنے  
 اور بیت المقدس سپرد کرنے کے غرض سے بھیجا جبوقت یہ گروہ دربار سلطانی  
 میں حاضر ہو کر عرض محروض کرنے لگا سلطان نے چونکہ اسکی نورانی آنکھوں میں  
 اون واقعات کا نقشہ پھر رہا تھا بے تامل کہہ وٹھا کہ لا افعل یکم اکاکھا  
 فعلتم باہلہ حین ملکتموہ سنۃ اثنتین و تسعیر و اب لجماعۃ (میں  
 تمہارے ساتھ کوئی فعل سوائے اسکے نہ کروں گا جو کہ تم نے اسکے اہل کے ساتھ کیا تھا  
 او سوقت میں جبکہ تم نے اس پر قبضہ کیا تھا سنہ چار سو باونے میں) نصرائی بہمنوں  
 سکر خائب خاطر شہر میں واپس آئے۔ اسکے بعد بالیان بن بیزان یروشلیم سے

باہر نکلا اور وہ ذاتی اسن طلب کر کے دربار سلطانی میں حاضر ہوا سلطان نے  
 کمال خندہ پیشانی سے اسکا خیر مقدم کیا۔ پہلے تو آپس میں معمولی باتیں ہوتی تھیں  
 بعد ہتھوڑی دیر کے امان و صلح کی گفتگو آگئی۔ سلطان نے پہر وہی سو کہا سا جو آپ  
 دیا جسکو کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں لیکن عنوان بدلا ہوا تھا۔ بالیان ابن بیرزان  
 ہتھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا بعد چند ساعت کے سراوٹھا کر پہلے اوس نے  
 اپنے پیشانی سے عرق خجالت کو پونچھا بعد اسکے کچھ سوچ کر کہنے لگا کہ ”اے سلطان اس  
 شہر میں ہماری قوم اس کثرت سے ہے کہ جسکی تعداد صحیح ہلو بھی معلوم نہیں ہو سکتی  
 ہلوگوں نے اس امید پر قتل و جنگ سے دست کشی کرنی چاہی ہتی کہ آپ ہماری  
 التجا قبول فرما لینگے اہل شہر اپنی حماقت سے موت اور خونریزی سے ڈرتے ہیں اور  
 زبست کے خواہاں ہیں لیکن جو قوت کہ بہہ دیکھ لینگے کہ موت سرون پر کہیں رہی ہے  
 تو او سو قوت روح القدس کی قسم ہے کہ پہلے ہلوگ اپنے لڑکے اور عورتوں اور  
 بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالینگے اور کل بال و سباب میں آگ لگا دیں گے  
 ایک درم اور ایک گز کپڑا بھی باقی نہ رہینگے کہ اسکو اسلامی لشکر لوٹیں یا لونڈی غلام  
 بنائیں بعد اسکے صحفرہ مسجد اقصیٰ اور مقامات متبرکہ کو ویران اور سمار کر ڈالینگے  
 اور اوس مسلمانوں کو بھی جو کہ پانچھرا سے زیادہ ہمارے قید خانہ میں ہیں قتل کر کے  
 نیست و نابود کر دینگے ایک جاوڑ بھی زندہ بچھوڑینگے جب اس سے فراغت پائینگے  
 تو تمہارا مقابلہ برائینگے اور جی توڑ کر لڑینگے۔ جب تک کہ ہم میں سے اپنے مقابل کو  
 فنا نہ کر لیکانہ مرے گا۔ اسکے بعد دو ہی صورت ہوگی یا تو ہمارا نام و نشان شریکیم  
 مقدس زمین میں نہ رہا یگا و یا ہم مظفر منصور ہونگے اور اسکے خدمت ہمارے  
 قبضے میں رہے گی۔“

سلطان بہت غور و فکر سے بالیان ابن بیرزان کی تقریر سننا نہ کبھی

انہی تقریریں کے دل میں بہہ خیال پیدا ہو جاتا تھا کہ حکم جبراء السیۃ میں لکھا ہوا تھا کہ  
 بدلہ ویسا ہی ہونا چاہیے (ان نصرانیوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے جو کہ اللہ کو لڑنے  
 مسلمانوں کے ساتھ ۹۲ھ میں کیا تھا اور کہیں اوسکا رحم والطف اصل اللہ من اسلی  
 رنگی کر اوس کے ساتھ جو کہ بدی کرے) کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ تہوڑی دیر تک  
 انہیں خیالات میں غلطان پہچان رہا آخر الامر اصحاب شورعی کو طلب فرمایا بعضوں نے  
 سلطان کے پیچھے خیال سے اختلاف کیا اور اکثر نے پہلے خیال سے مخالفت اور دوسرے  
 خیال سے اتفاق ظاہر کیا سلطان نے کثرت رائے سے اتفاق کیا اور بالیان  
 ابن بیر زمان کی صلح کی درخواست منظور کر لی اس شرط سے کہ چالٹیس روئے اندر  
 اگر دس دس دینار ہر مرد ملے خواہ غریب ہو یا امیر اور پانچ پانچ دینار غور تو تلوچ اور  
 دو دو دینار لڑکے اور لڑکیوں نے فدیہ (رضعانی) دیدیا تو مہ مال و اسباب کے  
 آزاد ورنہ بعد افضائے مدت معینہ مسلمانوں کے قبضہ میں غلاموں کے طور پر رہیں گے  
 بالیان ابن بیر زمان اس شرط پر راضی ہو گیا سب سے پہلے اس نے اپنا  
 فدیہ ادا کیا بعد اوس کے تیس ہزار دینار فدیہ دیکر اٹھارہ ہزار مساکین اور غریبا  
 یمحون کو عمر بہر کی غلامی سے آزاد کرایا۔ اور شہر امن و آمان کے ساتھ ستائیسویں  
 رجب ۳۵۵ھ یوم جمعہ کو الملک الناصر سلطان صلاح الدین یوسف  
 فاتح بیت المقدس کے سپرد کر دیا۔ جل جلالہ دعم لوالہ۔ یہ وقت بیت المقدس کے  
 متبرک اور شاندار ہمارے پنجبرہامی پہرہ اور ڈاگیا صبح ہوتے ہی ہمارا فاتح  
 بہت المقدس مظہر و منصور صر جھکائے ہوئے ادب آنکھیں نیچی کئے ہوئے پرتولیم  
 میں داخل ہوا شہر پناہ کے ہر دروازہ پر زبر فدیہ صل کرنے کو ایک محمد امین مقرر  
 کر دیا گیا۔ نصرانیوں کی کثرت زبان حال سے بتلا رہی تھی کہ خزانہ عامرہ زبر فدیہ  
 سمور ہو جائیگا۔ سلامی لشکر کا ہر سپاہی دو چار پشت تک ضرور فکر معیشت سے

یروشلیم

سنبھلی ہو کر فاحش الہالی سے عمر بسر کرے گا لیکن نصیرانیوں نے بہت بڑی بددیوانی سے  
 کام لیا بہت بڑی تعداد عیسائیوں کی بغیر اسے زرفدیہ ممکن ورمیون انکھین بجا کر  
 نکل گئی اور مینیا و ملوک عیسائی اور مسیحی فاضلی رحمہم دلی سے آزاد کر کے جسکی نظیر  
 دنیا میں تلاش کرنے سے ہی بہت کم ملے گی۔ الملک العادل اور اپنے بیٹوں اور  
 عزیزوں کی درخواستوں پر بہت سے مجبور عیسائیوں کو چھوڑ دیا اور ایک بہت بڑی  
 جماعت کو بالیان اور لپٹرس کی التجا پر ملا زرفدیہ لئے آزادی دیدی انھیں  
 زمین کے قرب و جوار کے چھوٹے چھوٹے رئیس اور والیان ملک جو بالفعل و بالحق  
 اون لوگوں نے خوشی سے اپنے مقبوضات کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا اور آزاد  
 خود مختاری کے ساتھ یرشولیم کے مقدس درود یوار کو حسرت و افسوس سے دیکھتے  
 ہوئے چلے گئے ملوک روم کی بعض بیگات جو زیارت کے لئے آئی ہوئی ہتین دہ  
 اس واقعہ سے نہایت درجہ پریشان اور خوف زدہ ہو رہی ہتین اگرچہ اس سے  
 دو ہی چار گھنٹہ پیشتر ہمارے فاحش بیت المقدس کی مسیحی شہر رحمدلی کی سپر  
 کر چکی تھی تاہم انکو وہی ظلم و ستم جو ۹۲۰ء میں وقت استیلاء انکی قوم نے مسلمانوں  
 کئے تھے اپنی درونی صورت دکھلا رہے تھے۔ لیکن انگو لون نے جسوقت اپنی معر  
 اپنے مال و اسباب و خدام کے آزادی چاہی فوراً بے جد و کد ہا کر دیکھیں ملکہ قدس  
 آزادی کی وقت اپنے مشورہ کے پاس جانے کی خوشگوار ہوئی اسلام پناہ سلطان  
 فاحش بیت المقدس نے کمال کشادہ پیشانی سے اعازت دیدی اور اس کے  
 ناٹس تک جائیکا معقول انتظام کر دیا۔ پرنس ارنالڈ (آرنلڈ) کی بی بی بھی اندون  
 پھین موجود تھی وہ اپنے لڑکے کی رہائی کے بابے میں سلطان کچھ عرض کر رہی تھی  
 اثناء گفتگو میں سلطان نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے ہم تمہارے لڑکے کو آزاد کر دیتے  
 بشرطیکہ تم کو ایک ہکودید و پرنس ارنالڈ کی بیوی نے اس شرط کو قبول کر لیا اور سلطان

رخصت ہو کر کرک کی طرف گئی۔ اہل کرک سے بہت کچھ کہا سنا لیکن کرک والوں نے  
 اسکی باتوں کو غور سے نہ سنا اور نہ اسکے کہنے پر عمل کیا یہی وجہ تھی کہ پرنس ارنالڈ  
 بی بی سمہ اپنے مال و اسباب کے آزاد ہو گئی اور ارنالڈ کا بدستور قید ہی میں رہا عیسائیوں  
 میں سے سب سے پہلے جو قتل یطرس اعظم لاکھون کا مال و اسباب مقامات مسجد قصی  
 اور محضرہ اویسج کے مقدس قبر کے گرجا سے لیکر نکلا سلطان صلاح الدین سانسے ایک  
 تخت پر بیٹھا ہوا تھا بعضوں کا یہہ ارادہ ہوا کہ اس سے متعرض ہوں مگر اس سرخ  
 صادق الاقرار فاتح بیت المقدس نے یہی فرمایا کہ در لاکھون (یعنی اس کے  
 ساتھ غدار سی نہ کروں گا) واہ رے ایمان داری حق پرستی کہ سو اے قرار داد  
 فدیہ یعنی دس دینار کے کسی سے ایک جہہ بھی زیادہ نہ لیا۔ ہمارے نزدیک اس کے  
 اس لوگ فیاضی کے نظیر تنگ دل و خوف عیسائی اونیس سو برس میں ہی نہیں پیدا کر سکتے  
 عیسائی مورخ سلطان کی اس فیاضی اور احسان کو دوسرے عنوان کا لباس پہنا  
 ہیں اور بجائے شرمندہ ہونے کے کہتے ہیں کہ عیسائیوں نے بوقت فتح یروشلم محصور  
 مسلمانوں سے شہر حوالہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی مگر وہ اپنے مجنونانہ وعدہ ازانیک  
 ہٹ پر قائم ہے جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ یروشلم بہت جلد ماتم اور خون سے بہرہ دیا گیا مگر  
 حق بجانب یہ ہے کہ صلاح الدین کو اسے زیادہ تکلیفیں اور ٹہانی پڑیں اوس نے  
 ہزاروں جانین قربان کر ڈالیں برسوں اسیکے کامیابی کے خیال سے لڑائی کے  
 میدانوں میں گشت کرتا رہا تب کہیں اوس کو یہہ مبارک دن نصیب ہوا تھا  
 اوس نے اون تکالیف کو اس خوشی سے بھلا دیا اور احسان و رحم دلی سے برابر  
 عیسائیوں کو آزاد کرنا لگیا عیسائیوں کو پہلے یہہ شہر بہت پسند آئی تھی لیکن جب  
 اوس کے پورا کرنے اور یروشلم سے نکلنے کا وقت آیا تو بیچ مار مار کر روٹے لگے اور بحال پریشان  
 قیمتی قیمتی اسباب لگا دھوسے لیکر نکلے۔ اسی اثنا میں چند آدمی اسلامی لشکر کے محضرہ پر

چڑھ گئی اور صخرہ کے قتبہ سے ادریس علیہ السلام کو جو کہ تقریباً ایک صدی سے کمالی احرام اور  
 اہتمام سے نصب ہتی توڑ کر گرا دیا دفعۃً اسلامیوں کے گروہ سے اللہ اکبریٰ آواز آئی  
 جس سے بیت المقدس کی تمام پیاریاں گونج اٹھیں اور نصرانیوں نے دایلاؤ <sup>صحنہ</sup>  
 کے شور و غل سے کائنات کا دماغ پریشان کر دیا۔ رفتہ رفتہ تہوڑی دیر کے بعد  
 بیت المقدس میں مسلمانوں کی صورت بکثرت نظر آنے لگی۔ جو جو دن چڑھتا  
 جاتا تھا نصرانیوں کی تعداد گھٹتی جاتی رہتی دوپہر نہونے پائی رہتی کہ نصف عیسائیوں کے  
 زیادہ یہ کہ وہ عیسائیوں کے چہرے کی صورت کی طرف چلے گئے اور باقی ماند و نین سے بعض تو جاگتی  
 تیار کر رہے تھے اور بعض بے بسی زری سے محسوس کی طرف روانہ ہونے کو تھے کہ اس  
 اثنا میں مسلمانوں کو اسلام پناہ کا سہہ فرمان ملا کہ مسجد قصبیٰ اور صخرہ کو نصرانیوں کی  
 ظاہری اور باطنی نجاست پاک کرو تصویریں جو جاہجائزیت کے لئے منصوب ہیں  
 ان کو توڑ پھوڑ کر علیحدہ کر دو دوپہر ٹہلا چاہتی ہے خالق اکبر نعم حقیقی کے سامنے  
 سر جھکانے کا وقت آیا جا رہا ہے چلو کل کاموں کو چھوڑو غسل کرو کپڑے بدل  
 دشبو لگاؤ آج مسجد قصبیٰ میں نماز جمعہ ادا کرو جہاں تک اسی سٹائٹیسوین رجب میں  
 تمہارے نبی اکرم رسول معظم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے موعا جبلی رات  
 میں نماز ادا کی ہتی جس کا ذکر تمہارے مقدس کتاب میں بھی آگیا ہے۔

اس پہلے جمعہ میں سلطان نے بمولائے غسل کر کے کپڑے بدل لئے اور نماز  
 جمعہ کے پہلے مسجد قصبیٰ میں پہنچ کر دو گانہ شکر یہ ادا کر کے نماز ادا کر لی اور نماز سے  
 فارغ ہو کر فرمایا کہ جس قدر جلد ممکن ہو منہج اور سترج جو کہ نصرانیوں نے مسجد قصبیٰ  
 میں بنالیا ہوتا منہدم کر دیا جائے اور بدستور مسجد قصبیٰ اور بیت المقدس کی  
 عمارتیں درست کر دی جائیں۔

بعد اس کے دوسرا جمعہ نہ آنے پایا تھا کہ مؤذن خطیب۔ امام مقرر کر دیے گئے

اور مسجد قضا کی سیف در درستی ہی ہو گئی ہمارے فاتح بیت المقدس نے ایک منبر بنایا  
حکم دیا بعض حاضرین نے گزارش کیا کہ الملک عادل نور الدین زنگی مرحوم نے  
ایک منبر نہایت ہی خوبصورت اور قیمتی اسی مقدس مسجد میں رکھے جائیگی غرض  
دو برس کے عرصہ میں بنوایا ہوا اگر وہ حلب سے منگو کر بیان رکھ دیا جائے  
تو بہت ہی موزوں ہو سلطان نے یہیہ سنتے ہی حلب سے اس منبر کو منگوالیا اور  
مسجد قضا میں رکھوا کر اس ذریعہ سے مرحوم نور الدین کی روح کو خوش اور آسکی  
آرزو کو پورا کیا۔

قاضی فاضل اپنے رسالہ معروفہ قدسیہ میں تحریر کرتے ہیں جو کہ اس نے مشعر فتوح  
قدس شریف لکھ کر خلیفہ الناصر لدین الدین محمد بن عبد اس کا میابی کے روانہ کیا  
کہ بعد فتح بیت المقدس اس طرف وجوائب کے علماء و فضلاء قضاہ بڑے بڑے مبلغ خطبات  
لکھ لائے تھے لیکن چونکہ قاضی نجی الدین محمد ابن علی معروف بہ ابن الزکی کا خطبہ

اس منبر کو اس میں سچ الملک عادل زنگی مشقی کے نامی عنوان بنوایا ہوا کی ہزاروں کی لاگت کا تھا۔  
خلیفہ الناصر لدین الدین ابو العباس محمد اپنے باپ خلیفہ علی بامر اللہ انتقال کے بعد دوسری ذیقعدہ ۵۵۴ھ  
میں سرر خلافت پر بیٹھا نہ تیریس کی عمر بائی۔ چنانچہ لیس برس میں مہینہ اٹھارہ دن کے خلاف کیا۔ آخری شب  
رمضان ۵۵۴ھ میں انتقال کیا۔ پچھلے تین برس میں یہ بالکل نقل حرکت نہ کر سکتا تھا ایک کنبہ جانی رہی تھی اور  
دوسری سے یہی نہایت ہی کم نظر آتا تھا۔

سلطان ابو المعالی محمد بن ابوالحسن علی بن محمد بن نجی عثمانی قرینہ ملقب نجی الدین مرحوم بہ ابن زکی الدین مشقی  
شافعی مقام شمس میں پیدا ہوا فقہ و ادب میں نظر تھا اسکے خطبات و کلام میں شہرہ و کمال تھا ابوالحسن علی ملقب بہ  
زکی الدین شمس کا قاضی ہوا اور اپنے آخر عمر میں اس عہدہ سے مستعفی ہو کر حج خانہ کعبہ کو چلا گیا تھا اور ابو المعالی محمد بن  
یابن زکی الدین ۵۲۴ھ یا ۵۲۵ھ میں شمس کا قاضی مقرر کیا گیا۔ قاضی فاضل کہتے ہیں کہ اسکے اہوا و احوال  
ہمیشہ شمس کے نامی ہوتے چلے گئے میں سلطان کی آنکھوں میں اسکی بہت بڑی عزت تھی۔ بعد فتح حلب اس سلطان کی  
تعریف میں ایک قصیدہ بالکھ فرمایا وہ نہایت فصیح و بلیغ تھا اور کاہلہ یک شعر و فنحاک القلعة الشامیہ فی صفت  
مبشر الفتوح اقلد س فی رجب + نہایت شہو ہے۔ ابن زکی الدین کے فتن کی گئی کہ کتب کو کیسے معلوم ہو کہ ان کی  
رجب فتح ہوگا ابن زکی الدین کہہ کہ ابوا حکم عبدالسلام بن عبدالرحمن المصلح الزوم فی ادنی الارض وہم بعد  
غلبہم غلبوں نے یضیع سین کی تفسیر میں حاشیہ پر ایک حساب لکھا ہے جس پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کے

یہاں سے لے کر ابوالحسن علی بن محمد بن نجی عثمانی قرینہ ملقب نجی الدین مرحوم بہ ابن زکی الدین مشقی  
شافعی مقام شمس میں پیدا ہوا فقہ و ادب میں نظر تھا اسکے خطبات و کلام میں شہرہ و کمال تھا ابوالحسن علی ملقب بہ  
زکی الدین شمس کا قاضی ہوا اور اپنے آخر عمر میں اس عہدہ سے مستعفی ہو کر حج خانہ کعبہ کو چلا گیا تھا اور ابو المعالی محمد بن  
یابن زکی الدین ۵۲۴ھ یا ۵۲۵ھ میں شمس کا قاضی مقرر کیا گیا۔ قاضی فاضل کہتے ہیں کہ اسکے اہوا و احوال  
ہمیشہ شمس کے نامی ہوتے چلے گئے میں سلطان کی آنکھوں میں اسکی بہت بڑی عزت تھی۔ بعد فتح حلب اس سلطان کی  
تعریف میں ایک قصیدہ بالکھ فرمایا وہ نہایت فصیح و بلیغ تھا اور کاہلہ یک شعر و فنحاک القلعة الشامیہ فی صفت  
مبشر الفتوح اقلد س فی رجب + نہایت شہو ہے۔ ابن زکی الدین کے فتن کی گئی کہ کتب کو کیسے معلوم ہو کہ ان کی  
رجب فتح ہوگا ابن زکی الدین کہہ کہ ابوا حکم عبدالسلام بن عبدالرحمن المصلح الزوم فی ادنی الارض وہم بعد  
غلبہم غلبوں نے یضیع سین کی تفسیر میں حاشیہ پر ایک حساب لکھا ہے جس پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کے



نہایت ہی بلیغ اور مضمون تھا ایسی وجہ سے دہی خطبہ جو پتی شعبان ۸۳۵ھ یوم جمعہ کو پڑھا گیا اور قاضی موصوف ہی نے امامت کی۔

اس مقدس مقام کے فخر کرنے کے بعد انتظام اور انصرام کے غرض سے جو بیسیویں<sup>۲۴</sup> شعبان تک ہمارا فخر بیت المقدس اسی متبرک مقام میں مقیم رہا اور اپنا قیام میں سرانین مدرسہ شفا خانہ بنوائے صخرہ کی حفاظت کا پورا انتظام کر کے اوسپر امام مقرر کر دیا اور فرامیسی ہسپتال کو کسب قدر ترمیم کر کے شافعیہ کا مدرسہ بنا دیا اور ان امکانہ متبرک کے صرف کے لئے باغات - اراضیات - مکانات وقف کر دیئے۔ علم فضلہ صلی۔ طلباء کے آرام کا معقول انتظام کر دیا۔ بعد اسکے پچیسویں شعبان کو بعد نماز جمعہ بقصد فخر بیت المقدس کی نورانی دیوار میں اور منور پہاڑیاں لیکھتا ہوا روانہ ہوا۔ آپ لوگوں کو یہ تو یاد ہی ہو گا کہ اطراف و جوانب سے جو عیسائی خواہ لڑائی کے میدان سے جان بچا کر ہلکتا ہوا یا فدیہ دیکر گلو خلاصی اپنی کرتا وہ سید ماصورین جا کر پناہ گزین ہوتا ہوا رو مان وہ اپنی گئی ہوئی قوت کو سنبھالتا تھا ایسی وجہ سے رفتہ رفتہ وہاں کثیر التعداد سبھی مجتمع ہو گئے تھے اور اوپر کرکیش نامی ایک نصرانی حکومت کرتا تھا جس وقت ہمارا فتح نصیب سلطان مقام عکا میں پہونچا اور لشکر کے ترتیب میں مصروف ہوا کرکیش اس نقل و حرکت سے آگاہ ہو کر از سر نو قلعہ بندی کرنے لگا اس سے پہلے کہ سلطان صوبہ کے قریب پہونچا اوس نے صور کے چاروں طرف بڑی بڑی عمیق خندقیں کھودالین اور صور کے اون و اون درباؤں کو جو کہ تین طرف سے اوسکو گھیرے ہوئے تھے ایک سے دوسرے کو ہنر کے ذریعہ سے ملا دیا۔ نوین رمضان ۸۳۵ھ یوم جمعہ کو سلطان صور کے قریب اوسی ہنر کے کنارے پر جبکو کرکیش نے حال ہی میں بنوایا تھا مقیم ہوا ایک ہفتہ کامل لڑا ایک موقع دیکھتا رہا یہاں تک کہ بقیہ لشکر بھی جو کہ بطور سافہ کے آ رہا تھا اسلامی کرکیش

مہم صور

آداخل ہوا بائیسویں رمضان کو اس مقام سے ہٹ کر ایک میلہ پر مورچہ قائم کیا  
 جو کہ شہرِ پناہ سے بہت ہی قریب تھا اور لشکر کو چند حصوں پر منقسم کر کے ہر ایک  
 کے لئے وقت مقابلہ اور مقام متعین فرمایا تیسویں کے شام سے لڑائی شروع  
 ہوئی شب بھر سنگباری ہوتی رہی صبح ہونے ہی بعد نماز فجر جانیں بیک تیر کی  
 بارش شروع ہو گئی باوجودیکہ ان لڑائیوں میں خود سلطان اور اس کے  
 لڑکے الملک الافضل اور الملک لطاہر غازی اور اس کا بھائی  
 الملک العادل بن ایوب اور بہت بھائی الدین عمر شامل تھا پہر بھی کامیابی  
 کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ صور کے قلعہ کو دریا اور نہر کے پانی نے بچا رکھا تھا  
 عیسائی فوج اسلامی لشکر پر شہرِ پناہ کی فضیلتوں سے حملہ کر رہی تھی اور کچھ لوگ  
 جنگی کشتیوں پر سے تیرباری کرتے تھے۔ تمام دن لڑائی کا یہی نقشہ رہا شام کو  
 دونوں فریق لڑائی کے خوفناک میدان سے واپس گئے ہنوزی دیر تک سلطان  
 ان واقعات کو پیش نظر کر کے کچھ سوچتا رہا بعد چند ساعت کے سر اوٹھ کر  
 ارشاد فرمایا کہ مصری جنگی جہازوں کا بیڑہ جو کہ مقام حکامین لنگرزن ہے  
 فوراً طلب کر لیا جائے اور اہل صور سے بڑی اور بحری دونوں لڑائیوں  
 چیمڑی جائیں۔ اہل صور کی یہ رات جس قدر اطمینان سے گزری اسی قدر  
 اسلامیوں کی شب غور و فکر میں بسر ہوئی صبح ہونے ہی دن بھر کے ٹھنکے ماندے  
 سپاہی ادھر ادھر کے آواز سے اوٹھ کھڑے ہوئے نماز کی تیاری کر کے  
 اودھر نا قوس اور گھنٹوں کی آواز سے لوگ بیدار کئے جانے لگے آفتاب  
 نکلنے نکلنے فریقین کے جانبار سپاہی مصلح ہو گئے۔ لڑائی کے جوش میں بعض ٹپکتے  
 تھے اور بعض لڑائی کے میدان کو چھپی سے دیکھ رہے تھے۔ ظاہری حال تو اسی تھا  
 مقتضی تھا کہ لڑائی دو ایک لمحہ میں ضرور چہرا جاہتی ہے لیکن معلوم نہیں کہ

کیا باعث ہو کہ فریقین کے سپاہی پیردن چڑھے تک توڑائی کے انتظار میں ادھر  
 اودھر ٹہلتے رہے اور جب مقابلہ ہوتا نظر نہ آیا تو اپنے اپنے مقامات پر واپس گئے یہ  
 دن گزر کر دوسرے دن کا ٹرکا نہونے پایا تھا کہ اسلامی جنگی جہازوں کا بیڑہ  
 جسکا کپتان یا افسر اعلیٰ عبدالسلام مغربی تھا آپہنچا۔ اور صبح ہوتے ہی لڑائی  
 چہر گئی بری اور بحری مقابلہ ہونے لگا ان جنگی جہازوں کے بیڑہ نے سیحوں کے  
 جنگی کشتی کی آمد و رفت روک دی اپنی آہستہ سے اس لڑائی میں ہلاک ہونے  
 اپنی کامیابی کا یقین ہو رہا تھا اور عجب نہ تھا کہ صور کے پہی شاندار مینار اسلامی  
 پیررہ کے اُٹرائے جانے سے ممتاز ہو جاتے مگر تقدیر الہی اسکے خلاف تھی رات نے  
 آخری فیصلہ نہ ہونے دیا خشکی سے لڑنے والے سپاہی مصاف سے اپنے موج  
 میں آئے اور جنگی جہازوں کا بیڑہ صور کے مینار کے مقابلہ میں لنگر انداز رہا۔  
 اون میں سے پانچ کشتیاں تو بڑک کا کام کر رہی تھیں اور پانچ اہل صور کے  
 کشتیوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں رات پہر اسلامی بحری فوج جاگتی رہی ہونا  
 امر صبح ہوتے ہوتے ان کشتیوں کے محافظین کی آنکھیں لگ گئیں چنانچہ لمحہ کے  
 بعد جو چونکے تو اپنے کونصرانیوں کے کشتیوں کے محاصرہ میں پایا۔ گلو خلاصی کی  
 کوششیں کیں مقابلہ ہی کیا لیکن تقدیر سے مجبور رہے ان میں سے ایک کثیر تعداد کو  
 سیحوں نے شہید کر ڈالا اور باقی کو مہ کشتیوں کے گرفتار کر لیا کہ اسلامی  
 بری فوج ان واقعات کو جس طرح حسرت و افسوس کی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی  
 اوسے طرح وہ بیچارے بھی مایوسی سے انکو خیر آباد کہتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔  
 ان مقید سہلانوں کا ایک گروہ موت کو قید سے افضل سمجھ کر دریا میں کود پڑے بعض  
 تیر کر اسلامی کمپین آئے اور بعض جنگی موت آگئی تھی وہ ڈوب گئے بعد اس  
 واقعہ کے بقیہ پانچ کشتیاں چونکہ محاصرہ کا کام پورے طور سے انجام نہ دے سکتی تھیں

اسوجہ سے سلطان کے حکم سے وہ بیروت کی طرف روانہ ہوئیں۔ نصرانیوں کی جنگی کشتیوں نے اوسکا لٹاقب کیا۔ اہل کشتی نصرانیوں کی جنگی کشتیوں کا بیڑہ اکڑے ہوئے دیکھ کر کشتیاں چھوڑ کر خشکی پر اوڑھے اور یہی اون لوگوں کے جابری کا باعث ہوا۔

بحری لڑائی کا تو اس طور سے خاتمہ ہو گیا باقی رہی خشکی کی لڑائی اوس کا چند دنوں سلسلہ جاری رہا نہ اسلامیوں ہی کو عین کچھ منفعت پہنچتی نظر آتی تھی اور نہ نصرانیوں کی نقصان محسوس ہو رہا تھا اخیر اخیر ایک بہت سخت لڑائی صحیحہ تقریباً شام تک ہوتی رہی لیکن نتیجہ کچھ بھی ظاہر نہ ہوا۔ ان لڑائیوں کی ظاہری حالت سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ جس قدر اسلامی لشکر صور کے قلعے کرنے میں عرق ریزی کر رہا ہے اگر اوس سے زیادہ ہنہیں تو اس قدر ضرور اہل صور بھی انکے مقابلہ میں کوشش کر رہے ہیں۔ جاڑہ کا موسم درمیانہ کا کنارہ بارش کی کثرت اور اوس پر بہہ لڑائیاں جسے کچھ نتیجہ ظاہر نہ ہوتا تھا ایک مصیبت کا سامنا تھا چار ناچار یہ یمنیش ہونے لگیں کہ بالفضل صور کے محاصرہ کے دست کشی کر لیجائے جاڑہ بہر محفوظ مقامات میں جلد آرام کریں اور جب جاڑہ کی فصل ختم ہو جائے ازراہ یام ربیع آئیں تو سب کے سب یکجا ہو کر پیرانہ حملہ کریں۔ یہ خیال اون لوگوں کا تھا جنکو اسلامی لشکر میں قبول اور دو تہمدی حاصل تھی اور ایک گروہ یہ کہہ رہا تھا کہ ہنہیں! یہ سب خیالات باطلہ ہیں ہم ہو کر پیاس پر صبر کریں اور جی توڑ کر لڑیں گے خدا نے چاہا تو آج ہنہیں تو کلمہ خندق اور نہر پر پل بنا کر عبور کر جائیں گے اور جبکہ ہم شہر پناہ کے فیصلوں تک پہنچ جائیں گے تو شہر کا قلعہ کر لینا اور اپنی کامیابی کا پیرہہ اوڑا دینا بہت ہی آسان ہو جائیگا۔ یہ وہی اون لوگوں کی رائے تھی جنہوں نے موت کو حیات سے افضل سمجھ لیا تھا

سلطان ان رالیوں کو مستحکم حصے میں پڑا ہوا تھا کہ رسالہ والوں نے کمی رسد  
اور آدمیوں کے زخمی ہونیکا عذر پیش کر کے محاصرہ توڑ دینے پر آمادہ ہی کر لیا۔  
چنانچہ شوال ۸۳۵ھ کی مستانیسویں یا اٹھایسویں کو صور کے محاصرہ کے دست  
ہو کر عسکری طرف چلا اثنائے راہ میں یہ خبر آئی کہ ہم کو کب کے اسلامی لشکر پر  
ماہ جمادی الثانی سنہ ۸۳۵ھ کو زمین یہہ حادثہ گذرے کہ رات کی وقت حالت غفلت  
میں عیسائی۔ اسلامی مورچہ میں گہس آئے اور کثرت سے مسلمانوں کو شہید کر ڈالا  
مال و اسباب اور آلات حرب بے شمار لوٹ لے گئے۔ اونکی حالت قابل توجہ  
واقعات ہو رہی ہے سلطان کو اس واقعہ کے سننے سے سخت صدمہ ہوا اوس نے  
اوس وقت ایک دستہ فوج بسر کر وہی قایما زبجی قلعہ کو کب کی طرف روانہ کر دیا۔  
اور عسکامین پہونچ کر حسب دستور لشکر کو باستثناء باڈی گارڈ اور مخصوص امراء  
کے بنظر استراحت خضبت کیا اور عسکامین کی حکومت امیر عبدالدین جردیک کے  
سپرد کی اور خود تا اختتام سرمایہ میں مقیم رہا۔

فتح ہونین

ہم اس سے پہلے کہ ۸۳۵ھ کے واقعات احاطہ تحریر میں لائیں مناسب  
سمجھتے ہیں کہ گزرنے والے ۸۳۵ھ کے وہ واقعات ہی سرسری طور سے اپنے ناظرین  
سنادین جو کہ سنہ مذکور میں بوقت فتح تبنین واقع ہوئے تھے۔ ان واقعات  
میں ہمارا فتح نصیب سلطان بذاۃ شریک نہ تھا بلکہ اوس نے جو وقت تبنین پر  
اپنی کامیابی کا پیر یہ اوڑایا تھا اوسى اثنائے میں اوس نے ایک دستہ فوج تبنین  
نامی اور پھر ہکار امراء شریک تھے ہونین کی طرف روانہ کیا تھا اوس وقت سے یہہ  
گروہ برابر ہونین کا محاصرہ کئے رہا نہ تو اہل شہر ہی پورے طور سے باہر نکل کر مقابلہ  
کرتے تھے اور نہ اون تک رسد و غلہ وغیرہ پہونچ سکتا تھا آخر الامر اہل ہونین نے  
تنگ آ کر اوہنین ایام میں امان طلب کیا اور قلعہ کو بصلح اسلامی شکر کے سپرد کر دیا،

جس وقت یہ فتح نصیب سلطان شہر صور پر حملہ کر رہا تھا۔

سلطان  
کو کب کے  
وطن روانہ  
ہوا اور  
وہاں کے  
دشمن کے  
جانب چلا

چلکہ کا جاڑہ ختم ہو گیا تھا کسی قدر گلابی ہلکا جاڑہ پڑ رہا تھا ہنوز وہ شہر کی  
جنگور صنادیک لگی تھی اپنے اپنے وطن سے واپس نہیں ہوئے تھے محرم ۵۸۴ھ کی  
دوسری یا تیسری تاریخ تھی کہ ہمارا فتح نصیب سلطان فاتح بیت المقدس مع  
اپنے جان نثاروں کے عکاسے روانہ ہو کر قلعہ کوکب کے قریب پہونچا اور بعد چند روز  
کے قایما زنجی کو بدستور محاصرہ پر چوڑ کر کوکب روانہ ہوا اور چھٹی ربیع الاول ۵۸۴ھ کو  
دشمن میں داخل ہوا۔ پانچویں روز سچ یا جھوٹ یہہ خبر مشہور ہوئی کہ عیسائی فوجیں  
بقصد جیل آرہی ہیں باوجودیکہ اون دنوں سلطان کی طبیعت جاوہ اعتدال  
سے منحرف تھی لیکن اوسکو یہہ تاب کہان تھی کہ نصرانیوں کی آمد شننا اور  
اپنی جگہ سے حرکت نہ کر تا وہ فوراً سمعہ اپنے جان نثاروں کے دشمن سے  
روانہ ہوا۔

ہمارا خیال و حافظہ شہادت دے رہا ہے کہ سلطان حمص پہی نہ پہونچنے  
بایا تھا کہ عیسائیوں نے اسکی روانگی کی خبر سنکر مراجعت کو مقابلہ اوقافانہ  
سے بہتر سمجھا اور مجبورانہ ہلکا کسی خوف و خطر کے واپس گئے تقریباً نصف ربیع الاول  
۵۸۴ھ گزر چکا ہو گا کہ ہمارا فتح نصیب سلطان حمص کے قریب پہونچا اوسکے  
غربی جانب مقیم ہوا علامہ عبدالمدین یوسف اور فاضل ابن خلکان  
کے تحریر سے مفہوم ہوتا ہے کہ اسی مقام پر سلطان کے کانوں تک یہہ خبر  
پہونچی تھی کہ عماد الدین صاحب بخارا اور مظفر الدین بن زین الدین مویشکر  
موصل طلب میں بقصد جہاد آئے ہیں بعد اسکے سلطان حصن اکراد کنیطر  
روانہ ہوا اور علامہ ابو الحسن علی ابن ابوالکرم محمد معروف ابن اثیر کی تحریر

۱۵ حصن اکراد وغربی جانب حمص کے واقع ہے یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ پر نہایت مستحکم بنا ہوا ہے۔

شہادت دیتی ہے کہ عماد الدین زنگی ابن مود صاحب بخاری نصیبین و خالو برادر اپنے  
 لشکر کے سلطان سے مقام حصص میں ملا اور یہیں موصل اور جزیرہ کے جری فوج بھیج کر  
 سلطانی میں داخل ہوئی بہر کیف جو وقت ان لوگوں کی جمعیت نے سلطانی جاننا رو  
 کی تعداد بڑی سلطانی اس مقام سے روانہ ہو کر حصص اگر اکراد کے بشرقی جانب  
 خیمہ زن ہوا چوتھی جمادی الاول ۵۸۵ھ یوم جمعہ کو اس نے اپنے لشکر کو اس طرح سے  
 مرتب کیا کہ خیمہ کو پہلے روانہ کیا جس کا کمان افسر عماد الدین زنگی تھا اور قلب کو  
 وسط میں رکھا اور میسرہ کو جس کا کمان افسر علی مظفر الدین تھا اخیر میں زنگی کا حکم دیا  
 اور خود پورے لشکر کا کمان کرتا ہوا چوتھی جمادی الاول یوم یکشنبہ کو دوپہر کو وقت  
 انظر سوس کے قریب پہونچ کر چند ساعت توقف کیا بعد نماز ظہر خیمہ کو دریا کی جانب  
 اور میسرہ کو دوسرے طرف دریا کے روانہ کیا اور خود مدہ اپنے جان نثاروں کے  
 انظر سوس کے مقابلہ میں رہا۔ ظہر کا آخری وقت تھا کہ اسلامی لشکر نے ہر  
 سمت سے ایسا قوی حملہ کیا کہ پہلے ہی حملہ میں انظر سوس پر اپنی کامیابی کا  
 پہرہ اور ادا یا۔ انظر سوس میں دو برج مثل قلعہ کے تھے ایک تو پہلے ہی دن  
 فتح ہو گیا تھا اور اس کو سلطان نے مظفر الدین کے سپرد کر دیا تھا باقی رہا دوسرا  
 برج۔ وہ برابر مقابلہ کرتا رہا اس کے مقابلہ پر سلطان نے مظفر الدین کو چھوڑا اور  
 خود مدہ منصور ابن نبیل قاضی جیلہ کے بارہویں جمادی الاول ۵۸۵ھ کو انظر سوس کے

۱۵ انظر سوس ایک شہر بحر شام کے ساحل پر واقع ہے بعض لوگ اس کو اعمال حصص سے شمار کرتے ہیں اور  
 بعض طرابلس کے مضائق سے کہتے ہیں۔

۱۶ منصور ابن نبیل سلطان جیلہ کا فرانسسیوں کے طرف سے حاکم تھا یہی مسلمان جیلہ کے مقتدا  
 فیصلہ کرنا تھا سلطان جو وقت حصص اگر اکراد کے قریب خیمہ زن تھا قاضی جیلہ کو موصوف دربار سلطانی میں  
 حاضر ہوا اور اسے بنظر حمایت دین فتح جیلہ میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ایک سیکی سے جیلہ پر  
 بہت جلد کامیابی سے قبضہ ہو گیا۔

روانہ ہو کر مرقیہ میں پہونچا اہل مرقیہ نے پہلے ہی سے شہر چوڑو دیا تھا خالی مکانات پڑے تھے دو پہر تک سلطان نے یہاں قیام کیا بعد نماز ظہر مرقیہ سے روانہ ہو کر اٹھارہویں جمادی الاول ۸۵۴ھ کو جبکہ کسیرٹ بڑا شہر پر تو باسانی قبضہ ہو گیا کیونکہ عیسائی شاہ شہر چوڑو کر بہاگ گئے تھے اور فوجیں قلعہ جبلہ میں تھیں اور مقابلہ پرتلی رہیں مگر قاضی جبلہ برابر ان لوگوں کو بچھاتا رہا آخر کار دو چار روز کے بعد اہل قلعہ نے بصلح و امان قلعہ ہی خالی کر دیا اور حاکم قلعہ - بکسرٹیل سوہ رؤسا جبل سلطان کے خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بخوشی خاطر اطاعت قبول کر لی یہ قلعہ حماۃ اور جبلہ کے درمیان میں واقع ہے راستہ اسکا نہایت دشوار گزار ہے بمشکل تمام امن کی حالت میں سوار و پیادے آجاسکتے ہیں سلطان کے یہ بھی ایک فتح نصیب ہونے کی دلیل کامل ہے کہ یہ مقامات بغیر کسی مقابلہ اور لڑائی کے مقبوضات اسلامیہ میں داخل ہوتے گئے۔

جمادی الاول

بعد فتح جبلہ میر فتح نصیب سلطان لا ذقیہ کسیرٹ چلا اور چوبیسویں جمادی ۸۵۴ھ کو یوم پنجشنبہ کو بلا تعرض شہر پر قبضہ کر لیا کیونکہ عیسائی شہر پناہ ہونیکے وجہ شہر کو چوڑو کر اس کے اون دونوں قلعوں میں پناہ گزین ہو رہے تھے جو کہ ایک پہاڑی پر ایک دوسرے سے متصل بنے ہوئے تھے۔ اسلامی

فتح لاؤقیہ

سلطہ لا ذقیہ ساحل بحر پر ایک نہایت خوبصورت شہر آباد ہے شہر پناہ اس میں تھیں ہے البتہ اس کے مقابلہ میں ایک پہاڑی پر دو متصل قلعے بنے ہوئے تھے لا ذقیہ اور جبلہ میں اٹھارہ کوس کا فاصلہ ہے نعمتی الدین عمر نے اس کے قلعہ کو از سر نو بنوایا تھا۔ سلطان نے اس کے فتح ہونے پر سیف الاسلام کو ایک خط میں لکھا تھا کہ لا ذقیہ نہایت وسیع اور دلکش شہر ہے اسکی عمارتیں نہایت خوبصورت اور دلپسند ہیں۔ یہ شہر ساحل کے کل شہروں سے خوبصورت ہے جہازوں کے ٹہرنے کا مقام نہایت مناسب اور مسوزوں ہے یہ شہر بہشت تھا جس میں چہنی رہتے تھے مگر اسکے عوض اسلام کے آجائے سے یہ بہشت بہشت ہو گیا۔



بہادرون نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور سُرنگ کہو دنی شروع کر دی۔ صبح ہوئے تو سہ پہر  
ساتھ گزلبلی اور چار گرجوڑی سُرنگ کھد گئی اور لڑائی بھی شروع ہو گئی۔ جمعہ  
وقت گزر کر عصر کا وقت آ گیا تھا کہ نصرانی قلعہ چھوڑ کر پہاڑ پر چڑ گئے اور دوسرے  
تیر باری کرنے لگے مغرب کا آخری وقت تھا کہ نصرانیوں نے امانین طلب کی۔ اس  
رحمد فتح نصیب سلطان نے امان دیدیا اور باہم مصاحبت ہو گئی عیسائیوں کو  
سعد اہل و عیال آزاد کر دیا صبح شنبہ چھبیسویں جمادی الاول کو قلعہ کو مینا  
بھی اسلامی پرچم اوڑا دیا گیا ستائیسویں جمادی الاول یوم مکشبتہ کو سلطان  
نے اس شہر کو اپنے بیٹے تقی الدین عمر کے سپرد کر دیا اور خود چند دستہ فوج لیکر  
لاذقیہ سے روانہ ہو کر دو روز کے بعد یوم شنبہ اونتیسویں جمادی الاول  
۵۸۴ھ کو صیہون کے قریب پہنچا۔

فتح صیہون

علامہ عبداللہ ابن یوسف صاحب نوادر سلطانیہ فی محاسن سنیہ  
چشم دید بیان کرتا ہے کہ قلعہ صیہون پر ایک بہت بڑا صلیبی نشان اوڑ رہا تھا  
لیکن جب وقت اسلامی لشکر اس کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوا فوراً گر پڑا۔ استامیوں نے  
اس کو حسن تغاول پر محمول کیا اور مورچہ بندی میں مصروف ہو گیا ایک ہی شب  
میں مخفیقین نصب کر دی گئیں دُہس باندھ لئے گئے۔ صبح ہوتے ہی چاروں طرف سے  
حملہ شروع ہو گئے مخفیقین سے سنگ باری ہونے لگی۔ الملک لظاہر نے اس  
لڑائی میں بہت بڑا حصہ نیک نامی کا لیا۔ اوسکی لگی کوششوں نے شہر پناہ کی  
دیوار کو منہدم کیا دوسری جمادی الثانی یوم جمعہ کو بعد نماز صبح سلطان اپنے

لے صیہون ایک شہر دریائے شام کے کنارہ پر واقع ہے قلعہ اس کا نہایت مضبوط اور محکم بنا ہوا ہے  
قلعہ کی ایک دیوار دریائے متصل ہے اور جانب شمال اس کے پہاڑ ہے لاذقیہ سے پورب کی طرف  
ایک مرحلہ پر واقع ہے قلعہ کے چاروں طرف خندقین کہو دی ہوئی ہیں۔

جری لشکر کو آگے بڑھایا اور مخبنتوں کو شہر بڑاہ کے دیو امون کے قریب نصب کیا تو یہی  
 دیر تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا دو پہر پہنچنے پائی تھی کہ اسلامی لشکر دل ہلا دی  
 والی تکبیر بن کہتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور کل سچی لشکر صلیبی پہرے لگے ہوئے  
 قلعہ میں چھپ گئے۔ اون میں سے کچھ لوگ فصیلوں سے مقابلہ کر رہے تھے اور  
 اکثر قلعہ کے مینار و پیر سے تیر باری کرتے تھے عصر کے وقت تک یہی سلسلہ  
 جاری رہا لیکن جب سچوں کو اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا تو الامان الامان چلانے  
 لگے سلطان نے ان کو اسی شرط سے امان دیا اور ان سے اسو سیطج سے  
 صلح کر لیا جس شرط سے یروشلم کے عیسائیوں کو امان دیا تھا۔ اس قلعہ میں سلطان  
 دم لینے کے غرض سے چار پانچ روز تک مقیم رہا اور اسی اثنا میں مسلمانوں نے  
 قلعہ بلطینس۔ عید۔ فیحہ۔ جماہرتین وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ فیحہ اور جماہرتین  
 والوں نے تو خود سلطان دربار میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی اور  
 اہل بلطینس عید جان کج خوف سے قلعہ چھوڑ کر انہیں دنوں پہاگ گئے تھے جس وقت  
 کہ قلعہ صیہون لڑ رہا تھا۔

فتح بکاس

اس خداداد کامیابی کے بعد ہمارا فتح نصیب سلطان صیہون کے روانہ ہو کر  
 چھٹی جمادی الثانی ۸۵۷ھ ۳ یوم شنبہ کو قلعہ بکاس پر پہونچا اور قلعہ بکاس  
 کے بلند مینار و پیر پہونچتے ہی بلا جہال و قتال اپنے کامیابی کا پہرہ اڑا دیا  
 اسوجہ سے کہ اہل بکاس قلعہ چھوڑ کر قلعہ شغریں جا چکے تھے۔ رات بہر سلطان  
 اس فکر میں غلطان بچان رہا کہ قلعہ شغریں کس طرف سے حملہ کرنا چاہئے اس کی  
 کامیابی کی کیا صورت ہوگی ظاہر اسکا راستہ سوائے اس ایک پل کے جسکو

قلعہ بکاس اور شغریں کے درمیان ایک پل تھا ایک نیر کے فاصلہ پر ہے جو بین بکاس تک آدمی پہونچ سکتا ہے  
 لیکن شغریں کا رستہ نہایت ہی دشوار گزار ہے۔ انطاکیہ اور نامیکہ درمیان میں نصف رستہ پروانچ ہے۔

عیسائیوں نے توڑ ڈالا ہے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ اسی خیال میں وہ کروٹیں بدلتا رہا تا آنکہ صبح ہو گئی حسب دستور بعد قضا و حاجت نماز میں مشغول ہوا آفتاب نکلنے لگنے وظیفہ و نماز سے فارغ ہو کر مخنقیقین نصب کرنے کا حکم دیا اور دوسرے وقت سے سنگ باری کرنے لگا قلعہ والے نہ تو انکے مقابلہ میں مخنقیقین نصب کرتے گئے اور نہ انہراون لوگوں نے حملہ کرنے کا انتظام کیا۔ اسوجہ سے کہ قلعہ نہایت مستحکم اور محفوظ مقام میں تھا قلعہ تک کم ایسے بہتر تھے جو کہ اسکے فصیلوں پہونچتے تھے تین روز تک متواتر اسلامی لشکر سنگ باری کرتا رہا لیکن اسکے مضبوط فصیلوں کو ذرا سی ہی جنبش نہ ہوئی قدرتی کامیابی اسکو کہتے ہیں کہ ایک روز سلطان اپنے جلسہ خاص میں بیٹھا ہوا اسکی کامیابی کا تذکرہ کر رہا تھا تب بیرین سوچی جا رہی تھیں کہ اسی اثناء میں نصرانیوں کا ایک قاصد صلح و امان کے لئے حاضر ہوا اور اس نے اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ اہل قلعہ تین روز کی مہلت مانگتے ہیں تین روز تک کسی قسم کا حملہ نہ کیا جائے تیسرے روز صلح و امان قلعہ سپرد کر دیا جائیگا سلطان نے اس شرط کو منظور فرمالیا تین روز تک سلامیوں نے سنگ باری موقوف کر دی جو تھے روز نصرانیوں نے بخوشی و رضا مندی حسب عہدہ صلح و امان قلعہ کا دروازہ کھول دیا اسلامی تکبیریں کہتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے اسلامی پیر پرہ بچائے صلیبی نشان کے قبل از جمعہ سولہویں جمادی الثانی ۸۸۵ھ کو

قلعہ والوں نے معاہدہ نظاکہ سے مدد و اعانت کی درخواست کی تھی اور اسی بنا پر تین روز کی مہلت جا ہی تھی۔ لیکن جب نظاکہ کی اعانت سے مایوس ہوئے تو مجبوری تیسرے روز صلح و امان سے قلعہ مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔ یہی خدا کا ایک احسان تھا کہ ایسا قلعہ جو کہ مدقون کے حصہ سے ہی مفتوح ہوتا اور اس آسانی سے فتح ہو گیا۔

اور ادا کیا سلطان نے اس قلعہ اور قلعہ بکاس کی حکومت امیر قلعہ کے سپرد کر دیا اور قلعہ صہیون اور اوس کے اطراف و جوانب کا حاکم۔ امیر ناصر الدین منگورس کو مقرر کیا بعد اس کے اوسنے قلعہ برزیہ کی طرف کمال تیزی سے قدم اڑھایا۔

ہاں انہیں ایام میں اسکا لڑکا الملک الظاہر غازی قلعہ سمرینہ کی طرف چلا گیا تھا۔ یہ قلعہ اگرچہ اعمال انطاکیہ کے مشہور اور مضبوط قلعوں میں شمار کیا جاتا تھا لیکن خدا داد کامیابی اسکو کہتے ہیں کہ اوس نے دو روز کی لڑائی میں اس قلعہ کو یوم جمعہ تیسویں جمادی الثانی ۵۸۳ھ کو فتح کر لیا اور اہل قلعہ کو زبردہ لیکر آزاد کر دیا اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو جو کہ مدتوں سے اس قلعہ میں تھی رہا کر دیا۔ الملک الظاہر غازی نے چند آدمیوں کو قلعہ کے سمار کرنے کی غرض سے اس مقام پر چھوڑا اور خود معہ اپنے بقیہ ہمراہیوں کے اس مقام سے کوچ کر کے حد و سمرینہ کو طے کرتا ہوا سلطانی کیمپ میں داخل ہوا۔ اور سلطان کے ساتھ ساتھ قلعہ برزیہ کی طرف بڑھا۔

قلعہ برزیہ نہایت محکم قلعہ افامیہ کے مقابلہ میں واقع ہے دونوں قلعوں کے درمیان میں ایک چھوٹا سا دریا ہے جس میں برزیہ کے پہاڑیوں کے پتھر بھی آئے ہیں شمال اور جنوب کے طرف ایسے دشوار گزار پہاڑ ہیں کہ اوس طرف سے کوئی لشکر گزر کر حملہ نہیں کر سکتا اور پورب کے جانب اس کے خندق

سلسلہ سمرینہ ایک شہر مشہور ہے جسکے اکثر باشندے اسماعیلی مذہب ہیں۔ اسکا قلعہ ہے تو چھوٹا لیکن نہایت ہی خوبصورت اور عمدہ بنا ہوا ہے۔

سلسلہ قلعہ برزیہ ساحل شامی کے قریب ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف خندقین اور نہریں بنی ہوئی ہیں پانچ سو ستر گز بلند ہے اوس زمانہ میں اس سے مضبوط ساحل شامی پر کوئی قلعہ نہ تھا۔

فتح سمرینہ

سلسلہ برزیہ

اور نہر ہے اہل قلعہ نہایت ہی سخت دل دشمن اسلام نہیں مسلمانوں کے عداوت میں ہمیشہ سرگرم رہتے ہیں۔ دن دھاڑے قافلہ لوٹ لیتے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں سے انکو وسیع قدر عداوت ہے جسقدر اسلام کو کفر و کافر سے ہوتی ہے جو بیسویں جمادی الثانی ۵۸۴ھ کے شام کو سلطان اس قلعہ کے قریب پہونچا قلعہ سے پورب ہٹوڑی دو برہم ہوا صبح ہونے ہی چند جان نثاروں کو ہمراہ لیکر قلعہ کے چاروں طرف پہر آیا یک طرف سے موقع حملہ کر نیکا نظر نہ آیا قلعہ کے غری جانب سے لڑائی کا سلسلہ چل سکتا تھا مگر میدان اس قدر وسیع نہ تھا کہ اسلامی لشکروں اپنا مورچہ قائم کر سکتا اس وجہ سے اوس میدان میں صرف ایک چھوٹا سا حصہ سلطان کے لئے نصب کر دیا گیا۔ یہ معہ چند جان نثاروں کے اس مقام پر تھا اور یہیں خنقیقین نصب کی گئیں دوسرے دن سے لڑائی کا سلسلہ شروع ہوا دو چار تہر ہی قلعہ تک نہ پہونچنے پگھلے کہ اہل قلعہ نے ایک برج پر جو کہ اس وادی کے مقابلہ میں تھا صرف ایک خنقیق نصب کیا۔ دو ہی چار مرتبہ عیسائیوں نے مسلمانوں کی خنقیقین نکلی کر دین۔ سلطان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص چشم دید بیان کرتا ہے کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر سے دیکھتا ہوں کہ قلعہ کے اس برج سے ایک عورت تنہا سنگ باری کر رہی ہے پہلے تو ٹھیکو اوسکا بہہ فعل مجنونانہ نظر آیا اور کسی قدر اس کے دیکھنے سے تعجب ہی ہوا لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ ہماری خنقیقین لوٹ گئیں اور کچھ نتیجہ نہ ظاہر ہوا۔ اسکے بعد سلطان نے اپنے لشکر کو تین حصہ میں تقسیم کیا ایک کا کمان افسر عماد الدین زنگی کو مقرر کیا اور دوسرے والیم کی افسری الملک الظاہر غازی کے سپرد کی اور تیسرے حصہ کا کمان اپنے قبضہ اقتدار میں رکھا رات بہر لوگوں کو جہاد اور غزائی ترغیب دیتا رہا ستائیسویں جمادی الثانی کی سفید صبح کے نمودار ہوئی

اذان ہوئی لشکریوں نے اپنے نیکدل سلطان کے ساتھ نماز ادا کی سب سے پہلے عماد الدین زنگی معہ اپنے ہمراہیوں کے میدان میں آیا اسکے ہمراہیوں اللہ اکبر کے پُرہیبت لغزہ سے عیسائیوں کو اپنی مستعدی سے آگاہ کر دیا چوٹی بڑی پہاڑیان اس آواز سے گونج اٹھیں عیسائی بھی قلعہ سے نکل کر فصیلوں پر آ رہے اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے۔ عماد الدین زنگی معمولی آدمی تو تھا ہتھنیں اوس نے کمال مردانگی سے حملہ کیا اور اپنے فوج کو قلعہ کے فصیلوں پہونچا دیا۔ لیکن عیسائی فوج بلند مقام پر تھی اور زمین ناموہر تھی اسوجہ مسلمان چڑھ نہ سکے کچھ دیر تک تو یہ گروہ مقابلہ کرتا رہا آخر کار جب مجبور ہوتا نظر آیا تو سلامی لشکر کا دوسرا حصہ اٹھا جسکا افسر اعلیٰ خود ہمارا سلطان تھا۔ باوجودیکہ آفتاب کی تیزی زمین کی گرمی تیز ہو اؤن کے جھونکے آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیتے تھے لیکن بیہ گروہ تھا جو کہ موت کو حیا سے زیادہ محبوب جانتا تھا مرنے کو شادی پر ترجیح دیتا تھا جسکے مذہب نے پہلا سبق موت ہی کا پڑھایا تھا جسکا افسر اعلیٰ ابوالمظفر الملک لناصر سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس تھا۔ اونکی جرأت مردانگی آواز بلند سے کہہ رہی تھی کہ اگر اس زمین کے بدلے زمین محشر ہوتی اور اس آفتاب کے عوصن آفتاب قیامت بھی ہوتا تو بھی یہ گروہ ایک ہی لمحہ میں کمال تیزی سے اس میدان کو طے کر جانا بائیں ہاتھ کا ہیل سمجھتا چشم زدن میں یہ گروہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہوا گروہ سابق کے پاس پہونچ گیا۔ عماد الدین زنگی معہ اپنے ساتھیوں کے واپس ہوا اور سلطان نے حملہ شروع کر دیا۔ ظہر کا وقت قریب تھا کہ اس گروہ پر بھی تھکان اور ماندگی کے آثار پیدا ہو چلے کچھ لوگ سعادوت پر آباد ہوئے سلطان ان لوگوں کو موقع موقع سے بڑھاتا اور

کوٹا تا تھا جسوقت تیسرا وایم جب کمان افسر الملک لظاہر غازی تھا تکبیر  
 کہتا ہوا آگے بڑھا عماد الدین زنگی اپنے اوس جوش کو جو کہ ہر دیندار کے دل  
 میں دین کے حمیت و حمایت کا ہوتا ہے ضبط نہ کر سکا بیتا بانہ تلوار کھینچ کر الجھا و الجھا  
 کہتا ہوا اوٹھہ کھڑا ہوا اور الملک لظاہر کے ساتھ ساتھ نصرائیون کے  
 مقابلہ پر پہونچ گیا دو گنہہ کامل بہت سخت لڑائی ہوتی رہی آخر الامریسیائیون  
 کے پانوں اُکھڑ گئے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے قلعہ کی طرف بہا گئے۔ بدحواسی  
 کے عالم میں قلعہ کا دروازہ نہ بند کر سکے و یا مسلمانوں نے انکو اسقذم مہلت ہی  
 نہ دی اسوجہ سے اسلامی فوجیں یہی تکبیر کہتی ہوئیں قلعہ میں داخل ہوئیں  
 انہیں کے بعد وہ بقیہ اسلامی لشکر بھی بلا تعوض و مزا حمت قلعہ میں داخل ہوا  
 جو کہ قلعہ کے پورب جانب نیمون کی محافظت کرتا تھا ان دونوں گردو ہون کے  
 مل جانے سے نصرائیون پر زبست کا دائرہ تنگ ہو گیا مجبوراً اکل قلعہ فنا کی کر کے  
 معہ اون سلمان قیدیوں کے جو کہ ایک مدت سے ان کے پیچھے غضب میں گرفتار  
 تھے ایک برج پر چڑھ گئے۔ جسوقت ان قیدی مسلمانوں کے کانوں تک تکبیر کی  
 خوش کرنے والی ٹھہرین کو ڈرائے والی آوازیں پہونچیں یہہ لوگ پہلی لدا کبر  
 اللہ اکبر کہہ اٹھے اور زنجیر و طوق کو ایک جھٹکے سے توڑ ڈالا نصرائی یہہ سہجہ کہ  
 کہ اسلامی اس برج پر پہی چڑھ گئے۔ یہہ کی طرح تہرا گئے ہزار ہا عیسائی زرفذیہ یک  
 نکل کھڑے ہوئے۔ والی قلعہ بادشاہ الناکہ کا عزیز تھا قیدیوں کے سلسلہ میں  
 وہ پہی پیش کیا گیا سلطان نے اسکے ساتھ محسانہ سلوک کئے اور اسکی دست  
 کے مطابق معہ اسکے اعزہ و اقارب کے بغزت تمام الناکہ کے طرف روانہ کر دیا۔  
 اور اسلامی پہرہ خوشی اور کامیابی کی ہوا برزیر کے بند اور شاندار تیار کیا  
 اسی روز قریب عزوب آفتاب اُڑا دیا گیا۔ احمد اللہ علی احسانہ۔

اس مہم سے فارغ ہو کر ہمارا فتح نصیب سلطان دوسرے ہی دن قلعہ برزیہ سے روانہ ہو کر جسیر حدید پر پہنچا اور اس مقام پر اس وقت تک قیام پذیر رہا جب تک کہ اوسکا بقیہ لشکر نہ آیا۔ ایک ہفتہ کے بعد اس مقام سے روانہ ہوا اور اٹھارہویں رجب یوم جمعہ کو قلعہ در بساک کے مقابلہ میں ایک چھوٹے ٹیلہ پر مقیم ہوا یہ قلعہ انطاکیہ کے اون دو قلعوں میں سے تھا جو کہ سلطان کے قبضہ میں اس وقت تک نہ آئے تھے یہ قلعہ انطاکیہ کے دہانہ پر تھا اور اوس سے بہت ہی قریب تھا اونیسویں ماہ مذکور میں لڑائی کا سلسلہ نہیں چڑھا طرفین اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف رہے سلام پناہ سلطان قلعہ کے جنوب اور شمال میں مخفی قلعے نصب کیں اور غری جانب زینورات کو لگا یا شب یکشنبہ سے گوکہ باری۔ سنگ باری ہونے لگی ظہر کا وقت نہ آنے پایا تھا کہ قلعہ کی شمالی دیوار ٹوٹ گئی مگر نہ ایسی کہ جس سے آدمی بخوبی آجاسکا شام ہوتے ہوئے قلعہ کے جنوبی برج تک سُرنگ تیار ہو گئی۔ سلامیوں نے حملہ کر کے برج کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی لیکن چند عرصہ تک کام ہے۔ اسوجہ سے کہ سُرنگ کا دروازہ چھوٹا تھا دو آدمی برابر نکل نہ سکتے تھے اور اہل قلعہ نے یہ انتظام کر لیا تھا کہ اونہیں سے سُرنگ کے دروازہ پر ایک شخص مسلح اگر کھڑا ہو جاتا جب وہ مارا جاتا تو دوسرا اوسکا قائم مقام ہو جاتا دو شنبہ کی شام یہی طریقہ لڑائی کا جاری رہا شنبہ شنبہ کو ہتھوڑی دیر کے لئے سنگباری اور گوکہ باری موقوف رہی مگر یہ سلسلہ قائم رہا تا آنکہ شنبہ کو پہر دن چڑھ گیا جب یہ سلسلہ منقطع ہوتا نظر آیا تو ہمارا نامی فاتح بیت المقدس خود بذاتہ سُرنگ کے

سے در بساک کا قلعہ نہایت ہی مضبوط اور بلند بنا ہوا تھا بغیر اس سے جانب شمال دس کوہ کے مقابلہ پر واقع ہے۔ سلا زبور ایک قسم کی توپ ہے جو ایں زمانہ میں استعمال کی جاتی تھی۔



اس کے قلعہ کے برج تک پہنچا اور اس تیزی سے اوس نصرانی کو جو کہ سُرنگ کے دروازہ پر کھڑا تھا قتل کر کے اندر داخل ہو گیا کہ دوسرے کو اوسکی قائم مقامی کا موقع ہی نہ ملا۔ سلطان کا قلعہ بین داخل ہونا تھا کہ اسلامی لشکر تکبیریں کہتا ہوا کچھ تو قلعہ کے شمالی جانب سے اور کچھ اسی سُرنگ سے داخل ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر میں اوس ظلمت گاہ میں اسلامیوں کی تلواریں بجلی کی طرح کوندتی رہیں آخر الامر عیسائیوں نے الامان الامان جلانا شروع کر دیا سلطان نے اون کو اس شرط سے امان دیدی کہ وہ لوگ سوائے اوس لباس کے جو کہ ان کے بدن پر ہے کسی دوسرے اسباب کو ہاتھ تک نہ لگائیں اور کسی قسم کا مال ہمراہ نہ لے جائیں۔ چنانچہ کل اہل قلعہ خاک مذلت بر سر خالی ہاتھ قلعہ سے نکل کر انطاکیہ کی طرف چلے گئے اور قلعہ کے شاندار مینار پر خوشنما اسلامی پیر رہاؤڑا دیا گیا سلطان نے اس لمحہ کا حاکم علم الدین سلیمان کو مقرر کیا اور خود تیسویں رجب کو قلعہ بجز اس کے طرف روانہ ہوا۔ یہی ایک قلعہ انطاکیہ کے حدود میں اور باقی رہ گیا تھا جو کہ عیسائیوں کے قبضہ میں تھا اس کے فتح ہونے کے بعد صرف انطاکیہ بے دست و پا باقی رہتا نظر آتا ہے۔

قلعہ بجز اس انطاکیہ کے اور قلعوں کے نسبت نہایت ہی مضبوط بنا ہوا تھا۔ معہذا یہاں نصرانیوں کے فوج بھی زیادہ رہتی تھی اونکو اسکی حفاظت زیادہ مد نظر تھی اسوجہ سے امراء سلطانی نے اس قلعہ کے محاصرہ کرنے اور فتح کرنے میں اپنے نامی سلطان کے رائے سے اختلاف کیا لیکن ہمارے شیرل سلطان نے اون کی اختلاف آرا کی طرف توجہ نہ کیا قبل اسکے کہ وہ قلعہ بجز اس پر گولباری کرتا یا اس کے محاصرہ میں سہی کرتا اس نے انطاکیہ کے راستہ کو روک دیا ہکویا ڈپڑتا ہے۔

بجز اس قلعہ شام کے شمالی قلعوں میں شمار کیا جاتا ہے یہ انطاکیہ سے بہت ہی فریب ہے۔

کہ اس قلعہ پر حملہ کرنے والوں کی تعداد چار سو سے ہرگز زائد نہ تھی کل فوج انطاکیہ کے  
 حیدر پر پڑی ہوئی تھی سلطان نے جہان نثاروں نے گوکہ باری سنگ باری شریع  
 کر دی لیکن اوس کے بلند دیواروں پر انکا نشان تک نہ پڑتا تھا نہ باہر پہلے پھر  
 تک برابر لڑائی ہوتی رہی چھٹے روز اتفاقاً قلعہ کا دروازہ کھلا اسلامیوں نے  
 یہ سمجھ کر کہ شاید نصرانی قلعہ سے نکل کر مقابلہ کرینگے زنبورون کو چوڑ کر تلواریں  
 کیچھ لین لیکن جب غور سے دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ ایک شخص تن تنہا دوسرے  
 کھڑا ہوا امان طلب کر رہا ہے سلطان نے اوس کو حاضر ہونے کی اجازت دی  
 اوس قاصد نے حاضر ہو کر صلح کی گفتگو پیش کی فریقین میں بشرط مصالحت  
 وہی قرار پائے جو کہ انصارائے درساک سے طے ہوئے تھے۔ دوسری  
 شعبان المعظم ۵۸۴ھ کو امان نامہ لکھ دیا گیا اور اوس کے بلند بروجوں پر سلامتی  
 پھر یہ اُٹرا دیا گیا۔

صلح انطاکیہ

بعد اسکے صرف انطاکیہ عیسائیوں کے قبضہ میں باقی رہ گیا چونکہ وہ تنہا  
 اپنی حفاظت نہ کر سکتا تھا اور سلطان نے اوسکی ہم کی تیاری کر دی تھی  
 سے اہل انطاکیہ مصالحت کے متوجہ ہوئے سلطان نے اس شرط پر صلح کر لیا کہ  
 اہل انطاکیہ کل مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیں اور صہیح سائے آہٹ  
 مہینہ تک علی اختلاف القول قائم ہے بعد انقضائے مہینہ اہل انطاکیہ  
 اطاعت قبول کریں دیا مقابلہ سے لڑیں اس صلح نامہ کے تکمیل کے بعد شعبان کے  
 پہلے ہی ہفتہ میں ہمارا فانی پیر و بغراس سے روانہ ہو کر گیارہویں شعبان کو  
 حلب میں پہونچا الملک انطاہر نے بڑے دھوم دھام کی دعوت کی تیسرے  
 روز یہاں سے روانہ ہو کر حلب مستعدا تقی الدین عمر ایک شب قلعہ  
 حماہ میں رہا دوسرے دن حماہ سے روانہ ہو کر حلب کی سیر کرتا ہوا پہلی

فتح صفد

رمضان المبارک کو دمشق میں داخل ہوا اور اسی سفر میں جبکہ سلطان قلعہ حماہ میں  
 ایک شب کے لئے ٹھہرا تھا تقی الدین عمر کو جبکہ اور لازمیہ کی حکومت مرحمت فرمائی۔  
 ناظرین کو یہ خیال گذر رہا ہو گا کہ اس مرتبہ دمشق میں سلطان کا قیام  
 کم از کم ماہ مبارک رمضان تک ضرور رہے گا کیونکہ اس کو قدرۃ آرام کے لئے ہم  
 زمانہ ملگیا ہے لیکن شاید اون کو اس سے آگاہی نہیں ہے کہ اس کے نورانی  
 آنکھوں میں قلعہ کوکب و صفد و کرک کا فرہنسیسیون کے قبضہ میں رہنا  
 کتنا سا کہنگ رہا ہے اوس کے متحل اور نومی دل کو ان قلعوں کا نہ فتح ہونا سجد  
 شاق گزر رہا ہے اوس نے قبل روانگی کسی موقع پر یہ ضرور فرمایا تھا "۲۰! لعمریہ  
 قصیر اکاجل غیر مامون وقد بقی بید الفرج یحذہ تلکھون  
 کوکب و صفد و کرک و غیرہ (بلاشبہ عمر قصیر ہے اور موت غیر مامون ہے  
 اور حال یہ ہے کہ فرہنسیسیون کے قبضہ میں یہ قلعہ کوکب اور صفد اور کرک  
 باقی ہیں) اوس کے اس قول سے آپ لوگ خوب اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کو آرام  
 و عیش عزیز نہ تھا بلکہ اس کو مد نظر ہی امر تھا کہ مالک اسلامیہ کی توسیع ہو جائے  
 فی سبیل الدین جان تک جائے تو منظور ہے چنانچہ اسی خیال نے اس کو ماہ  
 رمضان میں ہی آرام سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ دمشق میں نہ رہنے پر تقرر  
 ماہ صیام کا پہلا عشرہ گزر چکا ہو گا کہ یہ اپنے جری اور بہادر جان نثاروں کو یک  
 و عشق سے روانہ ہو کر پندرہویں یا سولہویں ماہ مذکور کو قلعہ صفد پر پہونچ گیا  
 باوجودیکہ شدائد سفر اور شبانہ روزی محنت سے اس کی طبیعت جاوہر عتدال  
 منحرف ہو رہی تھی لیکن باہمنہ رات بہر نہ سوتا تھا۔ کہی تو سب باسیون کے خیمہ کے  
 طرف آتا اور دو چار آیتیں۔ حدیثیں جہاد کی فضیلت کی سناتا اور کبھی بخنیقون  
 کے نصب کرنے کی تدبیریں بتلاتا تھا اور تمام دن لشکریوں کے ساتھ لڑائی کے

میدان میں جنگ کرتا تھا۔ تقریباً ایک مہینہ کامل لڑائی کا یہی سلسلہ جاری رہا  
آخر الامر عیسائی اس طویل حصار سے تنگ آکر قلعہ کو بصلح و امان مسلمانوں کے  
سپردہ کر کے مور کچا بن چلے گئے۔

فتح کرک  
شوہب

انہیں دہلی میں جبکہ سلطان یزید مہم صفد کے سر کرنے میں مشغول تھا الملک العادل  
اسکا بہائی بھی رک پر حملے کر رہا تھا اور کرک کے مضبوط قلعہ کو اپنے توانا باز و کورٹا  
چاہتا ہے مگر عیسائیوں نے مجبور ہو کر الملک العادل سے امان طلب کر کے صلح کر لیا  
اور ساتھ ہی اس کے قطعات شوہب و ہرمز اور وسیع وغیرہ کو بھی طوعاً و کرہاً  
سپرد کر دیا۔ قلعہ کو کب جسکا قایما زنجی چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے ہے  
اوسکا یہ حال ہے کہ اہل قلعہ اس طویل حصار سے گہرا ہے ہین غلہ وغیرہ بھی ختم ہو گیا  
فاقہ کشی کی نوبت پہنچ گئی ہے اہل صور نے اہل کو کب کے امداد کے غرض سے جو  
دو مسلح سواروں کو کچھ غلہ اور رسد لیکر روانہ کیا تھا اوپر یہ واقعہ گزرا کہ یہ مسلح  
سواروں کا جہت رات بھر تو سفر کرتا تھا اور صبح ہوتے ہی کسی غار میں چھپ جاتا تھا  
رفتہ رفتہ قلعہ کو کب کے قریب جب پہنچے اور ایک یا دو منزل اور باقی رہتی کہ  
اتفاقاً قایما زنجی کا ایک سپاہی جو کہ شکار کیلئے کو گیا تھا سواروں میں سے ایک  
سوار کو شہتہ سمجھ کر گرفتار کر لایا قایما زنجی نے پہلے تو اسکو دم دلا سادیا جب اس نے  
اپنے راز کو ظاہر نہ کیا تو کسی قدر تہدید سے کام لیا۔ چور کا دل ہوتا ہی کتنا ہے اس  
عیسائی سوار نے کل قصہ بتلادیا قایما زنجی اسوقت چند سواروں کو لیکر موت  
کی طرح اس کے سر و نہر پہنچ گیا اور ایک دم میں سب کو فنا کر دیا اس واقعہ کے بعد ہی  
سلطان بھی صفد سے روانہ ہو کر کو کب پر آ پہنچا عیسائیوں کو اس کے آنے سے  
 سخت خطرہ کا سامنا ہوا تاہم اوہوں نے دو ایک مقابلے کئے مگر آخر الامر مجبور ہو کر  
نصف ذیقعدہ کو امان طلب کر کے قلعہ مسلمانوں کے سپرد کر دیا اور خود بجال پشان

خاک مذلت بر سر صو کی طرف روانہ ہو گئے۔ پہلے وہ ہے کہ جبکو عربی مورخ  
عقلا سے تشبیہ دیتے ہیں یہ بہت بلند مقام پر بنا ہوا تھا اسکے فتح کے ایک ہفتہ کے بعد  
سلطان اپنے تجربہ کار سپہ سالار قایما زنجی کو بہین چوڑ کر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا  
آٹھویں ذیحجہ ۸۵۸ھ کو بیت المقدس میں پہونچا اور عید الفصحی کی نماز پڑھ کر گیارہویں  
ذیحجہ کو عکا کی طرف روانہ ہوا اور تانا اختتام سنہ مذکور میں مقیم رہا۔ ماہ محرم ۸۵۹ھ  
کے کسی تاریخ بن لطان نے بعد ترتیب و اصلاح امور سیاست عکا کی حکومت سے  
امیر بہار الدین قراقوس کو سرفراز فرمایا اور اس کے شہر بنیہ بنانے کا حکم دیکر  
خود دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ پہلی صفر سنہ مذکور سے تیسری ربیع الاول تک  
دمشق ہی میں مقیم رہا۔

مہم شقیف

چوتھی ربیع الاول کو مقام شقیف ارلون پر حملہ کرنے کی غرض سے دمشق سے  
روانہ ہو کر مقام مرج رغوث میں بانتظار اجتماع عساکر اسلامیہ گیارہویں ماہ مذکور  
مقیم رہا۔ اور بارہویں تاریخ کو اس مقام سے کوچ کر کے بانیاں ہوتا ہوا سترہویں  
ماہ مذکور کو مرج عیون میں جا اودرا۔

مرج عیون اور شقیف ارلون میں کچھ زیادہ فاصلہ نہ تھا بان اہقر دست  
ضرور تھی کہ روزانہ آدمی آجاسکتا تھا۔ موجودہ اسلامی لشکر کی استعداد اور نیوا  
مجاہدین کی کثرت نے دالی شقیف ارلون کو چونکہ ایک تجربہ کار جہان دیدہ آدمی تھا  
اس امر پر آمادہ کروا کہ ایک روز وہ تنہا سلطان کے خدمت میں حاضر ہوا اور  
تعلق و چالوسی سے کہنے لگا کہ آپ اس قدر زحمت کیوں گوارا فرمائی میں آپ کا  
مطیع ہوں آپ کے احسانات عظیم کا اعتراف کرتا ہوں مجھ کو اس امر کا خوف و اندیشہ

سلہ شقیف ایک مقام کا نام ہے ارلون کی طرف جو کہ ایک آدمی کا نام ہوا مضاف کر دیا گیا یہ مقام  
بانیاں کے قریب ایک پہاڑ پر واقع ہے قلعہ اسکا نہایت محکم اور محفوظ ہے۔

کہ کہیں مرگیش اس مراسم سے جو کہ میرے اور آپ کے درمیان میں ہیں واقع نہ ہو جائے  
 اور یہ میرے اہل و عیال تک تکلیف کے پہونچنے کا باعث ہو اسوجہ سے میں آپ سے  
 تین مہینہ کی ہجرت چاہتا ہوں اسلئے اہل و عیال کو میں صوبے کے آؤنگا  
 اسوقت بخونہنی و طبریٹ طرقلہ آپ کے سپرد کروں گا اور میں اپنے اہل و عیال کے آپ ہی  
 کے خدمت میں رہونگا جو آپ مرحمت فرمائینگے میں اوسی بر قانع رہونگا، سلطان  
 ایک سچا پکا صاف دل کا مسلمان تھا اسکو ان چالوں کی کیا واقفیت تھی وہ حساب  
 شقیف کے ان بھولی بھولی باتوں میں آگیا اور باہم بہہ مرے کر لیا کہ والی شقیف ماہ  
 جمادی الثانی تک خود مختار رہیگا بعد ازاں مسلمانوں کا مطیع ہو جائیگا اور یہ ایک  
 باجگزار و ریاست بھی جائیگی سلطان بانتظار انقضاء وعدہ والی شقیف مرج عیون  
 میں مقیم رہا اور اسی اثنا میں صاحب لظاہ کی مدت صالح منقضی ہونے کی وجہ سے  
 تقی الدین عمر کو مہ مشرقی فوج کے حدود لظاہ کی مطر مجبورانہ ہیجدا یا اسکے  
 بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ کل وہ ناحیہ شناس نھرائی جو کہ مختلف لڑائیوں میں  
 متعدد مقامات سے گرفتار ہو ہو کر آزاد کر دیے گئے تھے صورت سے مجتمع ہو کر نکلیں  
 اور بلاد اسلامیہ کا قصد رکھتے ہیں سلطان کو اس خبر سے جس قدر زرد پیدا ہوا ہوگا  
 اسکا آپ لوگ ضرور اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسکے دل پر اس خبر سے کتنا بڑا اثر پڑ سکتا ہے  
 جس نے عیش و آرام کو چھوڑ کر مالک اسلامیہ کے توسیع میں عرق ریزی اور  
 شب و روز کی لڑائی سے کام لیا ہوا اور حالت ایسی مازک پیدا ہو گئی ہو کہ اگر وہ  
 صور کی جانب بڑھتا ہے تو صاحب شقیف کی مدد کی کامیابی کا اندیشہ ہے اور اگر صو والی  
 خلو گیری نہیں کیجانی ہے تو آئندہ بہت بڑے نقصانات کا سامنا نظر آتا ہے  
 سلطان ہی ایسے مستقل مزاج آدمی کی ایسے وقتیہ ضرورت تھی اوس نے ان  
 پیچیدہ معاملات میں مبتلا ہونے پر بھی صاحب شقیف کو درخانہ تک پہونچا ہی دیا

تین روز مدت معینہ کو اور باقی تھے کہ والی شقیف سلطان کج خدمت میں حاضر ہوا اور پھر تینوں وچالاکوں سے مدت بڑھانے کی کوشش کی لیکن وہ سلطان کے نزدیک شہتہ ہو گیا ہوتا سوچہ سے فوراً گرفتار کر لیا گیا اور شقیف کی سپردگی کا حکم صادر کیا گیا پہلے تو والی شقیف کچھ حیلہ و حوالہ کرتا رہا مگر آخر آخر ایک سبیس کو بل کر اہل شقیف کے پاس بھیجا شقیف والوں نے اطاعت کے انکار کیا اور مقابلہ پر آمادہ ہوئے سلطان نے اسکو توتیر ہوین جب سنہ مذکور یوم دوشنبہ کو دمشق کی طرف روانہ کر دیا اور شقیف کے محاصرہ کا حکم دیکر ترک اسلامیہ کے اطلاع دینے پر خود مرج عینو سے صور کی جانب بڑھا مگر اتفاق کچھ ایسا ہوا کہ اسکے پہونچنے سے کچھ دنوں پہلے صور کی عیسائی فوج سے اسلامی نیک کا مقابلہ ہو گیا جسوقتکہ عیسائی فوجیں صحرانظر کے صید کی طرف جا رہی تھیں الہامی سوار گوتھوڑے تھے لیکن انکی ہمت مردانگی نے نصرائیون کو صرف لگے ہی ہنہن بڑھنے دیا بلکہ نصرائیون کو بہت بڑے نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا اور صور کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کر دیا اس واقعہ میں عیسائی بہت مارے گئے اور ایک کثیر تعداد گرفتار کر لئے گئے اور مسلمانوں میں سے صرف سلطان کا مملوک ایک آخر شش نامی شہید ہوا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان اسلامی نیک میں پہونچا اور بانتظار انتقام ایک چھوٹے سے ضمیمہ میں مقیم ہوا۔ نوین جمادی الاول ۵۸۵ھ میں یہہ حادثہ پیش آیا کہ سلطان دستور کے موافق تھوڑے سے سوار لیکر موقع کے دیکھنے کے غرض سے ایک پہاڑی پر چڑھ گیا جہاں سے نصرائیون کے ضمیمہ دکھائی دیتے تھے مجاہدین عرب و عجم یہہ سمجھ کر کہ سلطان لڑائی قصد سے جا رہا ہے مسلح ہو کر دوسرے راستہ سے سلطان کے بعد روانہ ہوئے سلطان تو پیچھے رہ گیا اور یہہ گروہ رفتہ رفتہ نصرائیون کے قریب پہونچا سلطان نے چند امراء کو ان پر جو ش مجاہدین کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ انکو لوٹانا

لیکن ایک تو شدنی اور دوسرے شہادت و غزاکے جوش نے انکو لٹنے نہ دیا پہلے تو عیسائیوں کو انکی جرات سے یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید انکے پیچھے کمین میں کچھ لوگ چھپے ضرور ہوں گے لیکن جب انکو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو دفعۃً بلاکے ناگمانی کی طرح ٹوٹ پڑے فریقین میں لڑائی ہونے لگی سلطان بھی آن و احدثین یہاں سے اور ترک بقیہ لشکر کو ہمراہ لیکر نصرانیوں کے اوس راستہ کو روک لیا جس راہ سے یہہ صومرین جانے والے تھے۔ پہلے حملہ میں اسلامی یہ نسبت نصرانیوں کے زیادہ کام آئے مگر جو وقت سلطان پہونچ گیا اس وقت عیسائی اس قدر بدحواس ہو گئے کہ آپس کے آدمیوں کو یہ پہچان سکے موہنہ کے بل ایک دوسرے پر گرنے لگے نہایت پریشانی کیجا التین غائب و غاسر گرتے پڑتے صور کی طرف ٹوٹے اور ہمارا جری سلطان مسیحی گروہ کے قبضہ میں اور عساکر کی سیر کرتا ہوا اپنے کیمپ میں پہونچ گیا۔

### عیسائی دنیا کی یورش اور سلطان کا مجاہدہ

سلطان صلاح الدین اعظم کے احسانات ایسے نہ تھے کہ جسکو عیسائی دنیا نقش بر آب سمجھ کر فراموش کر جاتی اور اوس کے برخلاف ہتھیار اوٹھانے کی جرات کرتی مگر یہ کام اسی کا تھا کہ اوس سے منتین۔ خوشامدین کر کے تسکین کر گئے اور پھر اوس کے مقابلہ میں لڑنے کو آئے۔ اوس کے احسانات کا یہی بدلہ تھا کہ اوسکی عروت کا یہی بُرا نتیجہ تھا کہ یورپ کے تمام عیسائیوں نے اوسکے برخلاف ہتھیار اوٹھا یا یا یروشلم کے چوڑے پر آمادہ ہوئے اور ایک عام خونریزی کے باعث ہوئے۔ یہ تیسرا کروسیڈ کل کروسیڈوں سے جو کہ اس سے پہلے یا بعد کو ہوئے ہیں مشہور و ممتاز ہے کیونکہ اس کروسیڈ میں کل اول درجہ خود مختار رئیس اور سلاطین یورپ شریک ہوئے تھے اور اپنی وسعت سے زیادہ غلہ۔ فوج۔ روپیہ۔ سامان جنگ فراہم کیا تھا۔ پادری شہر بہ شہر

پادری بہت  
چھڑا رہی ہیں  
سے ایک شے  
چال چلے



ماتمی کپڑے پہنے ہوئے برہنہ پا ایک ہاتھ میں انجیل اور دوسرے ہاتھ میں ایسی تصویریں لئے پہرتے تھے جس میں مسیح کے قبر عری علی گھوڑ سمون سے روند رہے تھے اور محمدؐ نے مسیح کے چہرے کو زخمی کر دیا تھا۔ یروشلم کی بربادی اور اوس کے بادشاہ کی تباہی اور مسیح کی کواریوں کی خواری کے مصنوعی قصے گیت میں لڑتے کی طرح گاتے جاتے تھے۔ علاوہ برین اسی قسم کے خرافات افسانے اور من مانے گہڑے ہوئے قصے عیسائی دنیا میں بیان کئے جاتے اور سلطان صلاح الدین کے برخلاف ہتھیار اٹھانے اور دنیا اسلام کے نیست و نابود کر دینے پر آمادہ کئے جاتے تھے ان تدبیروں سے عیسائی دنیا میں ایک ایسا جوش پیدا ہوا اور دفعۃً ایسی تبدیلی ہو گئی کہ عیسائی والیان ملک اپنے ملک کی مصیبتیں بھولی گئے کہنے والوں نے کہنے کا غم فراموش کر دیا اور سب کے سب پہراوٹھ کھڑے ہوئے۔

صلاح الدین

اس مقدس لڑائی کے لئے بیستہزار روپیوں کی ضرورت تھی اسوجہ سے ایک خاص کمیٹی میں بیہ فیصل ہوا کہ جو عیسائی بذاتہ لڑائی میں نہ شریک ہو سکے وہ اپنے ہر قسم کی جاہداد کا دسواں حصہ خرچ کے واسطے دے۔ انگریزی مورخوں نے اسکو صلاح الدین ٹیکس کے نام سے مشہور کیا ہے۔ یہ ٹیکس انگلستان اور فرانس میں وصول کیا گیا۔ اس ٹیکس کے نہ دینے والے کو وہ مذہب اور قوم سے خارج کر دیتے تھے۔ ولیم ارچ بشپ آف ٹائر ہی نے انگلستان اور فرانس کو باہم ملایا اور انکو مصلحت لینے پر آمادہ کیا بعدہ کروسیڈ کا وعظ کہتا ہوا فرانس سے جرمنی کو گیا اور شہنشاہ جرمنی کو بھی اس لڑائی میں شریک کر لیا۔

شاہ جرمنی کا  
خط اور اس کا  
جواب

سب سے پہلے شہنشاہ جرمنی نے سلطان کو خط اس مضمون کا لکھا کہ ”چونکہ آپ نے مقدس زمین کو ایک مجرمانہ دلیری سے ناپاک کیا ہے۔ لہذا ہم باضیارت شاہنشاہ دایمی آپ کو بارہ ماہ کی مہلت اس سرزمین کے خالی کرنے کو دیتے ہیں

مناسب ہوگا کہ آپ عیسائیوں کا ملک چھوڑ دیں ورنہ آپ کے برخلاف جنگ کیا جائیگا۔ سلطان نے بھی اسکا جواب نڈا لیا کہ دیا اور یہ کہہ لیا کہ عیسائی اگر اپنی خیریت چاہتے ہیں تو دو چار شہر جو ان کے قبضہ میں باقی ہیں انکو بھی وہ چھوڑ کر چلے جائیں ورنہ وہ بھی ہمارے شمشیر خون اشام کے نذر ہوں گے۔

شہنشاہ جرمنی یہ خط پاتے ہی ایک لاکھ فوج لیکر روانہ ہوا۔ اور ہنگری عبور کرتا ہوا آگے بڑھا۔ انگلستان اور فرانس کے بادشاہ بھی اپنی اپنی مستعد فوجیں لیکر براہ دریا روانہ ہوئے۔ صورتوں کے عیسائی بھی (جن پر کمیشن کارڈ) حکومت کر رہا تھا اور ان دنوں کوئی بادشاہ یروشلم بھی نہیں تھا۔ یورپ کے کرسٹیڈزوں کی آمد سنکر آٹھویں رجب ۸۵۵ھ کو اپنے مرکز سے نکل کر عکا کی طرف بڑھے۔ اس خیال سے کہ یورپ کی ہیشمار فوجیں جو بیت المقدس کے چہرے کے واسطے روانہ ہوئیں ہیں وہ بھی بحیرہ روم مقام عکا میں ترہنگی۔ اور قدرتی طور پر وہ ہمارے معاون ہو جائیں گی۔ چنانچہ رچرڈ شاہ انگلستان اور فلپ شاہ فرانس کے پوپ نے سے پہلے جینوا۔ وینس۔ پیزا اور صوبیا اٹلی کی فوجیں اور صورتوں کے عیسائی آتشی ہتھیار کے قریب عکا کے محاصرہ میں جمع ہو چکی تھیں۔

سلطان ان دنوں جبکہ یورپ کے دماغ میں کروسیڈ کا جنون عام ہو رہا تھا اپنے فتوحات کے وسعت اور ساصل شامی سے عیسائیوں کے نکالنے میں مصروف تھا۔ جو وقت اسکو یہ خبر پہنچی پہلے تو اسکو ضرور یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید شقیف سے مسلمانوں کے ہٹانے کے غرض سے صورتوں کے عیسائیوں نے یہ اجتماع کیا ہو۔ مگر بارہویں رجب کو جب متعدد دجاسوسوں نے یورپ سے کثیر التعداد عیسائیوں کی آمد اور عکا کے محاصرہ میں ان کے شریک ہو جانے کی کیفیت

جرمنی کی  
رومانی  
عیسائیوں کا  
عکا پر جمع ہونا

سنائی تو اس نے اپنی روانگی سے پہلے سلامی فوجوں کو طلبی کے خطوط کہے اور شفیع کے محاصرہ میں تھوڑی فوج چھوڑ کر کل لشکر کو عکا کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے طبریہ کے راہ سے اپنے لشکر کو لئے ہوئے عکا میں پہنچ کر عیسائی محاصرین کو گھیر لیا۔ سلامی سرداروں میں سے تقی الدین عمر والی حماہ اور مظفر الدین ابن رین الدین والی حران ہی پہنچ گئے۔

مسلمانوں کے لشکر کا قلب تل کیسان پر تھا جس میں سلطان کا خیمہ بھی تھا اور اس کا منہ تل عیاضیہ پر اور دوسرے ہنہرہ کے کنارے اور ساقہ صفور یا تکب سلا ہوا تھا اور نصرائیوں کے کل لشکر کا کمانڈر انچیف شاہ فرانس تھا اس کا خیمہ تل کیسان نصیب کیا گیا تھا اور باقی لشکر کل شہر کو اس طرح گھیرے ہوئے تھا جس طرح ہے کہ دائرہ مرکز کے نقطہ کو محیط ہوتا ہے۔ دریا کا راستہ بالکل رکھا ہوا تھا اسلامیوں کی ایک کشتی بھی صحیح سلامت آجائے نہ سکتی تھی۔

تیسویں رجب تک تو معمولی لڑائیاں ہوتی رہیں جس میں سے اکثر غیر مشہور اور بعض بعض معروف آدمی بھی کام آئے تھے لیکن پہلی شعبان ۵۵۸ھ کو بعد نماز جمعہ بہت بڑی لڑائی کا سلسلہ شروع ہوا شام تک برابر کی لڑائی ہوتی رہی رات آجائے سے لڑائی موقوف ہو گئی لیکن طرفین نے مسلح جاگ کر صبح کیا۔ دوسری شعبان ۵۵۸ھ یوم شعبہ کو اچھی طرح سے صبح ہی ہونے پائی تھی کہ لڑائی پھر بھی گہبی دو قدم سلامی لشکر پیچھے ہٹ آتا تھا اور گہبی دس قدم بڑھ کر نصرائیوں کو اونکے خیموں تک پہنچا دیتا تھا صبح سے ظہر تک تو لڑائی کا یہی نقشہ رہا۔ ظہر کے وقت تقی الدین عمر نے یمینہ کو لیکر عکا کے شمالی جانب سے ایسا قوی حملہ کیا کہ عیسائی فوج کو پسپا کر کے اونکے مورچوں پر آپ قابض ہو گیا اور پھر دوبارہ اس تیزی سے حملہ کیا کہ اونکو جواب دینے تک کی مہلت نہ دی اور اسکا

عطا کی  
لڑائی کا  
سلسلہ

وہ حصار جو کہ عکامین آئے جانے سے مانع ہوتا تو ٹوڑا اور ایک گروہ کثیر کو مار ڈالا بعد  
 لڑائی کا بازار سمجھو گیا اور قلعہ کا دروازہ کھل گیا۔ سلطان سوچتا ہوا کہ  
 ظہر کی وقت عکامین داخل ہوا اور شہر پناہ کے فصیلوں سے عیسائی فوج کی کشتی  
 غور کی آنکھوں سے ملاحظہ کیا اور نہایت ہوشیاری سے ہر ایک امر کے انتظام میں  
 مصروف ہوا شہر اور بیرونی لشکر کا رد و بدل کر دیا سلطان کے خاص بیٹوں کا یہ  
 بیان ہے کہ اوس نے جمعہ کے روز سے یکشنبہ تک بوجہ شغولیت و فرط اہتمام  
 مطلقاً کچھ نہیں کہا یا تھا۔ عکامین جدید داخل ہوئے اُن میں سے حسام الد  
 ابوالہیجا تھا جو کہ سلطنت اور دلیری میں اُن دنوں بی نظیر ہو رہا تھا۔  
 ماہرین فن جنگ کا یہ بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد اگر اسلامی لشکر  
 زیادہ سے زیادہ شام ہی تک لڑتا رہتا تو بے شبہہ فائز المرام ہو جاتا اور  
 نصرانیوں کو شکست فاش ہو جاتی مگر مشیت ایزدی بالفضل اس کے  
 خلاف تھی اسلامی لشکر کا اس کامیابی کے بعد کس قدر جوش کم ہو گیا اور نظریوں  
 میں تو مقابلہ کا دم ہی زیادہ محصور مسلمان شہر کے اندر سے نکل کر اور بیرونی لشکر  
 باہر سے عیسائیوں پر حملہ آور ہوتا تھا اور عیسائی فوجیں مدافعت کے سوا اپنے  
 مورچے سے نکل کر حملہ نہ کرتی تھیں تا آنکہ اسی رنگ و ڈھنگ میں تقریباً ایک ہفتہ لڑا  
 آہستہ آہستہ یوم جمعہ کو عیسائی اپنے خیموں سے نکلے اور صفوں مرتب کر کے  
 اسلامیوں کے مورچہ کی طرف بڑھے اسلامیوں نے بھی تلواریں کینچ لین نیزہ  
 سنبھال لئے اور اپنے اپنے والے حریف کا تشہیر اور نیزوں سے استقبال کیا  
 سلطان نے اپنے لشکر کو اس خوبی سے لڑایا اور ایسا قوی و معقول حملہ کیا  
 کہ عیسائیوں کو باوجود فراخی زمین بہا گئے کو کافی نہ ہوتی تھی جو اُن میں  
 سے صحیح و سالم تھے وہ زخمی ہو کر خاک پر گر گئے تھے اور جنگی روہین پرواز

گر گئی بہتین وہ پامال ہو رہے تھے اسلامی بہادروں نے اون عیسائیوں کو  
 جو اپنی بدقسمتی سے انکے تیز تلواروں کے نذر نہ ہونے پائے تھے اونکو مارنے  
 مارنے خیموں تک پہنچا دیا اسکے بعد اگرچہ عیسائی فوجیں سلامیوں کے  
 حملوں کا جواب دیتی رہیں مگر اون میں ایک ہل چل مٹی ٹھگی آہستہ مشورہ  
 ہونے لگا بڑے بڑے بحریہ کار عیسائی جنرل اپنی ناکامیوں سے متوجہ ہو کر کہہ رہے  
 تھے کہ ”اسلامی لشکر ابھی پورا اس جہم میں نہیں آیا اکثر اور زیادہ حصہ اس کا  
 حدود و الظاکہ و حص و طرابلس میں پڑا ہوا ہے اور لشکر مصری۔ و میاط۔  
 و اسکندریہ کے حدود کی حفاظت کر رہا ہے یہ محدود دے چند۔ تو یہ غضب  
 ڈھا رہے ہیں اگر وہ بھی انہیں اگر ملجائیں گے تو کیا کچھ آفت برپا نہ ہوگی  
 تھوڑی دیر کے مشورے کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ کل صبح سے پہلے سب  
 سب دفعۃً مسلمانوں پر غفلت کی حالت میں حملہ کریں اور قسمت کے آخری  
 فیصلہ کو دیکھیں۔ حاضرین نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اپنے اپنے  
 خیموں میں واپس آئے۔ صبح ہوئے ہی شاہ فرانس نے صلیبی لشکر کو مرتب کیا  
 اور خود قلب فوج میں پوری فوج کا کمان کرتا ہوا دایین ہاتھ میں صلیبی نشان  
 لئے ہوئے آگے بڑھا۔ اور اسکے آگے چار پادری اطلس کے علاوہ میں تھیل کو  
 پیٹھے ہوئے لیچے۔ یہ تو اس انتظام و شان سے نکلے اور سلامیوں کا یہ حال تھا  
 کہ وہ اطمینان سے بعض تو اپنے دوستوں سے ملنے گئے تھے اور بعض کسی ضروری  
 حاجت کے رفع کرنے کے غرض سے خیموں سے نکل کر ادھر ادھر چلے گئے تھے اور کچھ  
 لشکری پہرہ پر تھے اور اکثر خیموں میں بیٹھے ہوئے چار نوشی کر رہے تھے کہ اسی  
 اثنا میں نصرانیوں کا ٹڈی دل لشکر سامنے سے آتا دکھائی دیا سلطان نے  
 اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ ہلوس تیزی و ہوشیاری سے اپنی فوج کو مرتب کیا کہ

عیسائی فوجین دس قدم بھی آگے نہ بڑھنے پائی بہتین کہ اسلامی لشکر خمیون سے مرتب مسلح لشکر مقابلہ پر آگیا۔ اسلامی فوج کے مہینہ کا کمانڈر تقی الدین عمر تھا اور میسرہ کا انسر سیف الدین یازج اور قلب کا کمان فقیہ عیسیٰ کے قبضہ میں تھا۔ مہینہ میں مصلیوں کی فوج تھی اور قلب اور مہینہ کے قلب میں دیار بکر و جزیرہ کا لشکر تھا اور سلطان صفوف لشکر میں پر رہا تھا لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے رہا تھا ایک مقام پر اسکا قیام نہ تھا کہ مہینہ والوں سے مخاطب ہو کر بیان کرتا تھا گلے میسرہ کے آخری حصہ میں جہاد کی فضیلت بیان کرتا نظر آتا تھا۔ ایک فرانسیسی مونیخ تحریر کرتا ہے کہ سلطان نے اپنی فوج کو کمال ہوشیاری سے مرتب کیا تھا اور عیسائیوں کو اس طرح کہہ لیا تھا کہ اگر عیسائی شکست کھا جائے تو ان کے واپس ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔

عیسائی فوج کے میسرہ نے اسلامی مہینہ پر حملہ کیا تقی الدین عمر جو کہ مہینہ کا کمان اور دریا کی طرف تھا وہ آگے بڑھا اور کمال مردانگی سے لڑتا رہا۔ سلطان نے قلب کی ایک کمپنی سے اسکی امداد کی اسوجہ سے قلب کی مقدار ضعیف ہو گیا اور وہ مہینہ کی طرف ہٹ گیا۔ عیسائیوں نے یہ موقع مناسب دیکھ کر بے دریغ حملے شروع کر دئے اور لشکر دیار بکر پر جاڑے قطب الدین ابن نور الدین نے جو کہ انکا کمانڈر تھا اس نے اپنی فوج آگے بڑھائی یہ دو چار ماہہ تو لہجے لڑے لیکن محسوس نہیں کہ کس وجہ سے لشکر بے قابو ہو گیا اور ایسے پسپا ہو کر بہاگے کہ بعض ایمن سے انھوں نے گزر کر طبریہ کے پل کو عبور کر گئے اور بعضوں کی نسبت تو یہ شہر پہنچے کہ انھوں نے دمشق ہی میں پہنچ کر دم لیا۔ دشمن نے انکا تعاقب تل عیاض تک جب یہ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے تو وہ واپس ہو کر سلطانی خیمہ کے قریب پہنچ گئے اور تھوڑی دیر تک خونریزی کا بازار بہت زور شور سے گرم کیا لڑتے ہوئے

وہ اسلامی کیمپ کے بازار کی طرف اے اور بازار و بازار یون کے قتل و غارت  
 میں مصروف ہو گئے۔ اسی اثناء میں سلطان نے اپنے پریشان لشکر کو مجتمع اور  
 مرتب کر لیا اور بڑے کرٹیلہ کے نیچے اکھڑا ہوا اور عیسائی فوج کے سلسلہ کو کاٹ دیا  
 اور اوپر شدید حملہ کر کے نیچے ہٹا دیا عیسائی فوج نے جب یہ رنگ دیکھا تو وہ  
 ٹیلہ سے اترنے لگی سلطان نے اوپر حملے شروع کر دیئے وہ اس فوری رنگ  
 بدلنے سے ایسا حواس باختہ ہوئے کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہی کرتے پڑتے  
 اپنے خیموں میں جا گئے۔ مسلمانوں کا اونکا پیچھا دمان تک بھی نہ پہنچا برابر  
 انکو مارتے رہے جب تک کہ وہ نہ تھکے واپس نہ ہو۔ لڑائی کا میدان عیسائی  
 مقتولوں کی لاشوں سے بھر گیا۔ علاوہ اون کے جو کہ سمندر میں غرق ہو گئے  
 یا زخموں سے نیم جان ہو رہے تھے دس ہزار عیسائی اس لڑائی میں کام آئے  
 ایک جم غفیر کو جو کہ سلطانی خیمہ کی طرف چلے گئے تھے اونکو قید کر لیا بھلہ اونکے  
 تین عورتیں بھی ہتھیں جو کہ بلیاس مردانہ میدان کارزار میں آئی تھیں اور  
 اسلامی لشکر کے مشہور امراء سے ظہیر الدین والی بیت المقدس اور امیر محلی  
 بن مردان اور شیخ جمال الدین ابو علی ابن رواحہ وغیرہم اور تقریباً ڈیڑھ سو  
 سپاہی شہید ہوئے عیسائیوں کو تو یہ بے نصیب ہی نہوا کہ وہ مسلمانوں کی  
 غنیمت لیکر اپنے خیمہ تک پہنچتے مگر اسلامی لشکر کو جو نقصان مالی پہنچا اسکی وجہ  
 یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب وقت عیسائی فوجیں بلہ کر کے خیموں تک پہنچ گئیں تھیں  
 اسوقت انکے محافظین نے بھاگتے ہوئے خیموں سے جو کچھ ہاتھ لگا ہوتا ہے بھاگے تھے۔  
 یہ سلطان ہی کے استقلال کا کام ہوا کہ اوس نے عیسائی کی فوج کو بہت  
 شکست سے بدل دیا اور مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت جنگ کو ایسا درست  
 کر دیا کہ جسکی امید نہ تھی منتشر اور بھانسی ہوئی فوج کو جمع کرنا اور پھر ایک فہمند

فوج پر حملہ کر کے اونکو سخت ہزیمت دینا کا رے دار دکھا مضمون ہے۔ اس واقعہ کی تصدیق انگریزی اور فرانسیسی مورخ کرتے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد عیسائیوں میں یہ طاقت باقی نہ رہی کہ وہ مسلمانوں کی طرف رخ کریں اور بسے ہم نبرد ہونے کو میدان میں آئیں اور عفونت ہوا کچھ سے سلطان علیل ہو گیا اور اور روسا لشکر کی یہہ رائے ہوئی کہ بالفعل صلیبی لشکر کو بحالہ چھوڑ کر مقام تبدیل کر دینا چاہئے اس اثنا میں اگر وہ چلے گئے تو فہار نہ بعد اصلاح مزاج پہر وہی لڑائی کا میدان ہوگا اور ہم ہونگے۔ اٹبا نے یہی اس رائے سے اتفاق کیا۔ چوتھی رمضان کو سلطان نے اہل عکا کو اپنی روانگی سے مطلع کیا اور اس مقام سے خدیوہ کے جانب روانگی کا حکم دیا۔

سلطان کے روانگی کے بعد صلیبی لشکر کو بہت بڑا اطمینان مل گیا اور وہ عکا کے چاروں طرف پہر پیل گیا اور عکا کی مضبوط اور مستحکم ہیڈریوں اور مقامات کو آپس میں تقسیم کر لیا اور خیمے نصب کر لئے۔ اور اپنے گرد گہری گہری خندقیں کھودنی شروع کر دیں مناسب مناسب موقعوں پر ڈھس اور مورچہ قائم کرنے اسلامی بزرگ کے ذریعہ سے سلطان کو ان حالات سے اطلاع ہوتی رہی مگر وہ علالت کی وجہ سے جب کہی کوئی عیسائی فوج محاصرہ عکا کے مقابلہ پر تحریک کرتا،

سلطان کی علالت  
اور خدیوہ کی  
روانگی

عیسائیوں  
پہر عکا کا  
محاصرہ کر لیا

سلہ ایک مورخ فرانسیسی مسلمانوں کی ہزیمت اور کامیابی کا حال یوں تحریر کرتا ہے کہ صلاح الدین نے لڑائی کے میدان میں اکیلا رہ گیا اور کئی بار سخت خطرہ میں پڑ گیا وہ تو چند وفادار نوکر و کون کوئے ہوئے اپنی فتنہ فوج کو جمع کر رہا تھا اور آخر کار وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب ہو گیا جب اسکو سہارے کے امیاب ملے تو وہ شہور اور منازرہ گری کے ساتھ لڑائی کے لئے متوجہ ہوا اور عیسائی فوج پر برکی طوح ٹوٹ پڑا۔ اور اوکلی فتح کو پریشان اور ترتر کر کے اون کو سنبھلنے تک کی مہلت نہ دی اور نہایت تیزی سے اسے عیسائی فوج کے ہر ایک حصہ کو شکست فاش دی۔



تو اکثر سلطان خاموش ہو جاتا تھا اور گاہے صاف صائبہ کہہ دیتا تھا۔  
 ”۱۲۲۱ھ احضر معہ کما یفعلون شیا و مر بما کان من الشیء ضعا  
 ما نرجو من الخیر“ یعنی جب میں انکے ساتھ نہ رہوں گا تو یہ کچھ نکرینگے  
 اور اکثر یہی ہو گا کہ جس بہتری کی امید ہم کریں گے اوس کے دو چند نقصان ہو جائیگا  
 علالت کی حالت میں اوسنے اطراف و جوانب کے امار کو طلبی کے خطوط لکھے  
 دربار بغداد کو بھی اس واقعہ اور عیسائیوں کی استعدادی سے مطلع کیا۔  
 پندرہویں شوال کو خشکی کے رام سے الملک عادل سیف الدین ابو بکر  
 بن ایوب مصری لشکر ہمراہ لئے ہوئے متہ آلات حصار و حرب مقام خروہ  
 میں اس وقت داخل ہوا جبکہ سلطان کا مزاج صحیح ہو چلا تھا اور براہ دریا  
 امیر البحر حسام الدین کوٹوٹے مصری جنگی جہازوں کا بیڑہ عکامین پہونچا دیا  
 ماہ محرم ۷۷۵ھ میں سلمان بالکل تندرست و توانا ہو گیا اور صفر کی کسی تاریخ  
 میں شکار کھیلنے کی غرض سے اپنے کیمپ سے باہر نکل گیا عیسائی فوج نے موقع مناسب  
 دیکھ کر عصر کو وقت اسلامی یزک پر حملہ کر دیا پہلے تو تیر باری ہوئی رہی پھر قلع  
 اٹھکاڑا تو تلوار و نیزوں سے ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے یہ مسلمانوں نے  
 باوجود قلت جماعت کمال استقامت و مردانگی سے مقابلہ کیا پھر رات گئے تک  
 لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اس واقعہ کی اطلاع سلطان کو شکار گاہ کے واپس  
 آنے کے بعد ہوئی اوس نے اسکے دوسرے ہی روز خروہ سے کوچ کر دیا  
 اور عکا کے قریب پہونچ کر ٹیکہ کیسان پر قائم ہوا اور بدستور عیسائیوں سے  
 جدال و قتال میں مصروف ہو گیا۔

یوم یکشنبہ پندرہویں ربیع الاول ۷۷۵ھ کو اہل شقیف نے جکاتذکرہ  
 ہم پیشتر کرائے ہیں امان طلب کی اور بخوشی خاطر شقیف چھوڑ کر صور کے

طرف چلے گئے۔

بیشوین رجب الاول ۵۸۵ھ کو عیسائیوں نے لکڑیوں کے تین برج ۳۳  
 ساتھ گز کے لمبے بنائے اور ہر برج میں پانچ پانچ طبقہ قائم کئے اور ہر طبقہ میں ایک  
 کافی تعداد آلات حرب اور لشکریوں کی رکھا۔ اور ان برجوں کو ایسی روغنون  
 سے رنگ دیا کہ اونکو نہ آگ جلا سکتی تھی اور نہ اونپر آتشباری کا چیمہ اثر کر سکتا تھا  
 یہہ برج عکا کے تین طرف قائم کئے گئے اور اسی کے آٹھ سے حملہ کرنے ہوئے آگے ٹپے  
 اہل شہر نے سلطان کو اس کیفیت سے مطلع کیا اور ان برجوں پر آتشباری کرتے  
 اٹھائیسویں ماہ مذکور کو عیسائی شہر پناہ کے فصیلوں کے قریب پہونچ گئے کیونکہ  
 وہ برجوں کے آڑ میں جا رہے تھے برجوں کو اہل شہر کے آتشباری سے کچھ نقصان  
 نہ پہونچتا تھا اور اہل شہر ان برجوں کے نہ جلنے سے سخت پریشان ہو رہے تھے  
 اونکو اپنی مجبوری و ہلاکی کا پورا پورا یقین ہو گیا تھا کہ اسی اثنا میں ایک نوعمر  
 دمشقی نفاط علی بن عریف نامی تھوڑی سی دوائیں لئے ہوئے امیر قراقوش  
 حاکم عکا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ان برجوں کے جلا دیے کا اقرار کیا  
 بعضوں نے اسکو حقارت کی آنکھوں سے دیکھا اور بعضوں نے یہہ کہا کہ شاید  
 یہی ہماری نجات کا باعث ہو اسکی راے پر عمل کرنے سے اگر فائدہ نہ ہوگا تو نقصان  
 ہی کیا ہوگا بعد رتہ و دہ کے یہوں نے اس کی پہلی راے سے اتفاق کر لیا اور اس  
 امیر قراقوش کی اجازت سے یہہ دوائیں مخنیق کے ذریعہ سے برجوں پہونچیں اور  
 تھوڑی دیر کے بعد ہانڈیاں آگ سے بہری ہوئیں یکے بعد دیگرے اون  
 تینوں برجوں پر پہونچی گئیں دفعۃً اون سے شعلے مشتعل ہوئے اور عیسائیوں  
 کے آنکھوں کے سامنے وہ تینوں برج جو کہ شہر پناہ کے فصیلوں  
 کے قریب پہونچ گئے تھے وہ آلات حرب اور سپاہیوں کے جملہ

خاک سیاہ ہو گئے اسیر قراقرش نے اس نفاٹ کو سلطان کے پاس بھیج دیا اس نے سلطان کے کسی انعام و اکرام کو قبول نہ کیا اور یہی کہتا رہا کہ ”انما علمت اللہ تعالیٰ ولا ینزل علیہ الخزعاع الا کلمنہ“ (میں یہ کام خاص اللہ کے لئے کیا ہے اکا اجرا اسی سے چاہتا ہوں)۔

عساکر سہل  
شرقیہ کی آمد

بعد اس واقعہ کے عساکر شرقیہ کی آمد شروع ہو گئی بالیسون بیع الثانی ۵۸۵ھ کو عماد الدین زنگی صاحب بخارا ایک جزار لشکر لئے ہوئے آیا پہلا جو کام اس نے کیا وہ یہ تھا کہ نصرائیون کے زخم کہنہ کو اپنے تیز تلواروں سے تازہ کر دیا اور ایک گروہ کو قتل کر کے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اسکا خیمہ میسرہ کی طرف ہنر کے جانب نصب کیا گیا۔ نوین جمادی الاول سنہ مذکورہ کو سنجہ شاہ بن سیف الدین غازی والی جزیرہ ایک مرتب باقاعدہ فوج لئے ہوئے آیا اور عماد الدین زنگی کی طرح نصرائیون پر دو چار پیہم حملہ کر کے کامیابی کے ساتھ واپس اور حسب اشارہ سلطان اسکا خیمہ بھی میسرہ کے طرف عماد الدین زنگی کے خیمہ کے پاس نصب کیا گیا۔ بعد اسکے علاء الدین ابن عز الدین مسعود اپنے باپ کی طرف سے لشکر موصول کا کمانڈر ہو کر آیا۔ یہ بھی اپنی مردانگی دکھلا کر ایک خیمہ میں جو کہ الملک الافضل اور الملک الظاہر کے خیموں کے درمیان میں نصب تھا مقیم ہوا۔

لہذا فرمائی ہوئی ان برجون کے نسبت لکھتا ہے کہ ہمیشہ ہر عساکر کی دیواروں کے زیادہ بلند تھے اور یہ ایسے چیزوں سے رنگے گئے تھے کہ انکو آگ نہ جلا سکتی تھی اسوجہ تفصیل کے پاس بلا حفاظت چھوڑ دیے گئے تھے مگر دفعۃً انہیں ایک ایسی آگ شعل ہوئی کہ وہ کبھی صورت سے نہ بچ سکے اور انکو اوسنے جلا کر خاک سیاہ کر دیا اس آتشزدگی سے کروسیڈروں کو بہت کچھ نقصان پہونچا اور انہیں سخت طاری ہو گیا بعض انہیں خدا کی مدد سے ناامید ہو کر یورپ کو چلے گئے۔

ایک ہی  
وقت میں  
تین طرف  
لڑائی

پندرہویں جمادی الاول کو سمندر کے راستہ سے مسلمانوں کے جہاز آنے  
دیکھائی گئے۔ سلطان نے انکو مصری جہازوں کا بیڑہ خیال کر کے عیسائیوں پر اس سخت  
حملہ کرنے کا حکم دیا کہ عیسائی جہازات اس کا مقابلہ نہ کریں۔ مگر عیسائی اُس کے اس  
ارادے کو ٹاٹ گئے۔ اور جہازوں کو نہایت تیزی سے درست کر کے اونکے مزاحمت  
کے غرض سے آگے بڑھے۔ سلطان نے خشکی پر ایک طرف سے حملہ کیا اور عسکروں کو  
دوسرے جانب سے لڑائی چھیڑ دی اور تیسری لڑائی بحری جہازوں میں ہونے لگی  
ایک ہی وقت میں یہ تین لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کے  
ایک جہاز کو گرفتار کر لیا اور مسلمانوں نے اونکے کئی جہازات بہ حساب و غلبہ سے  
لے لئے ہوئے گرفتار کر لئے اور صحیح و سالم عسکامین داخل ہو گئے۔ خشکی پر لڑینوالے  
بھی خوشی کے نعرے مارتے ہوئے اپنے کیمپ میں لوٹ آئے۔

شہنشاہ جرمن (ملک المان) ایک لاکھ فوج اور بروایت عربی مورخین  
دو لاکھ ساٹھ ہزار کی جمعیۃ قسطنطنیہ میں عیسائی یونانی بادشاہ ایزک انگلیس  
لڑتا ہوا جس وقت اس کے خلیج سے عبور کر کے قونیہ میں پہنچا اور وہاں اس کو ترکوں سے  
مقابلہ کرنے کی لوبت آئی اس وقت یونانی بادشاہ ایزک انگلیس جن کو عربی مورخ کیکاؤ  
کے نام سے مشہور کرتے ہیں اوس نے سلطان کو شہنشاہ جرمنی کے ارادوں سے اپنے  
خط کے ذریعہ سے مطلع کیا۔ سلطان نے ارباب شہور کے مشورہ سے اس تازہ دشمن  
کے فزاحمت کے غرض سے سرحد پر ناصر الدین ابن قلی الدین والی بیخ و عزالدین  
والی کفرطاب و مجد الدین والی بعلبک سابق الدین حاکم شیراز کو فوجوں کے  
ساتھ روانہ کیا اور الملک لظاہر کو موعہ ایک ستہ فوج کے بلا دھب کی طرف  
سرحدی مقامات کے حفاظت کے غرض سے روانہ کر دیا اور خود عسک کے محاصرہ  
کے مقابلہ میں موجود رہا۔ اور الملک الفاضل علیل ہو کر محتق ہلا گیا۔

نصرانیوں  
پر حملہ کیا  
اور ناکام ہے

ان لوگوں کے روانگی کے بعد مہمینہ میں عساکر مصریہ کو رکھا اور اسکا کمانڈر  
الملک العادل کو مقرر کیا اور سیرہ کا کمان عماد الدین زنگی کے سپرد کیا گیا۔  
عیسائیوں نے مسلمانوں کی فوج کی کمی محسوس کر لیا اور اسی خیال سے چار شہینہ  
میسویں جمادی الثانی ۶۵۷ھ کو صبح ہوتے ہی اپنے مورچے سے نکل کر ناکاہ اسلام  
لشکر کے مہمینہ پر آپڑے مصری فوج شور و غل کی آواز نہ کر اپنے آنے والے حریف کے  
جواب دینے کو تیار ہو گئی۔ پہلے تو دور سے تیر باری ہوتی رہی جب ایک دوسرے سے  
مڈ بہر ہو گئے تو تلواریں نیام سے نکل آئیں اور فریقین کے قسمت کا فیصلہ کرنے لگے  
الملک العادل نے تھوڑی دیر کے بعد اپنے لشکر کی ہیت ترکیبی کو توڑ ڈالا اور  
منتشر کر دیا عیسائی سپہ سنجہ کہ اسلامی گروہ کو شکست ہوئی الملک العادل کے  
خیمہ تک بڑھ گئے اور لوٹنے میں مصروف ہو گئے ایک طرف سے الملک العادل نے  
اور دوسرے طرف سے علاء الدین خرم شاہ بن عمر الدین مسعود نے حملے  
شروع کر دیے چاروں طرف سے عیسائی تلواروں سے گھر گئے اور سب سب  
اون کے خون اشام تلواروں کے نذر ہو گئی الملک العادل کے خیمہ سے لیکر  
عیسائیوں کے خیموں تک نین کو س کامیدان عیسائیوں کے لاشوں سے پُر ہو گیا  
اون کے مقتولوں کی صحیح تعداد بتانے میں مورخین نے اختلاف کیا ہے بعض  
دس ہزار بیان کرتے ہیں اور بعض سات ہزار بتاتے ہیں مگر ہر حال میں پانچ ہزار  
سے زیادہ تھے اور مسلمانوں میں سے دس آدمی غیر معروف شہید ہوئے۔ عساکر  
کے محصور مسلمانوں نے بھی شہر سے نکل کر اسی حالت میں عیسائیوں کے کیمپ پر  
حملہ کیا اور چند عورتوں کو پکڑ لے گئے اور کچھ سہا بنے مال لوٹ لیا۔ عیسائی  
کروسیں ڈھونڈنے کو رات کی تاریکی نے بچا لیا ورنہ ظہر اوہ اس تباہی سے  
بچ نہ سکتے تھے

اس لڑائی کے بعد عیسائیوں کو اونکے جانی اور مالی نقصانات لڑنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اون کے حوصلوں کو اس قدر پست کر دیا تھا کہ لڑائی کے نام سے اون کے کالوں پر چون نک نہ لگتی تھی۔ شہنشاہ جرمنی کی شرکت کے بہرہ و سہہ حکامین رُکے تھے ورنہ اونہیں سے اکثر یورپ کلب کے پہنچ جاتے۔ لڑائی کے چوتھے روز سلطان کے پاس حلب سے اس ضمنوں کا خط آیا کہ ”شہنشاہ جرمنی شہر طرسوس کے قریب نہر میں ڈوب کر مر گیا اور سکا کل لشکر جرمن کو جلا گیا ہے صرف چالیس یا بیالیس ہزار فوج اوس کے قائم مقام لڑکے کا ساتھ دے رہی ہے اور اوس کے ہمراہ بندر کا پر اوترنے والی ہے“ سلطان نے اس خط کو اپنے لشکر میں شائع کر دیا رفتہ رفتہ اسکی خیر عیسائیوں تک پہنچتی پہلے تو اونکو کچھ شبہ ہوا مگر بعد تصدیق کے اس خیر نے اونکی امید و نکو توڑ دیا اور وہ پوسی کے حالت میں ایسے بدحواس ہو گئے کہ صلح کے نہایت ستر مناک ذریعہ تلاش کرنے لگے ناگاہ اونکی خوش فہمی سے یورپ کے جہازوں کا بیڑہ حکامین پہنچ گیا جس میں شاہ فرانس اور شاہ انگلند کے بھیجے تھے اور اون کے ہمراہ اطالیہ کے فوجوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ علاوہ اس کے اون میں مال و سباب بھی بیکار لدا ہوا تھا اونکی آمد سے عیسائیوں کو پہرا کیر تہہ ڈمارس بندہ گئی اور اون کے تن مردہ میں روح آگئی۔

ان واقعات کے بعد ہوا میں پہر عفونت آگئی و باپہیلنے کے آثار نمایاں ہو چلے سلطان کی بھی طبیعت بدحظ ہوتی نظر آئی اسی وجہ سے اس نے سائیسٹوین

۱۵ کو نیٹ ہنری جسکو مسلمان مورخ کندھری کہتے ہیں اس جہاز میں بٹا اور وہ رچرڈ شاہ انگلستان کا بھیجا تھا۔ اسکے ہمراہ دس ہزار فوج آئی تھی۔

۱۶ اطالیہ کی بیس ہزار فوج بھی اور اونپر کونٹ آف شاہین حکومت کرتا تھا۔

جمادی الثانی کو اس مقام سے خروپہ کے جانب سدوانگی کا حکم دیدیا بعد روانگی سلطان پہلے تو نصرانیوں نے مخینقین نصب کرنے کی کوششیں کیں لیکن اہل عساکر کے سنگباری نے ان کو اس قدر مہلت ہی نہ دی آخر کار وہ انہوں نے ایک دھس تیار کر لیا اور بند ریچ دھس کو آگے بڑھانے لگے جو قوت بہہ دھس سے موقع پر پہونچ گیا جہاں سے کہ قلعہ کے فصیلوں تک پہنچ ہو چسکتا ہوتا فوراً اوسی مقام پر مخینقین قائم کر کے سنگباری کرنے لگے ایک روز امریکی سپہ سالار آٹن قراقوش گورنر عساکر اور حسام الدین ابوالہیجا کمانڈر انچیف نے مشورہ کر کے شب کے وقت شہر پناہ کا دروازہ کھولا اور کچھ سوار و پیادوں کو لیکر انظرین شہر میں مارا اور عیسائی فوجیں حملوں کے جواب دینے میں مصروف ہو گئیں اور اسلامی نفاطون نے مخینقون کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس واقعہ میں عیسائیوں کے سات سو آدمی مارے گئے اور اس سے کچھ زیادہ آدمی قید کر لئے گئے اور منجملہ ان مخینقون کے جسکو سلامیوں نے جلا دیا تھا ایک مخینق بہت بڑی اور سخت تھی جسکو شاہ فرانس نے بھیجتے ایک ہزار پانچ سو خرچ کر کے بنوایا تھا۔

انہیں دلوں دو ایک روز کے بعد بیروت سے حسب حکم سلطان ایک بڑی کشتی جس میں کھانے پینے کے سامان اور آلات حرب بکثرت تھے روانہ ہوئی کشتی والوں نے حدود بیروت سے نکل کر اسلامی لباس اتار ڈالا اور کشتی پر عیسائی نشان چڑھا کر خود بھی فرانسیسیوں کے لباس پہن لئے اس وجہ سے کسی نے اشارہ راہ میں کچھ تعرض نہ کیا اور پہنچتی کمال تیزی سے بحفاظت تمام رجب کے عشرہ اول میں داخل عساکر ہو گئی۔ اثناء محاصرہ میں اس قسم کی چالاکیاں اکثر ہوئیں اسلامی کشتیاں اپنے محاصرین کو دھوکا دیکر نکل جاتی تھیں اور ان کو خبر نہ ہوتی تھی۔

کہی ایسا ہی ہوا ہے کہ جب ایک کو دوسرے کی حالت آگاہی ہوتی ہتی تو اپنے  
 فریق مخالف کو گرفتار ہی کر لیتے تھے چنانچہ شاہ فرانس کی بی بی کئی مذہبی جوش میں آکر  
 ایک ہزار جرمنی لڑنے والے سپاہیوں کو براہ دریا عکا کو روانہ کیا تھا اور خود ہی  
 ان کے پیچھے پیچھے ایک کشتی میں آرہی تھی۔ مسلمانوں نے اسکو پہچان لیا اور صلہ کر کے  
 یتیموں کو گرفتار کر لیا اور کُل مال و اسباب و سکاٹوٹ لیا۔ صرف شاہ فرانس کی  
 بی بی ہزار خرابی جان بچا کر بھاگ گئی۔ شعبان کے عشرہ وسط میں ایک بڑی کشتی  
 مصری جس میں ہر قسم کا اسباب لدا ہوا تھا حاضرین کے آنکھوں میں دھول  
 ڈال کر محفوظ حکامین داخل ہوئی اہل عکا اس کشتی کے آنے سے اس قدر خوش  
 ہوئے کہ بعد اس کے پہر کسی چیز نے انکو اس سے زیادہ خوش نہیں کیا ہوگا۔  
 شہنشاہ جرمنی کا لڑکا فریڈرک ڈیوک آف سوا بیا جسکے باپ کے ڈیوچکی  
 کیفیت اس سے پیشتر تحریر ہو چکی ہے اپنی بقیہ پانچ ہزار فوج کو ہمراہ لئے ہوئے  
 عکا کی طرف چلا آتا ہے رفتہ رفتہ یہ جرمنی فوج اپنے نئے شہنشاہ کے ساتھ  
 ساتھ جس وقت طرابلس میں پہونچی حرکات و الی صورتوں کو اس مذہبی لڑائی کا  
 بانی تھا استقبال کے لئے پہلے ہی سے وہاں موجود تھا اوس نے کمال خوشی اور  
 خندہ پیشانی سے جرمنی لشکر کا خیر مقدم کیا اور نئے شہنشاہ جرمنی سے کچھ  
 صلاح و مشورے کر کے از سر نو ایک ایسا حیلہ اوٹھایا جس سے کہ سچی دنیا کا  
 جنون از سر نو تازہ ہو گیا اور صلب و حماۃ کو شمالی جانب چھوڑتے ہوئے شعبان  
 کے عشرہ آخر میں یہ دو لون عیسائی سردار ورمین پہونچے اور ہشتاد  
 چنڈ جان نثاروں کے کل لشکر کو اوسی روارومی میں عکا کے طرف روانہ کر دیا۔  
 چہٹی رمضان تک یہ دو لون صورت میں مقیم رہے ساتویں ماہ مذکور کو شہنشاہ  
 جرمنی صہ اپنے جان نثاروں کے صورت سے براہ دریا روانہ ہو کر تیسرے روز



عکامین پہونچ گیا اور دوسرے دن یزک اسلامیہ برجو کہ مقام عیاضیہ میں مقیم تھا حکم دیا  
یزک نے تیر بار یہی شروع کر دی اور جب اسکا موقع نہ ملا تو تلوار اور نیزوں سے  
کام لینے لگے۔ اسلامی بہادروں نے اپنی تیز تلواروں کے ذریعہ سے چند ساتھیوں  
میں سے شہنشاہ جرمنی کے غرور جوانی کو فرو کر دیا۔ اور اگر وہ ایک گھنٹہ اور  
رہتا تو یقیناً اسلامیوں کے ہاتھوں سے پکار اپنے خیمہ تک نہ پہونچتا یہ بڑی  
خیر گزری کہ بدحواسی کے عالم میں وہ بہاگ نکلا۔ جانی نقصان اسلامی  
یزک بالکل محفوظ رہے اور جرمنی سپاہیوں میں سے تقریباً چھ سو سپاہی  
کام آگئے اور تین سو کے قریب زخمی ہوئے۔

چونکہ گزشتہ واقعات سے عیسائی افسروں کو یہ علم یقین کے ساتھ ہو گیا  
کہ جب تک عکامین فوج اور غلہ اور ہتھیار پہونچنا نہ ہوگا اس وقت تک اس  
قبضہ حاصل نہ ہو سکیگا اسوجہ سے انہوں نے اس کے رُودک تھام کی یہی فکر کی کہ  
برج زبان کو جلا کر اس پر قبضہ کر لیا جائے کیونکہ اسی برج کی وجہ سے اسلامی  
جہاز و مان پہونچ کر دشمن کے حملوں سے محفوظ ہو جاتے تھے عیسائیوں نے اسکو  
جلائے اور اس پر قبضہ کر لینے کی صورت یہ نکالی کہ اپنے جہازوں پر ایک بلند  
مینار بنایا اور اس میں بارود وغیرہ پہونچا جس سے یہ مقصود ہوتا کہ یہ جہاز  
برج زبان کے قریب پہونچ کر جلا دیئے جائیں گے تاکہ اسلامی جہاز اور برج سے  
اوس کے محافظین کی بجائے۔ مگر اتفاق کچھ ایسا ہوا کہ جس وقت عیسائیوں نے  
اس میں آگ لگائی ہوئی ایسی مخالفت چلی کہ بجائے مسلمانوں کے نقصان پہونچا  
خود عیسائیوں کو ان کے بارود اور آتش زنی نے نقصان پہونچا اسکو ڈیو کرافٹ  
آئرش بکے اور کل عیسائی جواں جہازوں میں تھے بعض جلا کر اور بعض سمندر  
میں ڈوب کر مر گئے خشکی پر یہ واقعہ گزرا کہ امیر حسام الدین ابوالہجاء دفعۃً

نصارائی  
برج زبان  
حکم کیا اور  
ناکام ہے

معہ اپنے جری لشکر کے شہر سپاہ کا شمالی دروازہ کہو لکر نکل آیا اور اپنی چپکٹی ہوئی  
 تلوار دن سے نصرا نیون کے چٹکے چھوڑا دیئے ایک دوسرے پر مہنہ کے بل  
 گرنے لگے تین گھنٹہ کے اندر ہی اندر وہ میدان جو کہ شہر عکا اور نصرا نیون کے  
 مورچہ کے درمیان میں تھا خالی کرالیا اور اس فرحت افزا واقعہ کے گزارش  
 کرنے کے غرض سے ایک قاصد دربار سلطانی میں حاضر ہوا اتفاق سے اسی روز  
 سابق الدین اور مجد الدین اور الملک الظاہر وغیرہ جو کہ مقصد  
 جلو گیری شہنشاہ جرمنی روانہ کئے گئے تھے واپس آئے۔ گیارہویں سوال  
 ۳۵۸۶ یوم دوشنبہ کو عیسائی کروسیڈر پہر جوش مردانگی میں آکر اپنے  
 مورچہ سے نکلے اور اپنی فوج کو تین حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ کو اہل عکا کے  
 مقابلہ میں رکھا اور ایک گروہ کو جو کہ پہلے حصہ کے بر نسبت تعداد میں کم تھا  
 اونکو مورچہ اور خمیون کی حفاظت پر مامور کیا اور سب سے بڑے حصہ کو عیسائی  
 افسر اپنے ہمراہ لیکر سلطانی کیمپ کی طرف بڑھے۔ اسلامی لشکر کے قلب کا  
 کمانڈر الملک الافضل علی سلطان کا لڑکا ہوتا تھا اور اس کے ساتھ  
 الملک الظاہر بھی قلب ہی میں تھا اور الملک العادل ہمینہ کا  
 افسر اعلیٰ ہوتا میسرہ کا کمان عموالدین صاحب بخارا کر رہا تھا اور سلطان  
 عمالت کے وجہ سے نقل و حرکت نہیں کر سکتا تھا اسی وجہ سے ایک چھوٹے  
 سے ٹیلہ پر ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا جس میں ہمارا ناجی سلطان ایک کرسی پر  
 بیٹھا ہوا لڑائی کے نشیب و فراز کو دیکھ رہا تھا اور موقع موقع سے اون کو  
 ہر ایک امر کی ہدایت کرتا جاتا تھا۔ عیسائی حملہ آور فوج میں اپنے مورچہ سے  
 نکل کر نہر کے مشرقی جانب کو چلے گئے اور سلامی تیر اندازوں نے ایسی تیر باری  
 کی کہ جس سے مجبوراً سچی لشکر مشرقی جانب سے مڑ کر نہر کے مغربی جانب تیر سچی بڑھا

شام تک طرفین سے ایک دوسرے کا جواب دیتے رہے۔ رات کے آجائے عیسائی اپنے خندقوں اور مورچوں میں پس پا ہو کر واپس آئے اور اسلامی فوجیں اپنے کیمپ میں چلی گئیں

تیسویں سوال کے شب کو اسلامی فوج کا ایک دستہ ادھر اُدھر پاروں کے دروں میں چھپ رہا صبح ہوتے ہی تھوڑے سے سپاہیوں نے نصرانیوں کے مورچے کے طرف قدم بڑھایا چار سو مسلح نصرانی سواروں نے پہلے تو تیرے بعد اسکے نیزہ اور تلواروں سے آنے والے حریف کا خیر مقدم کیا۔ اسلامی گروہ نصرانیوں کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے پیچھے ہٹے آتے تھے اور نصرانی سواروں کا دستہ آگے بڑھتا آتا تھا تا آنکہ اپنے مورچے سے باہر گئے اور ان لوگوں سے بھی تجاوز کر آئے جو کہ پہلے سے انکی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے اسلامیوں نے دفعۃً دروں سے نکل کر حملہ کیا اور ایک متنفس کو بھی ان چار سو سواروں میں سے زندہ نہ چھوڑا اسی قسم کے طرفین سے اکثر واقعات ہوئے عیسائی اور مسلمان ایک دوسرے کے نقصان پہنچانے اور ہزیمت دینے پر مائل رہے تا آنکہ موسم سرما آگیا اور جاڑے کی شدت نے لڑائی کا بازار سرد کر دیا۔ دریا کی شورش بڑھ گئی نصرانیوں نے مجبوراً اپنے جنگی جہازوں کا بیڑہ معہ معمولی بار برداری کی کشتیوں کے صورت اور جزائر کی طرف روانہ کر دیا۔ رہتہ دریا کا کہل گیا۔ عساکر کے امراء کے قائم مقام دوسرے امیر روانہ کئے جانے لگے الملک العادل حیفہ کے مقابل دریا کے کنارہ بنظر حفاظت آئندہ روزندگان عکا جا بھیرا۔ امیر حسام الدین ابوالہیجا لشکر عکا کا کمانڈر انچیف اسلامی کیمپ میں آگیا۔ اور بجائے اس کے سیف الدین علی ابن احمد مشطوب اور عز الدین بھیجے گئے

چار سو  
نصرانی  
سوار  
مائلے گئے

مجاہدین اور عساکر سلطانی اور نیز نامی نامی جری جنرل اپنے اپنے بلاد کو حسب دستور واپس ہونے لگے چنانچہ پچیسویں شوال کو عماد الدین صاحب بخارا اور اوس کے دوسرے دن صاحب جزیرہ اور پہلی ذیقعدہ کو علاء الدین نوین محرم ۵۸۷ھ کو الملک الظاہر تیسری صفر کو الملک المظفر کے بعد یگرے سلطان سے رخصت ہو کر اپنے اپنے دار الحکومت کو واپس ہوئے اور سلطان عہدہ فوج جان نثاروں کے عہد کے باہر عیسائیوں کے مقابل ٹہلیر باغکامین اسیر تہ فوجی اور ملکی افسر کے نسبت کم داخل کئے گئے۔ پہلے ساہیہ مختلف درجہ افسر تھے تو اسیر تہ معلوم نہیں کہ کچھ صرف میں ہی بھیجے گئے۔ اور دہانکی موجودہ فوجیں ہی تبدیل کر دی گئیں۔ سلاسن ملی نے آئندہ نہایت مہلک غلطی میں ڈال دیا۔ نئی فوجیں بالکل نا تجربہ کار تھیں اور ان کے افسر بھی ایسا ہی تھے۔

عیسائی فوجیں جو اس وقت موجود تھیں جن کے مقابلہ میں سلطان اپنے جان نثاروں کو لئے ہوئے پڑا تھا ان کی یہ کیفیت تھی کہ وہ لڑائی کا میدان چھوڑ کر پہاڑیوں اور ٹیلوں پر چڑھ گئی تھیں۔ سارا میدان جنگ پانی سے بھرا ہوا تھا نہ تو وہ خشکی کے راہ سے اپنے ملک کو جاسکتے تھے اور نہ دریا کے شورش سے دریا کا سفر کر سکتے تھے۔ قحط کی یہ شدت تھی غلہ بمشکل تمام دستیاب ہوا تھا۔ اپنی ضروریات زندگی میں وہ اس قدر محتاج ہو رہے تھے کہ بعضوں نے مجبور ہو کر ایم جان سے اسلام قبول کر لیا تھا اور بعض دوسرے مسلمانوں کے جہازوں پر جا کر جزیرہ قبرس اور ساحل شام پر غارت گری کر رہے تھے۔ اور گاہ گاہ کروسیڈروں کی جماعتیں اپنے گرد و نواح کے سبز مینوں پر غلہ کی فراہمی کے غرض سے لوٹ و مار کرنے کو نکلتی تھیں جن کو مسلمانوں کی فوجیں کمینگا ہوں سے نکل کر مار کر ہٹا دیتی تھیں۔ نوے کروڑوں کو ایک پیمانہ غلہ کا ملتا تھا جس میں چاس پونڈ آٹا ہوتا تھا۔ اس نرخ و قیمت سے بڑے بڑے امرا و رؤساء و شہزادے خرید کر سکتے تھے۔ معمولی اور

اوسکے درجے کے عیسائی کروسیڈر گھوڑوں کو مار کر کہا گئے اور اسکے بعد چڑھا اور ساز اور پورانی کہالین کہانے لگے۔ اس مصیبت کے علاوہ اوپر ایک مصیبت یہہ اور وارد ہو رہی تھی کہ جولاشین ادہراؤدہر خندقوں اور دریا کناروں پر پڑی رگھین ہتھین اونکی عفونت کی وجہ سے متعدد ہی بیماریاں پیدا ہو گئیں جس سے روزانہ دوسو تین سو کروسیڈر مر جاتے تھے۔ اسی بیماری میں بعض ناجی ناجی شدہ اور بھی ضائع ہو گئے اور اونکی ماتحتی کی فوجیں اوپر حسرت کے آنسو بہا کر یورپ کو لوٹ گئیں۔

موسم سرد مانگ تو یہی کیفیت رہی مگر فصل بہار کے آنے ہی فلپ شاہ فرانس اور رچرڈ بادشاہ انگلینڈ کی آمد کی خبریں مشہور ہوئیں۔ سلطان کے طلب پر اسلامی ائمہ اور اہل ہی آنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے علم الدین سلیمان اور اوس کے بعد عز الدین آیا اور عیسائیوں میں ۳۰۔ ربیع الثانی ۵۸۷ھ کو شاہ فرانس ایک جنگی جہازوں کا بیڑہ لئے ہوئے آہو بچا اور اس کے بعد رچرڈ شاہ انگلستان تیرہویں جمادی الاول سنہ مذکور میں آیا۔ عیسائیوں کو اس کے آنے سے ہقدر خوشی ہوئی کہ بقول فریسی مورخ اوہنون نے اسکے آنے کی خوشی میں فوجیں روشنی کی۔ اور اپنے اوس تازہ جوش سے جسکو کہ کوئی چیز مانع نہ ہو سکتی تھی حملہ کی تیاریاں کرنے لگے سلطان بھی شفر غم سے کوچ کر کے عسک کے قریب آہو بچا۔ اور فریقین میں چہر چہاڑ شروع ہو گئی۔

ملہ فریڈرک ڈیوک آف سوابیا (شہنشاہ جرمنی متوفی کارل کا) اہنن د لون یردشلیم کی متبادل میں لئے ہوئے بہو کہوں اپنے خیمہ میں مرگیا اور اوس کے بد نصیب بہرا ہی عیسائیوں کے معاملات سے تنگ آکر اپنے ملک کو واپس گئے۔

اشنا و راہ میں جس وقت شاہ انگلینڈ جزیرہ قبرس سے ٹھکرے کا کو آ رہا تھا  
 ناگاہ مسلمانوں کی ایک بڑی کشتی سے ڈیڑھ بیڑہ ہو گیا جس میں سات سو سپاہی اور  
 سامان جنگ غلہ تھا۔ انگریزوں نے اس پر حملے شروع کر دیے۔ یعقوب حلبی نے  
 اپنے کو مقابلہ سے محبور سمجھ کر کشتی میں رختہ کر دیا جس سے کل مال و سبابت اون  
 لوگوں کے جو کہ اس کشتی پر پہنچے ڈوب گیا۔ اور انگریزوں کے ہاتھ کچھ نہ لگا۔  
 چوتھوں میں جمادی الاول کو اسلامی نیک نے عیسائیوں کے گیمپ پر  
 شب خون مارا۔ اون میں سے دو سو آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور بچاس کو  
 گرفتار کر لے۔ ان قیدیوں میں ایک کمسن بچہ بھی تھا جس کے واپس دینے کا  
 ماجرہ جس سے ہمارے سلطان کی حمد کی کامل طور سے ثابت ہوتی ہے اس  
 پہلے تحریر کر چکے ہیں۔ سو اہو میں ماہ مذکور کو جب عیسائیوں نے پتہ پہنکنے کی کھلیں  
 اور سامان جنگ تیار کر لئے تو اوہوں نے شہر پر حملے شروع کر دیے اسی سال  
 جنگ میں ایک مرتفع برج ہی تھا جس کا پہلا طبقہ لکڑی کا اور دوسرا رانگہ کا اور  
 تیسرا لوہے کا اور چوتھا تانبا کا تھا اور ہر طبقہ میں ایک کافی تعداد فوج کی تھی  
 اس برج کے طبقات سے عیسائی فوجیں گولہ باری کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔  
 اہل شہر نے اسکے جلانے کی ہر چند تدبیریں کیں لیکن کسبیں انکو کامیابی نہ ہوئی  
 اتفاق وقت سے خود عیسائیوں کے ہاتھوں سے اس برج میں آگ لگ گئی  
 اور کل عیسائی جو اس میں موجود تھے سب سب جل گئے اور عیسائیوں نے  
 کوہر عیسائیوں نے ایک تازہ جوش سے عسکری حملہ کیا اہل شہر کے نقاروں کی آواز  
 نے جب سلطان کو عیسائیوں کے حملوں سے آگاہ کر دیا تو وہ بھی اپنی فوج کو مرتب  
 کر کے سوار ہو کر نکلا اور آرن و احمد میں اسکا لشکر۔ عیسائیوں کے مورچہ تک  
 پہنچ گیا آہٹہ کہنٹہ کامل تلوار کی لڑائی ہوتی رہی کشتوں کے پشتہ لگ گئے۔

عیسائیوں کے حملہ اور گروہ نے جب اپنے خیمہ کے محافظین کی اتر حالت دیکھی تو اہل شہر و حملہ کرنے سے اعراض کر کے اپنے مورچہ کی طرف مائل ہوا اور شام تک لڑتا رہا۔ اس لڑائی میں صرف دو مسلمان سپاہی شہید ہوئے اور نو یا دس آدمی زخمی ہوئے اور عیسائیوں کے دو ہزار آدمی کام آئے اور ایک ہزار کے قریب مجروح ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد شاہ انگلینڈ (رچرڈ) گہرا کر یا بہہ کہ بیمار ہو گیا اس وجہ سے ایک قاصد الملک العادل کے توسط سے سلطان فی بارگاہ میں روانہ کیا اور ملاقات کرنے کی درخواست کی سلطان نے ملنے سے انکار کیا مگر برف اور میوے جو اس نے مانگ بھیجے تھے بھیج دیے عیسائی مورخین یہ شہادت دیتے ہیں کہ رچرڈ اور فلپ دونوں بادشاہ سلطان سے خط و کتابت کرتے تھے اور سلطان نے ان کے بیماری کے زمانہ میں برف اور میوے بھیجے تھے۔

الغرض بیسویں جمادی الاول کو جب صلیبی لشکر کے کمانڈروں نے اپنے خیموں کی حفاظت کا اہتمام کر لیا تو اسکے بعد شام ہوتے ہی خند فوج کے لشکر شہر کا کے طرف بڑھے۔ یہ زک سلامی اور اہل شہر کے نقاروں نے سلطان کو اس واقعہ سے مطلع کیا سلطان نے جان شارون نے کمرن باندہ لیٹین سے لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ عیسائی لشکر نے ریا کے شمالی جانب سے رخ پھیر کر نہر کے جانب راست سے شہر پر حملہ کیا اہل شہر نے کمال استقلال سے جواب دینا شروع کیا۔ یہ اپنے وحشیانہ ظلم سے عالم کو تہ و بالا کر رہے تھے جس کو گرفتار کرتے تھے روعن لفظ چڑک کر جلا دیتے تھے اور مسلمانوں کے ماتھے پر عیسائی پڑ جاتے تھے وہ بحفاظت تمام قید خانہ پہنچا دیتے تھے۔

اسی اشارہ میں شاہ انگلینڈ علیل ہو گیا اور شاہ فرانس ایسی لڑائی میں زخمی ہو گیا لیکن عیسائیوں کے جوش کی کوئی انتہا نہ تھی تیسویں جمادی الاول کو لشکر سنجا رجب کا نڈر مجاہد الدین برقعش ہتا سلطان نے اسکو میسرہ میں ٹھہرایا بعد اس کے پہلی جمادی الثانی کو مصری لشکر بسیرگر وہی علم الدین کرخی اور علماء الدین صاحب موصل ہوا اپنے فوج کے آیا اور سمینہ کی طرف خیمہ زن ہوا دوسری جمادی الثانی سے شبانہ روز لڑائی شروع ہو گئی کہی گوکہ باری سے فضاء آسمان دھواں دہاں ہو جاتا تھا اور کہی مخنیقون کی سنگ باری کاں ہین دیے جاتے تھے کسی کسی وقت آتشباری کا بھی بازار گرم ہو جاتا تھا جب محاصروں ہلکے کر کے شہر کے دیواروں کے نزدیک ہو جاتے تھے تو مسلمان انکو ہنایت سختی سے پیچھے ہٹا دیتے تھے۔ عیسائی ہر روز شہر کے فتح کرنے کے لئے ایک تازہ کوشش کرتے تھے مگر سلطان کے حملہ سے اپنے خیموں کے حفاظت کے غرض سے پیچھے ہٹ آتے تھے۔ ایک مرتبہ کے حملہ میں عیسائیوں نے شہر کے خندقوں کو اپنے مردہ لاشوں اور گھوڑوں کی لاشوں سے پاٹ دیا اور مسلمانوں نے انکی لاشوں کو اوٹھا کر دریا کی طرف پھینک دیا اور خندق کو پہر خالی و صاف کر لیا۔ اور اپنے دشمن کو قربانی کرنے پر تلے رہے کہی وہ عیسائیوں کی کلین جلاڈالتے تھے اور کہی اون کے دمد مون کو اوکھا کر میدان سے دور پھینک دیتے تھے مگر عیسائی ہر روز ایک تازہ جوش سے آگے بڑھتے جاتے تھے۔ آخر کار متواتر راتوں کے جاگنے اور کمی فوج اور شانہ زری لڑائی سے اہل شہر تھک گئے اور مجبور ہو کر سلطان کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ ”شبانہ روزی لڑائی سے ہم لوگ تنگ ہے ہین آج سات روز سے مکر تک ہین کھولی گئی رات دن میں



ایک لحظہ ہی آرام نہیں کر سکے عسکری شہر پناہ کی شمالی دیوار بالکل کمزور ہو گئی ہے  
اگر اس لڑائی کا سلسلہ ایسا ہی قائم رہا تو یقینی عسکری پرخشاہتہ صلیبیان  
اُڑا دیا جائے گا۔ ہملوگون کی ہمتیں بست ہو گئی ہیں ہاتھ پاؤں ڈھیلے  
پڑ گئے ہیں آپ اسکا انتظام جہاں تک ممکن ہو جلد کیجئے ورنہ مختصر یہ ہم عسکری  
چھوڑ دینگے۔“ سلطان کو اس خط نے اس قدر شوش کر دیا کہ رات بھر سو  
نیند نہ آئی صبح ہوتے ہی اسکا جواب لکھ کر قاصد کو عسکری طرف روانہ کیا۔  
اور شہر میں فوج و سامان جنگ داخل کرنے کی کوشش کی مگر کافی طور سے  
داخل نہ کر سکا۔ دسویں ماہ مذکور یوم جمعہ کو الملک العادل کے پاس عیسائیوں کا  
پہر ایک قاصد آیا اور کچھ دیر تک باتیں کر کے واپس گیا جسکا نتیجہ کچھ نہ معلوم  
گیا رہوین تاریخ کو سیف الدین مشطوب محصورین عسکری بطون سے شاہ  
فرانس کے پاس صلح کرنے اور امان طلب کرنے کے غرض سے گیا شاہ فرانس  
نے یہہ تجویز کیا کہ سلمان کل بلاد ساحل جو جنگ طبر یاس کے بعد فتح کیا ہے  
چھوڑ دین اسپر امیر سیف الدین سخت برہم ہوا اور یہہ کہہ کر وہ ہم اور ہمارے  
چمراہی عسکری دیواروں کے نیچے جانیگے اور اسکو ہم بے حفاظت ہرگز چھوڑینگے  
شاہ فرانس کے پاس سے چلا آیا اور بارہوین تاریخ کو پہر ایک عیضہ سلطان  
کے خدمت میں بھیجا جسکا مضمون یہہ تھا کہ ہملوگون نے موت سے بیعت کر لی ہے  
جب تک دم میں دم باقی ہے برابر لڑنے رہیں گے جیسے جی عسکری کو چھوڑینگے۔  
اور نہ عیسائیوں سے صلح کرینگے آپ جو مناسب سمجھیں انتظام کریں۔“ سلطان  
اس خط کے پانے سے کسی قدر زیادہ شوش ہوا اور عیسائیوں سے صلح کے بارے  
میں گفتگو کرنے لگا مگر شدنی امرا اہل عسکری نے سامان جنگ کی کمی سے تنگ ہو کر  
بہاننا شروع کر دیا ان پہل گئے والوں نے اہل شہر کو اور بہت ہمت بنا دیا آخر کار

نور سلطان نے بھی اہل شہر کے بچائیکے یہی تدبیر نکالی مگر اتفاق سے عیسائیوں کو اسکی اطلاع ہو گئی اور انہوں نے ناکون کی حفاظت کر لی۔ اہل شہر نے تنگ ہو کر عیسائیوں سے پھر صلح کے خواہش گاری ظاہر کی اور مجبوری شہر عکا پھر کرنے کے علاوہ دولاکھ دینار اور پانچ سو قیدی اور صلیب اعظم واپس کرنے کا وعدہ کیا اور چودہ ہزار دینار مرکش صاحب صور کو دینے کا اقرار کیا اور تالیفائے وعدہ اہل عکا بطور ضمانت عیسائیوں کے قبضہ میں رہنے کا قرار پایا۔ سلطان ان شرائط کو سنکر بڑکلا و ہٹا اور اس نے ایک آخری کو مشن شہر کے بچانے کی کی مگر یہ سب بیسو دہتی کیونکہ تیاری کے اثنا میں اہل شہر نے شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا تھا یہ واقعہ ۱۷ جمادی الثانی یوم جمعہ کو ہوا اور بعد دو ہر عکا کے مینار و نہر صلیبی پہرہ اوڑا گیا اور ستائیس رجب ۵۴۰ کو عیسائیوں نے نفیض عہد کیا اور عصر کی وقت اون بیگناہوں کو جنہوں نے کہ بصلح و آمان عکا سپرد کر دیا تھا اور جو کہ تعداد آئین ہزار سے زیادہ تھے کیسان اور عیاضیہ کے مابین بکسی اور بے بسی سے شہید کر ڈالا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس ماجراے عبرت افزا نے جس قدر صدمہ سلام پناہ سلطان کو پہونچا، اوسکا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے عربی مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان کی رنج

سلطانی مورخ انکی تعداد پانچ ہزار بیان کرتا ہے ایک فرانسیسی مورخ رچرڈ کی اس بجا حرکت کی نسبت لکھتا ہے کہ نہ تو اس نے اُن غریب اور بے پناہ دشمنوں پر رحم کیا اور نہ عیسائیوں پر جن سے سلمان اس خون کا عوض لے بغیر رہ نہیں سکتے تھے۔ اور پانچ ہزار مسلمانوں کا خون ہا دیا پھر آگے چلکر لکھتا ہے کہ رچرڈ کے اس فعل سے جس سے تمام عیسائی فوج کو صدمہ پہونچا اس کے فاصلت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اُس شہین والدہ کے طرح ہوتا جو اپنا پیارا بچہ کہو بیٹی ہو۔ سلمان کو تسلی دیتے تھے مگر اسکو تسکین نہ ہوتی تھی۔

سلطان نے عساکر کے اسطرح کہوئے جانے کے بعد صلیب اعظم اور سچی قیدیوں کو دمشق کی جانب روانہ کر دیا۔ اور بلاد ساحل کے شہروں اور بیت المقدس کے اطراف و جوانب کی حفاظت میں معہ اپنے جری لشکر کے منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا عسقلان کی طرف روانہ ہوا۔ الملک الافضل سیف الدین یازکوش عسقلان جردیک وغیرہ اسلامی بزرگ کے کمانیر تھے انلوگوں نے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی غرض سے نصرائیوں کے ساتھ پر حملہ کر دیا اور ایک گروہ کو قتل اور کثیر التعداد مسیحیوں کو گرفتار کر لیا۔ شاہ انگلیٹڈ ہیہ واقعہ دیکھ کر مقدمۃ الجیش کا کمان شاہ فرانس کے سپرد کر کے ساتھ میں آگیا جبکہ لڑائی کا بازار سرد ہو گیا تھا۔ شام ہوتے ہوتے حیفائے قریب پہونچ کر خیمہ زن ہوئے اور اسلامی لشکر ایک دوسرے فریہ میں جو کہ حیفائے قریب ہوتا مقیم ہوا۔ دوسرے دن عیسائی قیسا کی طرف روانہ ہوئے اوہیں کے ساتھ ساتھ اسلامی لشکر بھی اونکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے چلا اتنا راہ میں جب موقع پاتے تھے تو وہ عیسائیوں پر اسطرح سے گرتے تھے کہ جس طرح بھوکا شیر شکار پر گر تلے۔ عیسائی فوجیں جسوقت قیساریہ کے قریب پہونچیں سلماؤن نے سخت اور قومی حملہ کیا۔ چار گھنٹہ کامل لڑائی ہوتی رہی اس لڑائی میں جسقدر اسلامیوں کو کامیابی ہوئی اور بقدر نصرائیوں کو نقصان پہونچا۔ رات کو عیسائیوں نے قیساریہ ہی میں قیام کیا اور اسلامی بھی اوسے کے قریب ایک گاؤں میں مقیم ہوئے۔ رات کے وقت نصرائیوں کا ایک گروہ اپنے کیمپ سے باہر نکلا اسلامی بزرگ نے جسوقت کہ یہہ اپنے کیمپ سے کچھ فاصلہ پر آگئے تھے حملہ کیا اور یہوں کو اپنی تیز تلواروں سے

فوج کو ڈالا۔ بعد اس کے قیساریہ سے ارسوف کی طرف روانہ ہوئے چونکہ  
 اسلامی لشکر نصرائیوں سے پہلے ارسوف میں پہنچ گیا تھا اسوجہ سے ابتداءً  
 میں کسی قسم کا واقعہ نہیں پیش آیا بلکہ جسوقت عیسائی لشکر ارسوف کے قریب  
 پہنچا اسلامیوں نے حملہ کیا پہلے حملہ میں تو انکو کامیابی ضرور ہوئی لیکن  
 جبکہ نصرائیوں نے مجتمع ہو کر اسلامی سواروں کے فوج پر حملہ کیا اسوقت البتہ  
 لڑائی نازک ہو گئی اسلامی سواروں کے ترب کے ساتھ پلادون کی فوج بھی  
 میدان جنگ سے ہٹنے لگی یہاں تک کہ عیسائیوں نے ان کا تعاقب کیا یہ نہزم کرو  
 جسوقت قلب میں پہنچا جہاں کہ خود ہمارا سلطان تھا اسوقت اوس نے پھر آگے  
 بڑھایا اور خود تکبیر کہتا ہوا ان کے آگے چلا۔ عیسائی یہہ رنگ یکہر تہیچے پٹے  
 اور ہتھوڑی دیر کے بعد لڑائی خود بخود رک گئی۔ اس لڑائی میں عیسائیوں کے  
 مشہور آدمیوں سے کند اعظم مارا گیا اور اسلامی لشکر سے ایاز طویل جو کہ شجاعت  
 و جرات میں بے نظیر تھا شہید ہوا۔ دو روز تک دونوں فوجیں ایک دوسرے کے  
 مقابلہ میں مقیم رہیں تیسرے روز عیسائیوں نے تو یا فا پر پہنچ کر قبضہ کر لیا اسوجہ  
 سے کہ اسلامیوں نے اسکو پہلے ہی سے خالی کر دیا تھا اور سلطان ہنہ اپنے جری  
 فوج کے ارسوف سے کوچ کر کے رملہ میں جا پہنچا۔ نمازعشاک کی پڑھ کر ارباشوری  
 سے عسقلان کے نسبت مشورہ کرنے لگا۔ یہوں نے باتفاق عسقلان کے  
 ویران کرنے کی رائے دیدی اور وجہ یہہ بیان کی کہ اولاً حکام کی کامیابی سے  
 عیسائیوں کی ہمتیں بڑھ گئی ہیں مال و اسباب حرب بھی ان کے پاس کافی  
 طور سے موجود ہے ثانیاً ابھی کل کا ذکر ہے کہ ارسوف میں کیا واقعہ پیش آیا تھا  
 بہتر یہہ ہوگا کہ عیسائیوں کے آنے سے پہلے عسقلان ویران اور اوسکا قلعہ  
 مسمار کر دیا جائے۔ سلطان نے اس رائے سے مخالفت ظاہر کی اوسکی

غیرت و حمیت ایک آباد اور سلامتی شہر کو ویران کرنا پسند نہ کرتی تھی مگر اہل شہر نے سلطان کی رائے سے سخت مخالفت کی اور ایک زبان ہو کر بول اٹھے ان اردت حفظہا فادخل انت مع بعض اولاک الکبار و اولادہ شاید جملہ ماہی احمد (اگر آپ اس کے محفوظ رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ مع اپنے بڑے لڑکوں کے عسقلان میں جاییے ورنہ ہم میں سے کوئی اس میں نہ جائے گا) سلطان نے جب لوگوں کی اس قدر بہتین پست دیکھیں تو چارنا چار اونکی رائے سے اتفاق کر لیا اور رملہ سے عسقلان کی طرف روانہ ہوا اور اہل شہر ہر ماہ شعبان سنہ مذکور کو عسقلان میں پہنچا کر انیسویں ماہ مذکور سے اسکی خرابی سمار کر نیک حکم دیدیا اور خود بذاتہ اس کے ٹوڑنے میں شریک ہوا عیسائی فوجیں عسقلان کی خرابی سے مطلع ہوئے پر بھی آگے نہ بڑھیں۔ ترکیش جو کہ کروسیڈ کا بانی مبنی تھا اور بعد کا میابی عکا کروسیڈ روئی جماعت سے علیحدہ ہو کر صور چلا گیا تھا اس نے شاہ انگلینڈ کو ملامت نامہ خط لکھا کہ ”اگر میں موجود ہوتا تو عسقلان ہرگز بامتہ سے نہ جانیے پاتا عسقلان کو ویران کیا ہرگز رہا ہے کہ سلطان میں اس کے بچانے کی قوت نہیں ہے۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی۔ تم ہرگز اتنی بڑی فوج کی افسری نہیں کر سکتے تم کو لازم تھا کہ عسقلان پر اس کے خراب کئے جانے سے پہلے قبضہ حاصل کر لیتے“ شاہ انگلینڈ یہ خط پا کر اپنے خود کردہ پریشیاں ہوا مگر اس سے کیا چاہل تھا۔

الغرض دوسری رمضان کو سلطان رملہ کی طرف واپس آیا اور اس کے قلعہ اور کلیسا کے سمار کرانے میں مشغول ہوا اور الملک البعادل ابو بکر بن ابوب نصر اینون کے مقابلہ میں منزل بمنزل کوچ کرتا رہا وقتاً فوقتاً موقع مصلحت دیکھ کر دوچار حملے بھی کر گزرتا تھا عیسائی فوجیں یہی مسلمانوں کے نقصان رسانی پر

تلی ہوئی تہین چنانچہ ایک روز شاہ انگلینڈ نے چند دستہ فوج لیکر مسلمانوں پر حملہ کیا  
 باوجودیکہ مسلمانوں کی تعداد جبہر شاہ انگلینڈ نے حملہ کیا تھا نصرانیوں کے نسبت  
 کم تھی لیکن مسلمانوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا اور ایسا لڑے اور اس قدر عیسائیوں کو  
 پریشان کیا کہ شاہ رچرڈ کی گرفتاری میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی تھی۔  
 مگر وہ اپنی قسمت سے چار سو عیسائی سپاہیوں کو قربان کر کے بچ گیا۔ اور  
 مسلمانوں میں سے صرف دس آدمی شہید ہوئے۔ اسکے بعد رچرڈ اپنی فوج  
 لئے ہوسٹے یا فاکس تعمیر میں مصروف رہا کیونکہ سلطان نے اسکو بھی اس قابل  
 نہ کہا تھا کہ عیسائی کیس وقت اس میں پناہ گزین ہو جائے اور الملک العادل اسکو  
 گھیرے ہوئے پریشان کر رہا تھا سلطان رملہ کو ویران کر کے بیت المقدس  
 میں آیا اوس کے انتظام سے فارغ ہو کر پہراپے گیمپ کی طرف لوٹ کھڑا ہوا آخر ہجرت  
 رمضان کو وہاں سے بھی کوچ کر کے نظر وینین جا اوتا۔ رچرڈ یا فلسے جس وقت  
 عسقلان میں آیا اوسکی خراب حالت پر وہ بہت ہچکچایا اور مسلمانوں کی سرگرمی  
 دیکھ کر بہر صلح کا خواستگار ہوا سلطان نے جو کچھ جواب دیا ہوا اوس کا حال  
 معلوم نہیں ہوا البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قاصد یہاں سے نصرت  
 ہو کر الملک العادل ابو بکر بن ایوب کے خدمت میں حاضر ہوا اسکے بعد  
 چند روز تک شاہ انگلینڈ اور الملک العادل سے خط و کتابت کا  
 سلسلہ جاری رہا مدتوں دونوں ایک دسترخوان پر کھانا کھایا آخر کار  
 اس ایک نئی شرط پر صلح کا استقرار ہونا ٹھہرا کہ شاہ انگلینڈ کی بہن جین جو  
 ملکہ مجاڈیان کرتا ہے کہ رچرڈ چونکہ پہلی صلیب کی دہائی کو چند ان بہنیں بالظان نہیں بچتا تھا ہوج  
 سے اوسے اپنی بہن درخواست دوبارہ نہیں پیش کی بلکہ اوسنے اور تاجا ویز پیش کیں جین اوسنے  
 کہاں ہوشیاری سے سلطان کے یہاں ”عادل“ کی ہوس کے لئے دلچسپی پیدا کر دی۔ رچرڈ  
 کی بہن جین۔ دلی صلیبہ ولیم کی بیوہ اوس سلمان شاہنلوہ (الملک العادل) کے باقی صفحہ ۱۸۹

والی صقلیہ کی بیوہ تھی اوسکا نکاح الملک العادل کے ساتھ کر دیا جائے۔ قدس سرہ  
 اور وہ بلاد ساحلیہ جو کہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں الملک العادل کے مقبوضات  
 میں شمار کئے جائیں اور عکا اور وہ بلاد جبلیہ جن پر نصرا نیون کا قبضہ ہے شاہ  
 انگلینڈ کی بہن کو دیدیے جائیں الملک العادل تو اس بات پر راضی ہی تھا  
 سلطان کو اس ماجرے سے بذریعہ عہد کا تب آگاہ کیا۔ پہلے تو سلطان کو  
 یہ خیال ضرور پیدا ہوا کہ اس سے پہلے شاہ انگلینڈ چہ جہینہ کی مہلت چاہتا  
 لیکن نظر مصلحت وقت لڑائی موقوف نہ کی گئی اس کے بعد ہی صلح کے پیام  
 پہنچے جب اوس میں پہی اوسکونا کامی ہوئی تو مصالحت کی یہ جدید صورت  
 قرار دی بہر کیف سرسہی نظر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نامہ و پیام میں  
 کچھ خطرہ ضرور ہے لیکن بعد کو جب الملک العادل کے اصرار سلطان  
 اس شرط پر راضی ہو گیا اور عقد و صلح کے دن مقرر کئے جانے لگے تو چرڈ نے  
 یہ کہلا بھیجا کہ ہمارے مذہب میں اس رشتہ داری سے سخت غضبناک ہیں  
 وہ ہم کو گر جل سے نکال دینے کی دہمکی دیتے ہیں ہم اس امر کو پوپ سے دریافت  
 کرتے ہیں اگر اوس نے اجازت دیدی تو فوراً علی نور ورنہ میں اپنی بہنچی سے  
 الملک العادل کا عقد کر دوں گا اور حسب قرار داد شرط صلح کروں گا سلطان  
 اس کے فقروں میں آگیا اور اپنے جری لشکر کو نظروں میں چھوڑ کر تہا مہ دستہ

م (بقیہ نو صفحہ ۱۸۸) کے نکاح کے لئے پیش کی گئی تاکہ وہ دونوں زیر نگرانی صلاح الدین اور  
 رچرڈ کے یرشلیم پر حکومت کریں۔ پھر آگے چل کر لکھتا ہے کہ صلاح الدین بظاہر اس تجویز پر توجہ  
 کرنے کے بہانہ سے یرشلیم کی مضبوطی کے لئے وقت حاصل کیا چاہتا تھا جس کو کہ عیسائی اب تک  
 اوس سے طلب کر رہے تھے ہمارے خیال میں یہ مجاہد کی خیالی باتیں ہیں کیونکہ پہلے رچرڈ نے  
 اس نئی شرط کو پیش کیا تھا اس لحاظ سے خود رچرڈ کسی اپنی ضرورت کے لئے وقت تلاش کر رہا تھا۔

فوج جان نثاروں کے رملہ کی طرف واپس آ یا اور تقریباً بیس روز تک عیسائیوں  
 اٹل زمین پر مقدس چرچہ کرنے کی تیاریاں کرتی رہیں۔ عربی مورخ اس کے بعد  
 سواصلح کے نامہ و پیام کے اور کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں تحریر کرتے مگر انگریزی  
 مورخ رچرڈ کی دلیری کی کہانیاں خوب خوب بیان کرتے ہیں جنکو ہم خلافتِ عباس  
 سمجھ کر ترک کئے دیے ہیں۔ تیسری ذیقعدہ کو سلطان رملہ سے روانہ ہو کر چوتھی  
 نظرون میں داخل ہوا۔ اور عیسائی یا فاسے رملہ کی طرف بڑھے۔ اٹل راہ میں  
 دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔ پہرہ دن چڑھے سے تقریباً شام تک لڑائی  
 ہوتی رہی۔ صلیبی شکر نے پہلے حملہ میں مسلمانوں کی صف اول کو منتشر کر دیا  
 مگر چنپہی لمحہ کے بعد ہلاسیوں نے اونکو اپنی برق افشان تلواروں کے گہرے لپا  
 اور کمال تیزی سے اون کے جان و تن کا فیصلہ کرنے لگے۔ عیسائی لشکر  
 کے خوفناک میدان سے ایسی بدحواسی سے پہاگا کہ ایک دوسرے کو پہچان  
 نہ سکتا تھا اس لڑائی کی ظاہری حالت تو یہی کہہ رہی تھی کہ یہ لڑائی دو چار  
 دن میں تو تمام نہوگی البتہ ہفتہ عشرہ کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو تو ہو لیکن  
 اس وقت میں جبکہ چاروں طرف لڑائی کی گہٹا میں چھائی ہوئی تھیں  
 قدرتی بجلیاں کوند نے لگیں اور سیدر ترشج بھی ہونے لگا شاید اس وجہ  
 سے حملہ کرنے والوں کے ہاتھ کشت و خونریزی سے رگ گئے اور لڑائی کا  
 بازار سرد ہو گیا بعد اسکے موسم بارش کے آجانے سے سلطان نے حسبِ دستور

ملہ منجملہ اون کے ایک قصبہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سلطان نے یا فاکو دوروز میں فوج  
 کر کے جلا کر خاک و سیاہ کر دیا تھا۔ رچرڈ اس خبر کو سن کر آٹھ دس سو اور کونکولیکو ومان جا پہنچا  
 اور کل سلطانی لشکر کو ہنگا دیا۔ عربی مورخ اسکا کچھ تذکرہ نہیں کرتے ہمارے نزدیک  
 یہ بھی کہ وسیڈروں کے سفحرات میں داخل ہے۔



اُمراء لشکر کو خیمت کیا اور خود مہمہ حلقہ خاص کے مصاحبوں اور دستہ فوج  
 جان نثاروں کے بیت المقدس میں پہونچ کر قاصد کے متصل دارالاقصیٰ میں  
 مقیم ہوا۔ اسکے دوسرے یا تیسرے روز مصری لشکر بھی جس کا کمانیر  
 امیر ابو لہیجاسین تھا آپہونچا اور سچی لشکر تیسری ذیحجہ کو بقصد بیت المقدس  
 رملہ سے روانہ ہو کر نظرون میں آیا۔ اتفاق سے اس مقام پر بھی عیسائی  
 لشکر بزرگ سلامیہ سے مڈبھیڑ ہو گیا۔ مسلمانوں نے نصرانیوں کے پچاس  
 یا اس سے کچھ زیادہ نامی جنرلوں کو گرفتار کر لیا اور اس سے کچھ زیادہ  
 عیسائیوں کو مار ڈالا۔ سلطان نے سب سے پہلے بیت المقدس میں  
 پہونچ کر یہ کام کیا کہ اوس کے شہر بپاہ کی دیواروں کو مضبوط اور اسکی  
 مضبوط فصیلوں کو از سر نو درست کرادیا۔ شہر بپاہ کے فصیلوں کے  
 باہر ایک عمیق خندق بنوادی اور یہ کل کام اپنے شہزادوں کے سپرد کر دیا  
 اور خود بھی اونکی نگرانی کر رہا تھا۔ فردوروں کے ساتھ خود سلطان ضرورت  
 کی چیزیں اوٹھا کر لاتا تھا۔ سیوج سے جو کام ایک ہفتہ میں درست نہ ہو سکتا  
 وہ ایک دن میں تمام ہو رہا تھا۔ بیسویں فروری حجہ کو صلیبی لشکر نظرون سے  
 پھر رملہ کے جانب لوٹا کیونکہ انکو پھر رسد و غلہ کی کمی ہو چلی تھی شاہ انگلینڈ نے  
 رملہ میں پہونچ کر ایک فرانسیسی افسر سے بیت المقدس کا نقشہ طلب کیا اور  
 اور دیر تک غور کی آنکھوں سے فکر کی عینک لگا کر دیکھتا رہا ایک لمحہ  
 کے بعد سراوٹھا کر کہنے لگا کہ ”یہ وادی جو کہ یروشلم کو چاروں طرف سے  
 باستثناء شمالی جانب گھیرے ہوئے ہے کس قدر عمیق ہے اور راستہ  
 اسکا کیسا ہے“ فرانسیسی افسر نے جواب دیا کہ اس وادی کا راستہ نہایت  
 دشوار گزار ہے ہمارے نزدیک یہ بالکل ناممکن قیاس ہے کہ صلاح اللہ

موجودگی میں یرشلیم ہمارے قبضہ میں آجائے ہلوگ اگر یرشلیم کا شمالی جانب  
 سے محاصرہ کریں گے تو اوس کے دوسرے اطراف غیر محصور رہ جائینگے اوسط  
 سے اسلامیوں تک بخوبی ہر قسم کی مدد پہنچ سکتی ہے اور اگر ہم انتظام کیا جائے  
 کہ ہم میں سے کچھ لوگ دادی کے طرف سے حملہ کریں اور کچھ یرشلیم کا محاصرہ  
 شمالی جانب سے کریں تو ہم میں سے ایک دوسرے کی اعانت نہ کر سکیں گے  
 علاوہ اس کے اسلامی لشکر جو وقت یرشلیم کے جس دروازہ سے قصد کریگا  
 نکل کر ہلوگ اپنی تیز تلواروں کی ٹہنڈی ہواؤں سے ہمیشہ کے لئے موت کی  
 خواب غفلت میں سلا دیگا۔ صلاح الدین نے یرشلیم کے مقدس شہر کو پورے  
 طور سے محفوظ و مضبوط کر لیا ہے۔ ”شاہ انگلینڈ یہ باتیں سن کر ہنٹری  
 دیر تک خاموش رہا اور اہل شوریٰ ہی بے حس و حرکت بیت کی طرح بیٹھے  
 آخر کار شاہ انگلینڈ ہی نے مصلحتاً نظروں سے رملہ کی جانب اپس چلنے کی  
 رائے ظاہر کی سب کے سب اپنی تمناؤں کا خون کر کے رملہ کے طرف  
 واپس ہوئے۔ اور ماہ محرم ۵۸۵ھ میں عیسائیوں نے عسقلان کی  
 تعمیر شروع کی اور شاہ انگلینڈ کہسیانا ہو کر ڈاکہ زنی کرنے لگا کہ یہی وہ  
 اسلامی نرک پر حملہ کر بیٹھتا تھا اور کہی راہ چلتے ہوئے کار و الون کو ٹوٹ  
 لیتا تھا مگر ان سب میں اس کو بدنامی کے سوا اور نہ کچھ ہاتھ آتا تھا۔ اسلامی  
 فوجیں بھی وقتاً فوقتاً عیسائیوں پر بخون مارتی تھیں کہی اون کے ایک  
 گروہ کو قید کر لاتی تھیں اور کہی اون کے رسد و غلہ کو ٹوٹ لیتی تھیں۔ مگر یہ  
 فارس الدین سمیون قسری نے جو کہ خدام سلطان کا سرگروہ تھا انھوں  
 کے ایک بڑے قافلہ پر حملہ کر دیا اور انکے دو سو آدمیوں کو گرفتار کر لایا  
 اور اندازہ سے زیادہ مال غنیمت ٹوٹ لایا۔ جو پتی ربیع الاول ۵۸۵ھ کو

جمعہ کے دن نماز عصر کی پڑھ کر الملک عادل ملک ہنری کے ساتھ جو کہ شاہ انگلینڈ کی سفارت لیکر آیا تھا قدس شریف سے نصرانیوں کے کمپ کی طرف شرائط صلح کے مقرر کرنے کی غرض سے روانہ ہوا لیکن اتفاقاً کچھ ایسا ہوا کہ جسروز الملک عادل اور ملک ہنری سچی کمپ میں پہنچے اوسیدن شاہ انگلینڈ یا فاکسٹرف روانہ ہو گیا تھا اسی وجہ سے الملک عادل سو گھوڑوں سبج الاول کو بیروت ہوتا ہوا قدس شریف کی طرف لوٹ آیا۔ اور پہلی جمادی الاول یومِ محشر بنہ کو سیف الدین شطوب والی حکام عیسائیوں کے بنیہ غضب سے معلوم ہین کس طرح سے اپنے کو چھوڑا کر قدس شریف میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ہمراہ چار پانچ اسلامی افسر اور بہی تھے جو کہ اس کے ساتھ گرفتار ہو گئے تھے۔ سلطان ان کے آنے سے بہت خوش ہوا۔

چرٹنے فصیح کے نامہ و پیام کے زمانہ میں نوین جمادی الاول کو قلعہ دارون (دارون) پر بھی حملہ کیا تھا۔ علم الدین قیصر والی قلعہ جب تک اوس میں قوت باقی رہی اوسوقت تک اونکو وہ دندان شکن جواب دیتا رہا۔ آخر کار دو روز متواتر لڑائی کے بعد وہ موہاؤن مسلمانوں کے جو کہ اوسوقت قلعہ میں موجود تھے رات کے وقت قلعہ کے شمالی دروازہ سے نکل کر اسلامی کمپ کے طرف روانہ ہوا اور روانگی سے پہلے میگنیز میں آگ لگا دی آلات حرب ضائع کر دیا صبح ہوتے ہی صلیبی افسرین نے قلعہ دارون کے دیواروں پر قبضہ کر لیا۔ اور اسکے بعد مجدل یا فاکسٹرف بڑے لیکن وہاں سے کسی قدر نقصان اٹھا کر حسرت اور افسوس کے انگھوٹے مجدل یا فاکسٹرف کو دیکھتے ہوئے واپس آئے۔ اور تیسویں جمادی الاول یومِ شنبہ کو صلیبی فوجیں وکیلیم کے قصبہ سے روانہ ہو کر صافیہ کے ٹیلہ پر آٹھیرین۔ دو روز تک یہیں مقیم رہیں

جب اس طرف سے حملہ کر نیکا موقع نہ دیکھا تو مجبورانہ چھبیسویں ماہ مذکور کو قدس  
 شریف کے شمالی جانب (یعنی نظرون) کی طرف چلی گئیں۔ اور اوسط  
 سے حملہ کی تجویز کرنے لگیں اسلامی فوجیں ہنوز اپنے اپنے شہروں  
 سے واپس نہیں ہوئی تھیں۔ الملک الافضل اور الملک العادل  
 ایک ضرورت سے بلاد جزیرہ کو گئے ہوئے تھے عیسائی فوجیں  
 بیت المقدس کے ارد گرد گھوم پھر رہی تھیں موقع دیکر حملہ کرنے پر  
 آمادہ ہو جاتی تھیں مگر سلطان کی مستعدی دیکر خاموشی سے کام لے رہی  
 تھیں۔ سلطان بھی۔ انکی نقل و حرکت سے مطلع ہو کر روزانہ شہر کی  
 حفاظت کے لئے ایک جدید انتظام کر رہا تھا اور پے در پے شجوخ  
 مارنے سے اونکو تنگ کر رہا تھا کوئی رات ایسی نہ گزرتی تھی جس میں  
 سو دو سو نصرانی نہ مارے جاتے تھے عیسائی لشکر یہ رنگ دیکر قصبہ  
 قلونہ میں چلا آیا جو کہ قدس شریف سے تین چار میل کے فاصلہ پر تھا اور  
 تاریخ نوین جادسی الثانی کو مصری قافلہ پر جسکا امیر قافلہ فلک الدین سلیمان  
 الملک العادل کا علاقائی بھائی تھا شجوخ مارا جسوقت کہ یہ قافلہ قدس شریف  
 کے قریب اطراف خلیل میں پہونچ گیا تھا عیسائیوں کو اس شجوخ سے  
 سوائے خونریزی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا کیونکہ جسوقت عیسائیوں  
 نے قافلہ پر حملہ کیا جو لوگ قافلہ کے آگے تھے وہ لڑنے میں مصروف  
 ہو گئے اور وہی لوگ اس واقعہ میں کام آئے اور انہیں میں سے  
 بعض قید بھی ہو گئے باقی رہا قافلہ وہ جسوقت کہ فریقین دست بدست  
 لڑ رہے تھے جبل خلیل پر چڑھ گیا اور یہی اُنکے نجات اور محفوظ  
 رہنے کا باعث ہوا۔ بعد اس واقعہ کے رچرڈ نے بیت المقدس کے

فتح کرنے کی ایک آخری کوشش کی اور اپنے کل ماتحت فوج کو جمع کر کے  
 اپنی پرزور تقریر سے ادباز تار ہا۔ جب انہیں انتقام ناجائز کا جوش  
 بھرا ہوا پایا اور کسریٹ کا پورا پورا انتظام بھی کر لیا تو لشکر کا ایک دایلم  
 جسین تقریباً پچیس ہزار سوار تھے راستہ کی حفاظت کی غرض سے  
 کیمپ سے چار کوس کے فاصلہ پر بھیجا اور ایک حصہ فوج کو بمرگرو ہی  
 کندہری صو اور طرابلس کی طرف مسلمانوں کے راستہ روکنے اور یزید  
 کا منصبی کام انجام دینے کے غرض سے روانہ کر دیا۔ اور باقی صلیبی لشکر  
 کو جو کہ تعداد آئیس ہزار سے ہرگز کم نہ تھا اپنے ہمراہ لیکر بیت المقدس  
 اور قلونہ کے درمیان آٹھ اسلطان بھی ارض مقدس کی حفاظت میں عرق  
 ریزی سے کام لے رہا تھا۔ بیت المقدس کے باہر جس قدر چٹھے اور چاہ تھے  
 سبھوں کا پانی خراب اور نجی قابل استعمال کر رکھا تھا۔ پہرہ پل زمین ہونے کی  
 وجہ سے کسی جدید خندق کو دھنکے کی ضرورت نہ تھی اسلامیوں کے دل میں  
 جوش اور جوش کے ساتھ واقعہ عکا سے کس قدر خوف اپنی جملک دکھا رہا  
 تھا لطف یہ ہے کہ اس جوش اور خوف میں انتقام کی دہیمی آواز بھی سنائی  
 دیتی ہے۔ انیسویں جمادی الثانی کو سلطان نے امراء لشکر کو رات کے وقت  
 نماز عشا کے بعد ایک جلسہ خاص میں جمع کیا پہلے موعظ کتاب ہوا اور سلطانہ  
 فی محاسن یوسفیہ نے حفظ بلا و اسلامیہ اور جہاد کی تفصیل کو مدلل اور مہربان  
 ایک طویل خطبہ میں بیان کیا بعد اسکے سلطان نے اپنی دلاویز تقریر سے  
 سامعین میں ایک سچا جوش پیدا کر دیا سب سے پہلے سیف الدین مشطوب  
 نے لبیک لکھرا اپنی استعدادی ظاہر کی بعد اسکے اور امراء لشکر نے بھی مشطوب  
 کی اس رائے سے اتفاق کیا۔ مگر جوش دودہ کا سا اوبال تھا کہ دفعۃً پیدا

ہوا اور فوراً فرد ہو گیا جیسا کہ آبلوگون کو امرور کو سار قدس شریف کے طر عمل  
 سے معلوم ہو گا فخر ہوتے ہوئے سلطان کے کانون تک یہ خبر پہنچی کہ امرور  
 لشکر اور سار شہر سانحہ عکا سے ایسے برداشتہ خاطر ہو رہے ہیں اور عام  
 طور سے اسی امر پر تلے ہوئے ہیں کہ بیت المقدس چوڑ کر عیسائیوں سے  
 مقابلہ کیا جائے سلطان یہ سنکر سنائے میں ہو گیا اور اسکی یہ جو شجاعت اور  
 سچی ہمدردی وغیرت یہ کہہ رہی تھی کہ ہرچہ بادا باد - جیتے جی قدس شریف نہ  
 چوڑا جائے جان جائے تو جائے لیکن بیت المقدس کی مقدس زمین ہاتھ  
 سے نہ جائے اور نہ اسکے بلند اور منور میناروں پر (خدا نخواستہ) شر کی  
 صلیبی پر پرہ اور نہ پائے آج اگر میں ان عوام کا الانعام کی موافقت کے  
 خیال سے قدس شریف چوڑ دنگا تو کلمہ اپنے منعم حقیقی کو اجنبی کہ ایک صدی  
 کے بعد اس مقدس زمین کو مقدس بندوں کے قبضہ میں دیا ہے کیا منہ کلمہ لگا  
 اور اسکے سچے رسول کو کیا جواب دنگا ہاے یہ مقدس شہر اور مسیحی! افسوس  
 یہ نورانی دیواریں اور پاک بندوں کی خونریزی! بیت المقدس کی منور میناریں  
 اور صلیبی شر کی پر پرہ! - ایخالیکیا ہو گیا؟ تیرے اس ناچیز بندہ سے کیا خطا  
 ہوئی؟ تیری بے نیازی کا ہر وقت نہیں ہے! مجھ کو کسی کی پروا نہیں ہے!  
 اور نہ کسی کی مدد کی ضرورت ہے! مجھ کو تیرے ہی لطف و احسان پر بہرہ ور ہے!  
 تیری بندہ پروری سے کچھ بغید نہیں ہے! تو ذرہ پرور غریب نواز ہے!  
 تیرے ہی انداز سے بیت المقدس کی بلند پہاڑیاں و جلالت و رسالت  
 کی دلپسند روشنی سے منور ہو رہی ہیں! تیرے ہی آفتاب فیض کی یہ روشنی  
 ہے! جس سے مسجد اقصیٰ کی شاندار میناریں چمک رہی ہیں! مجھ کو کا مل  
 یقین ہے کہ تو اپنے سچے دین کی تائید کرے گا! ایسی مقدس زمین پر صلیبی قوین

ہرگز قابض نہ ہونے پائیگی! یہ اہل شہر اور امار لشکر کی نافرمانی ناماقبت اندیشی ہے جو کہ وہ عیسائیوں کی کثرت سے پریشان ہو کر قدس شریف کے چوڑنے کی غریمت رکھتے ہیں مجھے ہرگز یہ نہوگا کہ جیتے جی بیت المقدس کو چوڑ دوں! اور ایسی بڑی نعمت کو تیرے فضل و کرم کے حامی ہوتے ہاتھ سے دیدوں! خداوند! تو خوب نیک جانتا ہے کہ مین نیکنامی کی غرض سے یہ کام نہیں کرتا بلکہ محض تیرے پیارے مذہب اسلام کے توسیع اور اس مقدس مکان کو پاک رکھنے کے غرض سے یہ پاڑیں بیل رہا ہوں۔ انت حبسی و لغم الوکیل۔“

سلطان اسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا ہنوز اسکے زبان سے آخری فقرہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ خالد بن حبر دیک کی ایک رپورٹ آئی جس سے یہ بات ظاہر ہو رہی تھی کہ مسیحی لشکر سردست اپنے مورچے سے ہٹ کر ایک دوسرے ٹیلہ پر خیمہ زن ہوا ہے شنبہ کی صبح کو ایک دوسری رپورٹ آئی کہ نصرانی بروشلیم پر حملہ کرنے کے بارے میں مختلف الزامے ہو رہے ہیں عجب نہیں صبح تمام میں عیسائی اپنا سامانہ لیکر واپس چلے جائیں سلطان کے قہری دل میں تو پہلے ہی سے اطمینان بہرا ہوا تھا اسکے اوس خوشنما چہرہ سے بھی جیسپر کہ صرف اہل شہر اور امار کی مخالفت کی وجہ سے کسب قدر فکر کے آثار ظاہر ہو رہے تھے بشاشت ظاہر ہونے لگی۔ اس دوسری رپورٹ کے پونچنے کے بعد صدقات تقسیم کئے دو گانہ شکر یہ ادا کر کے امار اور و سار شہر و لشکر کو اس رپورٹ سے مطلع کیا ان لوگوں کے بھی پرمردہ چہرہ و نئے خوف کی زردی دور ہونے لگی رفتہ رفتہ جوش مسرت و اطمینان کی دلچسپ سرخی نمایان ہو چلی آپس میں تسلی آموز الفاظ سے ایک دوسرے کی مزاج پر سی کر نیلے

وہ کس مہر سی کی حالت جو کہ اس سے چند لمحہ پیشتر تھی اس رپورٹ کے شایع ہوتے ہی دفع ہو چلی اور مسیحی لشکر جسکے کمانیر شاہ فرانس شاہ انگلینڈ وغیرہ وغیرہ ملوک نصاریٰ تھے جبوقت بیت المقدس کے قریب جا اور ترے پانی کی عدم موجودگی سے پریشان ہونے لگے کسی نے یہ رائے ظاہر کی کہ یروشلم پر حملہ کرنا حاصل ہے ٹھنڈے ٹھنڈے واپس جانا چاہئے کوئی یہ کہنے لگا کہ یہ رائے بالکل عمل کرنے کے قابل نہیں ہے کیا ہلوگ انی معدودے چند ملحدون (مسلمانوں) کے لئے کافی نمونے اور ان ناپاکوں کو یروشلم کی مقدس زمین سے نکال سکیں گے شاہ انگلینڈ کی یہ رائے تھی کہ چونکہ پانی چٹموں کا خراب کر دیا گیا ہے دوسرے مقام سے پانی لانا وقت سے خالی نہیں ہے اسجہ سے یروشلم پر حملہ کرنے سے دست کشی کر کے واپس چلنا چاہئے۔ شاہ فرانس یہ کہہ رہا تھا کہ کل لشکر تین حصوں پر منقسم کیا جائے ایک حصہ تو نہ تفرق سے پانی لایا کرے اور لشکر کا دوسرا وایم خیموں اور لشکر کے پہلے حصہ کی حفاظت کرے باقی رہا تیسرا گروہ وہ یروشلم پر حملہ اور ہو۔ اگرچہ یہ رائے بہ نسبت اور ویکے مناسب ضرور تھی لیکن اس سے بھی لوگوں نے اختلاف کیا تھوڑی دیر تک اسپین بھی رد و بحث ہوتی رہی آخر کار مکمل نظر نیون نے تین سو سیچون کی تالشی کے لئے منتخب کیا ان تین سو آدمیوں نے بارہ آدمیوں کو اور ان بارہ آدمیوں نے تین آدمیوں کو منحصر علیہ مقرر کیا۔ یہ تینوں منحصر علیہ رات بہر غور و فکر کرنے رہے صبح ہوتے ہی واپسی کا حکم دیدیا چنانچہ اکیسویں جمادی الثانی سنہ مذکور کو اپنی امید و ناکا خون اور تمناؤں کا خاکہ کر کے جس منزہین کو فتح کرنے آئے تھے اور جسکے خاطر ہزار ہا عیسائیوں کو فوج اور قرآن کر اباتھا اور سکو حسرت سے دیکھتے ہوئے رمل کی جانب واپس ہوئے۔



رفع خجالت کے غرض سے پہلے کے پیغام بھیجنے لگے کسی توشاہ انگلیش  
 قدس شریف کا کلیسہ مانگتا تھا اور کسی قدس شریف کے قلعہ میں بیس آدمیوں  
 کی رہنمی کی اجازت چاہتا تھا کسی عثمانی بغیر کی خواہش ظاہر کرتا تھا اور کسی متنازعہ  
 فیما بِلاد کو نصف نصف تقسیم پر راضی ہوتا تھا مگر سلطان ان مراسلات کے جواب  
 میں صاف انکار کرتا جاتا ان مراسلات کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پایا تاکہ لڑائی  
 پہ چڑھ گئی پہر کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ کیونکہ نصرانیوں نے جبکہ وہ بیت المقدس  
 سے ناکامی کے ساتھ واپس ہو رہے تھے تو راستہ کے چوٹے چوٹے دیہاتوں کو  
 غارت کرنا اور راہ چلنے والوں کو لوٹنا شروع کر دیا تھا سلطان ان واقعات سے  
 مطلع ہو کر اسکے انسداد کی طرف توجہ نہوا کیونکہ عیسائی فوجیں منزلوں دور  
 جا چکی تھیں البتہ پندرہویں رجب سنہ مذکور یوم سہ شنبہ کو صبح کی نماز پڑھ کر یا فافا  
 کی طرف روانہ ہوا ظہر کا وقت تمام نہ ہونے پایا تاکہ اسلامی فوجیں یا فافا کے  
 قریب پہنچ گئیں چار شنبہ کے صبح سے لڑائی شروع ہو گئی تمام دن یہی کیفیت  
 رہی کہ جس وقت اسلامی فوجیں آگے بڑھتی تھیں اہل یا فافا قلعہ فصیلون سے  
 آشباری کرتے تھے شام ہوتے ہی فریقین لڑائی سے خود بخود رک گئے  
 رات کو کسی قسم کی کسی طرف سے کوئی چیر چاڑ نہیں ہوئی سترہویں رجب کی  
 صبح نہ ہونے پائی تھی کہ اہل شہر اسلامیوں پر گولہ باری کرنے لگے ان لوگوں نے  
 اپنے فریق مخالف کے حملوں کے جوابات اس وقت تک نہیں دیئے شروع  
 کئے جب تک کہ وہ ضروریات اور نواز سے فارغ نہیں ہوئے اس اثنا میں  
 مسلمانوں کی چند جانیں ضرور تلف ہوئیں لیکن جب سلطانی لشکر نواز اور ضروریات  
 سے فارغ ہو کر یا فافا پر حملہ آور ہوا۔ پہلے ہی حملہ میں الملک انطاہر نے جو کہ  
 سینہ کا کمانیر تھا شہر نیاہ کی شمالی فصیل پر قبضہ کر لیا اور قلعہ کی مشرقی دیوار چیر اہل

قلعہ کو سجدہ ناز تھا اسکو سنگ باری نے مضحل کر دیا اٹھارہویں ماہ مذکور کو اہل  
شہر نے صلح کا پیغام بھیجا سلطان نے صلح کرنے کا اسی شرط سے اقرار کیا  
جس سے اس سے پہلے اہل قدس کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا اٹھیسویں ماہ  
مذکور سے پہلے لڑائی شروع ہوئی۔ اور اڑتالیس گنہ سخت لڑائی کے بعد شہر  
پر اسلامی فوجوں نے قبضہ کر لیا اہل قلعہ نے بعد دوپہر اپنے پطرس کو مع خدام  
کے سلطان کی خدمت میں روانہ کیا یہ لوگ اسلامی کیمپ میں نہ پہنچنے پہلے  
نئے کشتہ انگلینڈ اہل یافا کے اعانت کے لئے آہو بچا اسوجہ سے وہ لوگ  
جو کہ آمان مانگنے کے غرض سے اسلامی دربار میں آ رہے تھے واپس گئے  
اور پھر سوڑی دیر کے لئے لڑائی بازار گرم ہو گیا انجام اس لڑائی کا یہ ہوا کہ  
سلطان کی طبیعت بدخط ہو جائیکی وجہ سے مسلمانوں نے شہر کو جلا دیا اور قلعہ  
یافا سے دست کشی کر کے رملہ کی طرف واپس چلے آئے۔

بعد اسکے عساکر اسلامیہ اطراف و جوانب سے جوق جوق آنے لگے اور  
شاہ انگلینڈ گبرکہر پہر صلح کا خواستگار ہوا اسمرتبہ خلاف معمول اپنے کل شرائط  
چوڑ کر سلطان کی شرطوں کو منظور کر لیا اور بیسٹ یا با بیسٹ ماہ شعبان ۷۵۷ھ  
کو ان شرائط پر کہ عیسائی پر و شلیم کی زیارت کو آئیں۔ صلیب اعظم انکو واپس  
نہ دیجائے جسکو وہ بہت اصرار جمی کاٹنگ رہے تھے اور تصور و عکا عیسائیوں نے  
قبضہ میں رہے۔ عقلان سمار و ویران کر دیا جائے کسیکو فریقین میں سے اوسکے  
آباد کرنیکا اختیار نہو۔ رملہ اور سد عیسائی اور مسلمانوں میں نصف نصف رہے،  
تین برس آٹھ مہینہ کے لئے صلح نامہ لکھا گیا سلطان کی خواہش سے بلاد اسماعلیہ اور  
انطاکیہ اور طرابلس ہی اس صلح میں داخل کیا گیا۔ رچرڈ اور سلطان کے سب امراء  
نے ایک مجلس میں قسین لکھا کہ صلح نامہ پر دو خطین کر دین عیسائی مورخین لکھتے ہیں



کہ تکمیل صلح نامہ کے بعد صلح کا اعلان کیریلون اور اکمارون اور جلیسون کے ذریعہ سے کیا گیا اور فریقین اپنے مذہبی جوش کو بالائے طاق رکھ کر ایک دوسرے کی دعوت میں شریک ہوئے۔ اور مغربی جنگ اور بیت المقدس میں صلح الدین کی دعوت کہا کر پورے کوروانہ ہو گئے۔

سلطان بچے صلح اپنی طبعی خواہش سے نہیں کی اور نہ صلح کرنے کی اس کی مرضی تھی۔ کیونکہ پہلو یا ڈپڑتا ہے کہ آسنے کسی موقع پر لانزول عن الجہاد تھے نیر جہن الساعل اور ایٹنا الموت۔ (ہم جہاد سے درگزر نہ کریں گے جب تک کہ فطر نیون کو ساحل سے باہر نہ کریں گے یا یہ کہ ہماری موت آج ہے) ضرور اپنی مبارک زبان سے فرمایا تھا لیکن چونکہ علم الہی میں اقتضار وقت کے اعتبار سے یہی مصلحت تھی کہ سلطان خواہ مخواہ صلح کرنے پر آمادہ ہو جائے اور محنت کے نمونے ہی دنوں بعد ایسے عالم میں سیر کرنے کو چلا جائے جہاں نہ کفر و الحاد کے تیز جو نکو کا اندیشہ ہے اور نہ اسلامی بلا و پر عیسائیوں کے قبضہ کا کھٹکا ہے اور نہ خود اسلامیوں کو نکالیف شرعی کے پابند ہونے کی ضرورت ہے۔

اس تیسرے کرڈیڈ میں عیسائیوں کو سوائے عکا کے فتح اور عقلاں کی بربادی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا وہ عکا کے سامنے چہ لاکہ کرڈیڈ لائے تھے اور بمشکل تمام ایک لاکہ بچا کر لے گئے۔ پورب کے بڑے بڑے جنگجو۔ جنگ اور۔ نامور بہادر ہتیار اور ہمار آئے تھے اور ان میں سے چند اپنی قوم کو تباہ و ہلاک کر کے پورب کو واپس گئے۔ پورب ان نقصانات سے بدلتون نوحہ کرتا رہا اور اس کا نوحہ کرنا بیجا نہیں تھا کیونکہ جو سلطان کے مقابلہ میں کرڈیڈ آئے تھے وہ بمقابلہ اس کے جو کہ اسے پہلے فلسطین میں داخل ہوئے نہایت مسلح اور ترتیب یافتہ اور نامی تھے۔

سلطان نے بعد مصالحت اپنے ممالک محروسہ میں منادی کرادی کہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح ہو گئی ہے مسلمان عیسائیوں کے شہروں میں اور عیسائی مسلمانوں

شہر وین میں آزادی آجا سکتے ہیں۔ اور تمام سے جھجکا راستہ لگلیا ہے اسکے بعد اس نے  
 اسلامی فوج نکور واد کرنا شروع کر دیا چنانچہ سب سے پہلے غوہ رمضان المبارک کو  
 لشکر اربل اور اسکے دوسرے روز موصل اور سنجا اور حصن کی فوجیں رحمت  
 کیلین بعد اسکے کسی تاریخ میں الملک العادل کرک کجانب اور الملک الظاہر حلب  
 کیطرف اور الملک الافضل دمشق کو روانہ ہوئے اور چند آدمیوں کو قتلان کی جدید  
 وکر بنائی ہوئی فیصلوں کے گرانے فوڈوں سے عیسائیوں کے نکالنے کے لئے مقرر کر کے خود  
 چوتھی رمضان یوم یکشنبہ کو قدس شریف میں داخل ہوا اور ماہ مبارک اسنے اسی  
 مقدس شہر میں ختم کیا اور اتنا قیام میں بیمارستان۔ سرے۔ در سے کی بنیادی  
 چہر اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی اور انکی تعمیرات کا قاضی ابن شہاد کو امین مقرر کر کے  
 خود سرحدی مقامات کا دورہ کرتے ہوئے اور انکو ملا خطہ کرتے ہوئے دمشق کی  
 روانگی کا قصد کیا۔ اسنے اس سال سفر حج کا ضرر و عزم بالجزم کر لیا تھا اور اپنے  
 دیوان خاص کو فہرست تیار کرنے کا حکم دیچکا تھا لیکن مصاحبوں اور مشیرین کے  
 اختلاف رائے اور اتفاق وقت سے وہ اسنے اس ارادے کو اس سال پورا نہ کر سکا  
 اور سال آئندہ کی موت سے مملکت نہ دی۔ پہلی شوال کو نصرانیوں کا بقیہ لشکر اور شاہ  
 انگلینڈ معاہدے جنگی جہازوں کے بیڑہ کے روانہ ہوا اور چھٹی ماہ مذکور یوم یکشنبہ کو  
 سلطان قدس شریف سےخصت ہو کر نابلس حجاجہ جینیہ میں نیشان سبجطیہ۔ بیروت  
 لے قاضی ابن شہاد کی گیت ابو الحسن نبی اور ناموسف تبارغ بن یحییٰ بن متنب بن محمد بن خطاب سدق قاضی  
 حلب کے لٹکے تھے ابن شہاد کے نام سے مشہور اور بہار الدین کے لقب سے معروف تھے چونکہ انکا بابا نکلے سفر سنی میں  
 ریگیا تھا اور انہوں نے اپنے امونیکے گورنر پرورش پائی تھی سبب سے نبی شہاد کی طرف منسوب ہو کر ابن شہاد کے نام سے  
 مشہور ہوئے یہ ۳۳۵ھ مقام موصل میں پیدا ہوئے یوم چار شنبہ چودہویں مفر ۳۳۵ھ مقام حلب میں انتقال کیا سلطان  
 انکو بہت عزیز رکھتا تھا انکی طلسمی انگوٹھا راندھی اسبب سے انکو اپنے لشکر طغیہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔

طبقہ۔ ہونین وغیرہ اسلامی شہر و نکی خوشنانشانہ نصلیں دیکھتا ہوا پچیسویں یا چھٹیویں شوال  
 یوم چار شنبہ یا پنج شنبہ کو دمشق میں داخل ہوا اہل و عشق مرج بوس تک اسکے استقبال کو  
 آئے تھے اونکی آنکھیں اسکے دیدار کو ترس رہی تھیں وہ لوگ اسکے واپسی کے دن کو عید  
 بہتر سمجھ رہے تھے۔ ستائیسویں شوال یوم جمعہ کو سلطان نے دربار عام کیا اہل علم و امر اور  
 شہر جمع ہوئے سلاطین کے سطر در و دراز ملکوٹے آئے شعر و نثر نے قصیدے پڑھے  
 لوگوں نے مبارکبادیاں دیں ہر کردہ نے اپنے عدل گستربادشاہ سے مصافحہ و معافہ  
 کیا اور یوم چار شنبہ ستر ہونین ذیقعدہ کو الملک العادل بھی کرک کے حالات دیکھ کر دمشق  
 میں آ پہنچا اسکے آنے سے دو چاند سہ خند مسرت پڑ گئی سیر و شکار میں سب کے سب  
 مصروف ہو گئے مصر کی غزیت کو سلطان نے بھولا دیا یوم سہ شنبہ بار ہونین صفر ۶۹۵ھ  
 کو ابن شداد بھی حسب طلب سلطان دمشق میں داخل ہوا پندرہ ہونین صفر یوم جمعہ کو اسلام  
 دوست سلطان نے قافہ حجاج کا استقبال چاریں سے کیا یہ آخری سواری تھی کہ  
 جبکہ بعد پر سلطان کو سوار ہونے کی نوبت نہیں آئی۔

عیسائیوں سے ایک معین اور وقت صلح ہو جانے سے بظاہر سلطان کو الزام  
 کا زمانہ لگیا تھا مگر اس سے سچلا بیٹھا رہنا ناممکن سا تھا اس سے الملک العادل  
 اور الملک الافضل سے زمانہ صلح کی اوقات گزرنیکے لئے مشورہ کیا الملک العادل نے  
 خلاط کے فتح کرنے کی رائے دی اور الملک الافضل نے فتح روم کی یہ سلطان نے  
 فرمایا کہ دونوں پر حملہ کیا جائے میں روم پر حملہ آور ہونگا اور عادل ایک شاہزادے کو  
 لیکر خلاط پر حملہ کرے ان دونوں کی کامیابی کے بعد افریقا، تاجان اور بلاد عجم پر حملہ کر نیکی  
 رائے قائم کر کے الملک العادل کو مصر کی طرف کرک پر حملہ کرنے کی تیاری کے لئے روانہ  
 کیا مگر اسکی واپسی پر سلطان خود اس سے نہ مل سکا اور یہ کام ناتمام  
 رہ گیا۔

شبِ شنبہ کو شام ہی سے سلطان کی طبیعت کچھ بد نظمتی صبح ہوتے ہوئے  
 خاصے طور سے تپ موجود ہو گئی اگرچہ تپ کے آثار اوسکے نورانی چہرہ سے ظاہر ہو رہے  
 تھے لیکن اوسنے اسدن اپنی زبان سے اسکا اظہار تک نہ کیا الملک الافضل -  
 قاضی فاضل - ابن شداد وغیر سلطان کیندمت سے تقریباً ظہر کے وقت واپس آئے  
 یہ پہلا دن تھا کہ دسترخوان پر یہ فتح نصیب سلطان نمین دکھائی دیا بلکہ بجائے اُسکے  
 الملک الافضل اوسکا بڑا لڑکا بیٹھا نظر آ رہا تھا - ملائت کے چوتھے روز فصد لیگی مرض  
 کا ذرا ایل ہوا تو درکنار ضعف استقدر بڑھ گیا کہ نقل حرکت سے مجبور ہو گیا رطوبت فاضلہ  
 کے ساتھ اصلی رطوبت بھی خارج ہو گئی جون جون حرارت عزیز یہ گھٹی جاتی تھی غروب  
 حرارت بڑھتی جاتی تھی تا آنکہ نوین روز غشی و غفلت کی ایک نئی شکایت اور  
 پیدا ہو گئی کمانا پنا بالکل چوٹ گیا دسویں روز دوبار عمل دیا گیا بظاہر اس سے  
 مرض میں خفت ضرور محسوس ہوئی لیکن بعد کو طبیعت اور زیادہ بے لطف ہو گئی -  
 الملک الافضل حسب صلاح مشورہ رؤسار ملت روحانیہ امرار و نوابین سے سعیت لینے  
 لگا جب بیسویں ماہ مذکور یوم شنبہ سے اوسکے بلند و شاندار پیشانی پر ٹہنڈے  
 پسینہ کے قطرات نمایاں ہو چکے جب قدر پسینہ بڑھتا جاتا تھا اسقدر قوت گھٹتی جاتی  
 تھی ضعف کا یہ حال تھا کہ لحظہ بظہر ترقی پذیر تھا سنا بیسویں صفر ۹۸۵ یوم چار شنبہ  
 کے صبح جو سوت قاری قرآن اپکر یہ انا لا الہ الا هو علیہ کلکلت پر پہونچا  
 یہ باخدا سلطان بھی یہی مبارک و پاک کلمات کہتا ہوا عالم بقا کی طرف کوچ کر گیا - انا للہ  
 وانا الیہ راجعون - سلطان کی وفات کا دن اہل دمشق کے نزدیک میات  
 کے دن سے ملتا تھا - ہر شخص گریہ و زاری میں مبتلا تھا اسکا مورخ کہتا ہے کہ خدا کی  
 قسم اکثر لوگ اوسپر اپنی جان قربان کرنے کو مستعد تھے اگر قربانی قبول کر لیجاتی تو  
 ایک عالم اوسکے عوض میں جان دیتا اور اوسکی قابل قدر اور قیمتی جان بچا لیتا

الملك الافضل عداوسی کے خیال سے دیوان خاص میں بیٹھا اور خطیب دولہی نے  
قدس سرہ کو غسل دیا قاضی فاضل نے اپنے رزق حلال سے سلطان کا تابوت اور  
کفن منیا کیا اور بعد پھر کے جنازہ اڑھایا گیا قاضی محی الدین معروف بابن الزکی نے  
سناڑ پڑھائی پیراوسکے جنازہ کو اوس باغ میں لائے جس میں کہ وہ حالت علالت میں رہا تھا  
اور اوسکے چچم کے والان میں دفن کیا۔

ثم انقضت تلك السنون واهلها

بعد از ان پین (زمانے) اور اہل زمانہ گذر گئے

مکافئ وکافئہم احلیم

گویا کہ وہ زمانہ اور اہل زمانہ خواب تھے

سلطان کی وفات پر اوسکے شجرہ لڑکے اور ایک لڑکی رہ گئی تھی سب سے بڑا  
اون میں الملك الافضل نور الدین ابوالحسن علی تھا جو کہ مصر میں عید الفطر کے دن  
عصر کے وقت ۵۶۷ھ میں پیدا ہوا تھا اور بعد انتقال سلطان دمشق بلاد و ساحل حلب  
صمد بنیاس - شوش وغیرہ کی حکومت کرنے لگا۔ اس سے چوٹا الملك الغفری عماد الدین  
الفتح عثمان تھا یہی مصر ہی میں درجادی الاول ۵۶۷ھ کو پیدا ہوا تھا اور چونکہ  
وقت وفات سلطان یہ مصر میں تھا اسوجہ سے بعد وفات بھی مصر پر قابض و متصرف رہا

اور الملك للظاهر غیاث الدین غازی اندنوں حلب میں تھا لہذا بعد وفات سلطان  
حلب اور اوسکے مصافات حارم - تل باشر - عزاز - برزیہ - در بساک وغیرہ حاکم  
بن بیٹا اور صاحب حاقہ ناصر الدین محمد بن تقی الدین عمر نے اسکی اطاعت قبول کی۔ آپکو  
اور اسکے بقید رکنو بقید سینین ولادت عماد کا تب نے ایک نقشہ میں فرست کی صورت میں  
کہا ہے جسکو پہلے ہم مدیہ نازین کیا جاتے ہیں بعد اسکے سلطان کے شجرۃ النسب کو پیش کرینگے

سلطہ ضیاء الدین ابوالقاسم عبدالملک ابن یحییٰ بن یحییٰ بن قاید بن علی النبطی الدلی الدولی شافعی المذہب جامع مجد دمشق کا  
خطیب تھا ۵۷۹ھ ہجری میں پیدا ہوا بعد ۵۹۰ھ ہجری میں انتقال کیا۔



# سلطان کے اولاد کا نقشہ

نام	جاو لادت	تاریخ ولادت	زاید حالات
الملک الافضل نور الدین ابوالحسن علی	مصر	۶۶۵ھ	سلطان کے بعد و شوق و غیرہ کا حاکم ہوا
الملک الغفریہ ابوالفتح عثمان	"	۶۶۶ھ	مطوڑا کے اعمال کا حاکم ہوا
الملک النظار ابوالعباس خضر	"	۶۶۷ھ	الملک الافضل کا حقیقی بہائی -
الملک الظاہر ابومنصور غازی	"	۶۶۸ھ	حلب وغیرہ کا بادشاہ ہوا -
الملک المعز ابویقوب اسحاق	"	۶۶۹ھ	ربیع الاول
الملک المودید ابوالفتح مسعود	دمشق	۶۷۰ھ	ربیع الاول
الملک الاعز ابو یوسف یعقوب	مصر	۶۷۱ھ	ربیع الثانی
الملک الظاہر ابویسلمان داؤد	"	۶۷۲ھ	ذوالقعدہ
الملک المفضل ابوموسیٰ قطیب الدین بنغفر	"	۶۷۳ھ	۶۷۳ھ
الملک الاشرف ابوعبداللہ محمد	شام	۶۷۴ھ	۶۷۴ھ
الملک المحسن ابوالعباس احمد	مصر	۶۷۵ھ	ربیع الاول
الملک المعظم ابومنصور تورانشاہ	"	۶۷۶ھ	ربیع الاول
الملک الجواد ابوسعید رکن الدین	"	۶۷۷ھ	ربیع الاول
الملک الغالب ابوالفتح ملک شاہ	سام	۶۷۸ھ	رجب
الملک المنصور ابوبکر	حاران	۶۷۹ھ	بعد بنما سلطان

یہ چھڑہ لڑکے تو وہ ہیں جنکو عماد نے اس موقع پر اس ترتیب سے ذکر کیا ہے کہ یہیں ابوالفتح القدسی کے اخیر میں لکھا ہے کہ سلطان کی وفات پر اس کے ستر لڑکے اور ایک لڑکی موجود تھی پندرہ کا تو ذکر ہو چکا اور دو باقی ہیں -  
عماد الدین شامی - نصرت الدین روان لڑکی کا نام مونسہ خاتون تھا اور الملک الکامل - سلطان کے بیٹے سے منسوب ہے







# اعلان

اس کتاب کے جملہ حقوق تالیف بذریعہ رجسٹری محفوظ کر کے  
 گئے ہیں کوئی اہل مطبع اس کے طبع کرنے کا قصد نہ فرمائیں۔ اور  
 نسخے مطلوب ہوں بار سال زر قیمت نقد یا بصدقہ و بیوپے ایل  
 ناشی حامد حسین صاحب مالک سالہ الاسلام الہ آباد دیوالپور  
 کتاب ہذا سے طلب فرمائیں۔ دس جلدوں کے خریداروں  
 اور تاجران کتب کو کمیشن بھی دیا جائے گا جسکو وہ خط کتابت  
 سے کر سکتے ہیں۔

۲۱ مسک  
 ۲۰  
 ۱۹

خادم الاطباء۔ احمد حسین الہ آبادی مؤلف کتاب ہذا و

مترجم تاریخ علامہ ابن خلدون۔ محلہ سنری منڈوی

شہر الہ آباد











